فاسئلوا اهل الذکر إن کنتم لا تعلمون

موجودہ کرونا وائرس
اور اس کے شرعی احکام

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

تالیف

(مولانا مفتی) محمد عبد السلام چاٹگامی عفا اللہ عنہ

سابق رئیس دار الافتاء علامہ بنوری ٹاون کراچی، پاکستان.
استاذ الحدیث والفقہ دار العلوم معین الاسلام ہاٹہزاری، چاٹگام، بنگلہ دیش.

ناشر

مکتبۃ الاتحاد

کتاب کا نام : موجودہ کرونا وائرس اور اس کے شرعی احکام
(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

تالیف : (مولانا مفتی) محمد عبد السلام چاٹگامی عفا اللہ عنہ
سابق رئیس دار الافتاء علامہ بنوری ٹاون کراچی، پاکستان.
استاذ الحدیث والفقہ دار العلوم معین الاسلام ہاٹہزاری، چاٹگام، بنگلہ دیش.

طبع اول : ماہِ محرم ۱۴۴۲ھ

صفحات : ۲۰۴

قیمت :

کمپوز اور ڈزائن : مولانا محمد أسعد اللہ عفا اللہ عنہ

Noorani Computer & Printers
Hathazari, Chittagong. 01820-167043

ناشر

مکتبۃ الاتحاد

اسلامی ٹاور۔ ۱۱ بنگلہ بازار۔ ڈھاکہ۔ ۱۱۰۰
Mobile : 01935-289832
01948-997985

ضلعہ پریشد مارکٹ۔ ہاٹہزاری۔ چاٹگام۔
Mobile : 01942-513235
01953-039893

فہرست مضامین کتاب

تمہیدی کلمات

از مؤلف بند محمد عبد السلام چاٹگامی عفااللہ عنہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

یہ کہ گزشتہ ماہِ شعبان ورمضان ۱۴۴۱ھ میں ''کروناوائرس'' سے متعلق احکام کے بارے میں بندۂ حقیر نے دارالعلوم معین الاسلام ہاٹھزری کی جانب سے چند فتوے لکھے تھے جنمیں بعض دوسرے مفتیانِ کرام کے دستخط بھی ہیں، بعض احباب نے خواہش ظاہر کی ہے کہ ان سب فتاویٰ کو اگر کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے تو اس سے بہت سے لوگوں کو فائدے ہوں گے اور انکے لئے بے شمار اصلاح کی چیزیں سامنے آجائیں گی۔ انکے عقائد اور اعمال کی درستگی میں مدد ملے گی تو بندہ نے انکی درخواست اور خواہش کو مفید سمجھتے ہوئے اسکی اجازت دیدی ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماوے اور مختصر تمہید کلمات بھی لکھدئے ہیں۔

وہ یہ کہ تمام کائنات کے خالق ومالک،
صرف اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی ذات پاک ہیں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة الرعد : ١٦)

ترجمہ : کائنات میں جتنی اشیاء موجود ہیں، سب کے خالق، اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو کے بڑا زبردست ہے۔

(۲) دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيْلٌ (سورة الزمر : ٦٢)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے خالق یعنی پیدا کرنے والا ہے اور انکے نگران اور ذمہ دار ہیں۔

(۳) تیسری جگہ میں تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (سورة الحشر : ٢٤)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور بنا کر کھڑا کر دیتا ہے اور سب چیزوں کی صورت کھینچ دیتا ہے۔

ان آیات اور اسطرح کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری کائنات کی تمام اشیاء کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسکے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی ذمہ داری بھی خود لے رکھی ہیں اور اپنی صفت قہاریت کے تحت سب چیزوں کو اپنی گرفت میں رکھ لی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں میں جیسی اسکی قدرت ہے اسطرح بڑی سے بڑی چیزوں میں بھی اسکی قدرت کے تحت ہیں۔ آسمان و زمین، لوح و قلم، عرش و کرسی تمام تری اور خشکی کی چیزیں، جاندار یا بے جان سب چیزیں اسکے قبضۂ قدرت میں ہیں اور کوئی چیز اسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ تو اس سے یہ بھی معلوم چلا ہے کہ تمام بیماریاں اور انکی دوائیاں بھی آپ کے قبضہ میں ہیں، جسطرح اللہ تعالیٰ حکم کریگا اسطرح بیماری آئے گی اور دوائی بھی فائدہ دے گی جیسے بیماریاں اسکے تابع ہیں دوائیاں بھی اسکے تابع ہیں کسی بیماری اور دوائی کو از خود کچھ اختیار اور طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی علاقہ میں جائے یہ حملہ کر دے۔ اسی طرح دوائی کو بھی یہ قدرت نہیں کہ وہ جسے چاہے صحت دیوے جسے چاہے صحت نہ دیوے بلکہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور ماتحت ہیں۔

تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے اسکے ساری کائنات میں فضیلت دی ہے اور اسکو مسجود ملائکہ بنایا ہے اور آسمانی وحی کی کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کو

سمجھنے کیلئے خاص قسم کی عقل اور فہم دیا ہے، اسکو چاہئے کہ پہلی فرصت میں اس پر یہ عقیدہ رکھے کہ اسکی وحدانیّت ،خالقیت ومالکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کتاب، قرآن وحدیث پر ایمان رکھے اور اس پر عمل کرے،اور اسی کے تحت پوری زندگی گزارے۔

جیسے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان چیزوں پر ایمان لایا اور ان پر عمل کرکے دنیاسے فلاح وکامیابی کے ساتھ گزرگئے اللہ تعالیٰ ان پر راضی تھے وہ سب اللہ تعالیٰ پر راضی اور خوش تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضواعنہ ،جب انسان ان چیزوں پر ایمان لائیگا اور ان پر عمل کریگا انکو کچھ پریشانی نہ ہوگی نہ ''کروناوائرس'' کی بیماری آئے گی نہ دوسرا کوئی عذاب آئیگالہذا سب انسانوں کو اسی چیز کی دعوت دیجاتی ہے اللہ تعالیٰ سبکو اسکی توفیق دیوے۔

اب ''کروناوائرس'' بیماری کے بارے میں کچھ احکام اور دینی ہدایات پڑھئے اور ان پر عمل کیجئے انشاء اللہ پریشانیاں دور ہوجائیں گی،اور اگر ایسانہ کیا گیاتو یہ ''کروناوائرس'' بیماری خود بخود نہیں جائے گی بلکہ سو قسم کے عذاب مسلط کئے جائیں گے اور لگاتار عذاب آتارہے گا،اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی بیماری اور عذاب سے حفاظت فرماوے۔اٰمین یاربّ العالمین۔

تاریخ : ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری استفتاء(۱)

کروناوائرس بیماری اوراس سے متعلقہ ھدایات لاک ڈاؤن کے قوانین

چند سوالات کے شرعی جوابات کیلئے بھیجے جارہے ہیں امید کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرماکر ہمیں ممنون فرمائیں گے تمام مسلمانوں اور عالم اسلام کے مسلمانوں کے مشکلات کو دور فرمائیں گے۔

مستفتیان حضرات چند اہل چاٹگام کے نوجوان طبقہ

موجودہ وقت میں "کروناوائرس" کے جو بیماری چین اور اٹالی سے لیکر بے شمار ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اس سے پورے عالم اسلام بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے ہمارے بنگلہ دیش بھی اس سے متاثر ہورہاہے اس بارے میں آپ سے چند سوالات ہیں:

(۱) سوال: یہ ہے کہ بیماری کیوں اور کہاں سے آتی ہے اور انکا مقابلہ اور مدافعت کیسی کیجاوے اس بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام ہمیں کیا حکم دیتاہے؟

(۲) سوال: کروناوائرس کی بیماری کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ بیماری بڑی مہلک اور جان لیوا ثابت ہوتی ہے چین اور اٹالی وغیرہ ملک میں بے شمار لوگ لقمہ اجل کے شکار ہوگئے ہیں ایسے حالت کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمیں بتایا جائے کہ اسلام میں کیا احکامات دیتے ہیں؟

(۳) سوال : دوسرے ملکوں سے جو احکامات موصول ہوئے کیا ان پر عمل کیا جائے؟ یا اسلام ہمیں اور کچھ احکامات دیتے ہیں جنکے ہم از روئے قرآن اور سنت کے پابند ہیں، اس چیز کو ذرا وضاحت سے لکھیں۔

واضح رہے کہ جو ھدایات دوسرے ملکوں میں بشمول بنگلہ دیش خبروں میں شائع کی جارہی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) خطرات کے پیش نظر لوگوں کے اجتماعات نہ ہوں لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہیں۔

(۲) مساجد اور مدارس میں، اسکولوں اور کالجوں اور بازاروں میں چونکہ اجتماعات کا سما بن جاتا ہے لہذا ان اداروں کو بند رکھا جائے لوگوں کی آمدورفت اِدھر اُدھر آنا جانا نہ رہے۔

(۳) مسلمان لوگ اپنی نمازیں اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں سعودیہ دبئ قطر وغیرہ اسلامی ممالک میں ان ھدایات پر عمل جاری ہوچکا ہے شاید بنگلہ دیش میں بھی اس طرح کے احکامات جاری ہو جائیں۔

(۴) اگر یہاں بیماری آجاوے تو اس کو ہسپتال ہی میں بھیج دیا جاوے وہ علاج کریں عام لوگوں کا آنا جانا وہاں نہ رہے۔ عیادت کرنے والا اور خود تو بیمار ہے، خدمت کون کریگا؟

(۵) آدمی اگر گھر پر بیمار بن جائے اور ان کے متعلقین اسے ہسپتال میں نہ لے جاسکے تو اسکی خدمت کسطرح کریں وہاں پر دوسرے لوگ نہ جائیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

(۶) آدمی اگر مر جاوے تو کافر ملکوں میں سنا ہوں کہ وہاں پر ایسے مردوں کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس بیماری کے اثرات علاقہ میں نہ پھیلے۔

(۷) بنگلہ دیش میں سوال اُٹھا ہے کہ ان کو غسل دیا جاوے، کفن دفن کیا جاوے یا نہیں؟ کیونکہ ہر صورت میں لوگوں کا اختلاط تو اسمیں ہوگا، اس کے بغیر غسل، کفن و دفن نماز جنازہ کی کیا صورت ہوگی۔ اسطرح کا حال اگر لمبی مدت تک رہ جائے تو انسانی زندگی کیسی گزرے گی۔ لوگ دین اور شریعت پر کیسے عمل کریں گے۔ ہم ایمان و عمل سے دنیا سے جاسکیں گے یا نہیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۱) مذکورہ سوالات کے جوابات

(۱) جواب : واضح رہے کہ جیسی صحت اللہ تعالی کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ ایک بہت بڑی نعمت ہے اسی طرح جتنی بیماریاں ہیں اس کو بھی اللہ تعالی نے پیدا کیا اور زمین میں اتاری ہے مشرکین اور کفار کیلئے یہ بیماریاں بوجہ نافرمانی، کفر و شرک، ظلم زیادتی کے بطور عذاب وسزانازل کی جاتی ہیں اور انسانوں کے بدعقیدہ اور بدعملی کی بناءپر نازل کیجاتی ہیں.

پہلی بات کی دلیل یہ ہے : عن النبي صلى الله عليه وسلم ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء (بخاري شريف)

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایاہے کہ اللہ تعالی نے جتنی بیماریاں نازل کی ہیں ان کے لیے اتنی دوائیاں بھی پیدا کی ہیں.

دوسري بات کی دلیل یہ ہے: عن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال ما ظهر الغلول في قوم قط إلا القي في قلوبهم الرعب ولا فشا الزنا في قوم قط إلا كثر فيهم الموت ولا نقص قوم المكيال و الميزان إلا قطع عنهم الرزق ولا حكم قوم بغير الحق إلا فشا فيهم الدم ولا ختر قوم بالعهد إلا سلط الله عليهم العدو الخ (موطامالک۴۷۶)

ترجمہ:حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ جس قوم میں غلول اور خیانت کی کثرت ہوگی اللہ تعالی ان کے دلوں میں دشمن کارعب ڈالے گا اور جس قوم میں زنا عام ہوجاوے ان میں اموات زیادہ ہوں گی اور جس قوم میں ناپ تول میں کم دینے کی عادت

ہو گی اللہ تعالی انکے رزق میں تنگی پیدا کریں گے اور جو قوم اللہ اور رسول کے خلاف ظلم اور ناحق کا فیصلہ کرے گی ان میں قتل عام ہو جائیگا اور جن قوم میں بدعہدی اور وعدہ خلافی کی کثرت ہو گی انمیں اللہ تعالی دشمنوں کو مسلط کر دیں گے الخ (موطا امام مالک)

شرح حدیث کی ضرورت نہیں ہے ترجمہ سے اس کی تشریح واضح ہو جاتی ہے اور اس حدیث کی روشنی میں بہت سارے سوالات کے جوابات سمجھ میں آسکتے ہیں قبل الاسلام جتنی اقوام یہود و نصاری وغیرہ دنیا میں گذری ہیں اللہ تعالی نے انکے کفر و شرک اور دوسری نافرمانیوں اور اپنے زمانے کے نبی کی مخالفت کی بناء پر ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بے شمار عذاب و سزائیں نازل کی ہیں اور ان کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کئے ہیں اور جن کو ہلاک کرنا تھا انکو ہلاک کر دئے ہیں اور جن کو اللہ کیطرف رجوع کرنا تھا انہوں نے توبہ کی اور دین حق کو قبول ہونے کا اقرار کیا اور جنہوں نے اللہ تعالی کے پاس ماضی کے گناہوں سے معافی مانگی ہیں ان کو اللہ تعالی معاف کر دیا اور دین قبول کرنے کی توفیق دی ہے۔

تو انہوں نے دین اور نبی پر ایمان و یقین لا کر اس پر عمل پیرا ہو گئے ہیں اور اللہ تعالی نے ان سے عذاب اور سزا کو روک لیا ہے اور جن پر بیماریاں نازل کی تھیں ان میں بہتوں کو عذاب و سزا اور بیماریوں سے ہلاک کر دیا اور کچھ سے ایمان لانے کی بناء پر بیماری کو روک لیا۔ غرض جیسی صحت اللہ کیطرف سے ہوتی ہے اسطرح بیماری بھی اللہ تعالی کیطرف سے ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالی کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ کے حکم کے تابعدار ہوتی ہیں اور جہاں انہیں ٹھہرنے کیلیئے کہا جاتا ہے وہیں پر ٹھہر جاتی ہے۔

پھر کسی ملک اور قوم میں جب نافرمانیاں شروع ہو جاتی ہیں شرک اور کفر اور ظلم وغیرہ گناہوں کا بازار گرم ہوتا ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے ان پر عذاب اور سزا کیلئے دوبارہ ان پر بیماریاں آجاتی ہیں اور اللہ کے حکم سے آتی ہیں۔

اگر قوم توبہ کرلیتی ہیں ایمان و عمل اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان سے بیماریاں روک لیتا ہے اور اگر وہ کفر اور شرک ظلم و زیادتی اور نافرمانیوں میں آڑے رہتی ہیں تو اللہ تعالی بیماری اور دوسری قسم کے عذاب دیکر ان کو ہلاک کر دیتا ہے۔

قرآن کریم کو پڑھنے والے انبیاء علیہ الصلاۃ و السلام کی قوم کی تاریخ کو مطالعہ کرنے سے یہ سارے چیزیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ طاعون بیماری کے بارے میں آپ نے نبی علیہ الصلاہ و السلام سے کیا سنا ہے ؟ بیان فرمائے حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا : فقال أسامة قال رسول الله ﷺ الطاعون رجس ارسل علي طائفة من بني اسرائيل او علي من كان قبلكم فاذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه واذا وقع بأرض وأنتمفيها فلا تخرجوا فرارا منه قال ابو النضر لا يخرجكم الا فرارامنه(بخاري شریف، حدیث ۳۴۷۳)

حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میں نے نبی علیہ السلام سے طاعون بیماری کے بارے میں جو سنا ہوں وہ یہ ہے : طاعون کی بیماری ایک ناپاک اور خبیث بیماری ہے جس کو اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے کسی قوم کے پاس بھیجی تھی یا تمہارے قبل کسی قوم کے پاس بھیجی تھی

یعنی نافرمان قوم کو عذاب اور سزا دینے کیلئے نازل کی تھی جب تم اس بیماری کے متعلق کچھ سنو کہ کسی زمین میں یہ بیماری آگئی ہے تو اس زمین کی طرف تم لوگ مت جاؤ کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہے اور عذاب والی زمین سے دور رہنا چاھیئے لیکن اگر یہ مہلک بیماری تمہاری زمین اور تمہارے علاقہ میں شروع ہوگئی ہے تو تم لوگ اپنی زمین اور علاقہ سے باھر دوسرے جگہ کیطرف مت جاؤ یعنی اس بیماری سے بھاگتے ہوئے وہاں سے نہ نکلو دوسری دفعہ آپ نے یوں فرمایا کہ تمہارا مقصد خروج کا وہاں سے بھاگنا نہ ہو ہاں اگر کسی ضرورت سے جانا ہو تو دوسری بات ہے وہ جائز ہے (بخاری، حدیث ۳۴۷۳)

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے طاعون اور مہلک بیماری والی جگہ میں جانے سے منع کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی آدمی بیماری کے علاقہ میں جاکر اگر بیمار ہوگیا ہے اور وہاں پر موت واقع ہوگئی ہے تو خود آدمی جو گیا ہے اور دیکھنے والے لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ یہ بندہ بیماری کے علاقہ میں سے آنے کی وجہ سے یہاں کی بیماری اس کو لگ گئ اگر یہاں پر نہ آتا تو وہ بچ جاتا۔

یہ بات کہ بیمار والی جگہ میں جانے سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے یہ اسلام کے خلاف عقیدہ ہے بلکہ ایام جاہلیت کا عقیدہ ہے حالانکہ وہ بندہ جہاں پر ہوتا وہ بیماری اسے لگ جاتی اسکی تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ بندہ وہیں پر آئیگا اور اس کی موت اسی جگہ میں مقرر ہے اللہ تعالی کیطرف سے متعین ہے کیونکہ ہر بندہ کی موت کی جگہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا اور اسی طرح موت کا وقت اسی کو معلوم ہے کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔

اسیطرح جس جگہ میں بندہ رہتا ہے اگر وہاں پر مہلک بیماری شروع ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری والی جگہ سے نکل کر دوسری جگہ پر جانے سے بھی منع فرمایا ہے، اس کی

وجہ یہ ہے کہ اگر یہ شخص دوسری جگہ جائیگا اور وہاں پر اگر پہلے بیماری نہ تھی اور اسکے جانے کے بعد اس دوسری جگہ میں بیماری پھیلنا شروع ہوا، تو لوگ وہاں والے یہ سمجھنے لگیں گے کہ اس بیماری والی جگہ سے آنے والے سے بیماری شروع ہوئی ہے، حالانکہ وہ شخص خود بیمار نہ تھا بعد میں بیمار ہوئے چونکہ اسکے یہاں جانے سے دوسرے لوگوں کا عقیدہ خراب ہو جائیگا کہ بیماری اسی آدمی سے پھیلی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ کی بناء پر آدمی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے منع کیا ہے اور اگر عقیدہ صحیح ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے میں اللہ کے حکم کے بغیر جاتی نہیں، نہ جاسکتی ہے تو آدمی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں کچھ خرابی نہیں ہے۔

اسی وجہ سے عیادت کرنے والے اسیطرح ڈاکٹرز کیلئے اسلام کا حکم ہے کہ وہ مریضوں کی عیادت کریں یہ شرعی اور انسانی حقوق میں سے ایک ضروری حق ہے لوگ اگر عقیدہ صحیحہ کے ساتھ عیادت کریں گے اور لوگوں کے علاج و معالجہ کریں گے تو یہ بھی انسانی خدمات میں سے ایک اہم خدمت ہے مسلمان ہونے کی حیثیت سے دین کی بہت بڑی خدمت ہو گی اور ثواب بھی ملے گا۔

نیز یہ بات بھی ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ موت کا وقت متعین ہے اسمیں آگے پیچھے نہ ہو گا اس واسطے تمام لوگوں کو اس پر یقین ہونا چاہئے کہ بیماری کی جگہ پر جانے سے ہمیشہ بیماری نہیں آتی نہ ہر شخص کو موت آجاتی ہے موت جہاں مقرر ہے اور جسوقت متعین ہے اسوقت آئے گی اور وہاں پر آئے گی جسکے لئے موت ہے اس پر آئے گی، دوسرے کو موت نہ آئے گی۔

بیماری کی جگہ پر جانے سے خوا مخواہ موت آنے کا عقیدہ اسلام کا نہیں بلکہ آیام جاہلیت کا عقیدہ ہے اور مشرکین کا عقیدہ ہے ہمیں اسکو چھوڑنا ہو گا اسلام کے مطابق عقیدہ بنانے پڑے گا، بالفرض اگر کسی جگہ جانے کے بعد یا کسی سے ملنے کے بعد بیماری لاحق ہو گئی ہے تو اپنے عقیدہ کو درست اور اعمال کو شرع کے مطابق رکھنا چاہئے کہ جو کچھ ہوا ہے اللہ کے حکم سے ہوا ہے کسی جگہ جانے اور کسی سے ملنے کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔

لہذا اسمیں خیر ہے موت وقت مقررہ میں آئی ہے اللہ تعالی خیر فرمائیگا اسمیں شہید ہونے کا ثواب ملے گا شہیدوں کا درجہ ملے گا وہ سب انعامات ملیں گے جو اللہ تعالی نے شہیدوں کیلئے رکھا ہے لقوله عليه الصلاة والسلام المطعون شهيد والمبطون شهيد والغريق شهيد والحريق شهيد او كما قال عليه الصلاة والسلام الخ (سنن نسائی، حدیث ۱۸۴۶)

نیز مہلک بیماریاں مشرک اور کفار کیلئے سزا اور عذاب ہوتا ہے جسکے تحت انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے آخرت کا عذاب تو آخرت میں ہو گا کفر اور شرک کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب شدید ہو گا۔

لیکن یہ بیماریاں اگر مسلمانوں میں پھیلی ہیں تو وہ سزا اور تعذیب کیلئے نہیں ہوتیں بلکہ بندہ کو گناہوں اور فسق وفجور سے باز آنے کیلئے اس کے ذریعہ تنبیہ کی جاتی ہے کہ ایماندار اپنے گناہوں کو چھوڑ دیوے اور فسق وفجور سے باز آجاوے اگر بندہ توبہ کر لیتے ہیں گناہوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالی ان کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور ان کے درجات کو بلند فرمادیتے ہیں اور عقیدہ وعمل صحیح کرنے کی بناپر آخرت میں بے شمار ثواب واجر ملے گا۔

مسلمانوں کو تو یہ بیماریاں بظاہر سزا معلوم ہوتی ہیں مگر ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بیماریاں مسلمانوں کے تادیب کیلئے ہوتی ہے تعذیب کیلئے نہیں ہوتی ورنہ آخرات میں ثواب کیوں دیا جائیگا شہیدوں کا درجہ کیوں ملے گا۔

ہاں کفار اور مشرکین میں اگر کچھ تائب ہو جاتے ہیں دین اسلام کو تسلیم کر لیتے ہیں اس پر عمل پیرا ہونے کو قبول کر لیتے ہیں تو اللہ تعالی چاھے گا تو ان کو نجات دیدے گا اور خطرناک بیماری کو بھی اٹھالیگا اگر یہ قوم کفر اور شرک کی حالت میں رہے گی تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اگر تائب ہو جاویں تو نجات ہو جائے گی بیماری بھی ختم ہو جائے گی۔

آپ لوگوں نے کہاہے کہ ایسی بیماریوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

واضح رہے کہ خدا کے عذاب کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جائیگا نہ مقابلہ چل سکتا ہے پہلے زمانہ میں قوم نوح علیہ الصلاۃ والسلام ، قوم موسی علیہ الصلاۃ والسلام ، قوم ہود علیہ الصلاۃ والسلام ، قوم لوط علیہ الصلاۃ والسلام پر جو عذاب آیا تھا اسکا مقابلہ کس نے کیا اور کون کر سکتا ہے کیا ان کی ہلاکت نہیں ہوئی تو اس سے مسلمانوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاھئے کہ اللہ تعالی کے عذاب کے ساتھ کسی طرح مقابلہ ممکن نہیں ہے کفار اور مشرکین کی طاقت و قوتِ مقابلہ تو مسلمانوں کے اعتبار سے بہت زیادہ تھیں مگر وہ مقابلہ نہیں کر سکے بلکہ وہ پوری قوم سب کے سب ہلاک ہو گئیں تو مسلمان لوگ ایسی تادیبی سزا کے مقابلہ کیسے کر سکیں گے تادیب تو نعمت ہے اسکا مقصد اصلاح ہے لہذا مقابلہ اور مدافعت کا تصور بھی ممکن نہیں اس کا خیال و دھیان بھی انتہائی درجہ کی حماقت اور سفاہت ہو گی، مثلاباپ اگر بیٹے کی بری حرکتوں کیوجہ سے اسکو سزا دے تو بیٹا کیوں مقابلہ کریگا، وہ تو اصلاح کیلئے سزا دیتا ہے، اور اگر بیٹا باپ کے

ساتھ مقابلہ کریگاتو اسکی دنیاوآخرت سب برباد ہو جائے گی،اسطرح سمجھ لیجئے مسلمان لوگ اللہ تعالی کی تادیبی کاروائی کا مقابلہ نہیں کر سکتا اگر کچھ کریگا تو دنیا اور آخرت انکی برباد ہو جائے گی۔

ہاں مسلمان لوگ اگر تائب ہو جائیں اللہ تعالی سے رجوع کریں توبہ کے ذریعہ نمازوں کے ذریعہ معافی مانگنے لگے دعا اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ کے گھروں مساجد میں آجاویں گڑگڑاتے رہیں اور گناہوں کو چھوڑنے کا عہد کرے آئندہ نیکی اختیار کرنے لگے اور نیکوں پر عمل کرنے کا وعدہ کریں تو اللہ تعالی چاہے گا توسب کو معاف کر دے گا اور بیماری کو بھی اٹھالیگا۔

(۲) جواب : مسلمانوں میں یا ان کے ملکوں میں ایسی مہلک بیماری اگر آجاویں تو مسلمانوں کو دین وشریعت کی رو سے کیا کرنا چاہیئے ؟

(الف) مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے معبود حقیقی اللہ تعالی سے رجوع کریں اور اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کریں اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل درآمد شروع کر دیں اور آئندہ لوگوں پر ظلم وزیادتی اور سود اور رشوت، قوم کے ساتھ دھوکہ خیانت کرنے کو چھوڑ دیں، بے حیائی و زناکاری اور بے پردگی کی جو کثرت ہو گئی ہیں ان کو ختم کر دیں مستقبل میں ملک کی دولت کی ناجائز اور بے جا خرچ کرنے کی عادت چھوڑ دیں پھر خالص دل سے اللہ تعالی اور اس کے رسول کے احکام کی پابندی کرنے کا وعدہ کریں اسکے بعد تمام آفت و بیماری کو اٹھالینے کی اللہ تعالی سے درخواست کریں۔

اسطرح معافی مانگنے سے اللہ تعالی سب کو معاف کر دیں گے کیونکہ وہ بہت ہی معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ بندوں کو معافی دینے سے وہ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں

پھر وہ کیوں معاف نہیں کریں گے؟ یقیناً معاف کریں گے، معاف کرنے پر کوئی اعتراض بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ عزیز وغالب ہے ساری مخلوق مغلوب اور معذور ہے۔

لیکن یادرہے کہ دل میں اگر توبہ اور گناہوں سے بچنے کا پکا عزم وارادہ نہیں ہے تو ہزار دفعہ توبہ توبہ کہنے اور ان الفاظ کو رٹنے سے توبہ قبول نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالی بندوں کے دلوں کے احوال کو دیکھتے ہیں بلکہ رجوع عن الکفر والمعاصی کے بغیر توبہ توبہ کہنا اور گناہوں کو جاری رکھنا یہ اللہ تعالی کے ساتھ کھلے مذاق کرنا ہوگا اللہ تعالی سے مذاق اور ٹھٹھہ نہیں چلتا کیونکہ وہ قادر مطلق ہے وہ مالک ارض و سماوات ہیں ساری آسمانی اور زمینی فوج اسکے قبضہ میں ہے وہ ایک آن میں سب کچھ کر سکتا ہے ہمکو اسکی طرف رجوع کرنے کے سوا دوسرا کوئی راستہ تلاش نہیں کرنا چاہئے۔

(ب) اسطرح کی بیماریاں دنیا میں پہلے بھی آئی تھیں کفار اور مشرکین کے پاس آئی تھی نبی علیہ السلام نے غزوہ تبوک کے موقع پر بیان فرمایا تھا کہ اس طرح کی بیماریاں اگر مسلمانوں میں پھیل جائیں تو کیا کرنا ہے اور کسطرح زندگی کرنی ہے آپ نے ہدایت دی تھی اور صحابہ کرام کے زمانہ میں یہ طاعون مہلک بیماری ملک شام میں آئی تھیں۔ حضرات صحابہ کرام نے اپنے نبی علیہ السلام کی ہدایات پر عمل کرکے ان بیماریوں پر قابوں پایا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی کفن ودفن میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد ایک لمبا خطبہ دیا تھا جس میں بیان کیا تھا کہ "سب لوگ اللہ تعالی سے توبہ کریں معافی مانگیں اور یہ کہ تمام سرکاری عملہ اپنے گناہوں کو چھوڑ دیں اور اللہ تعالی سے توبہ کرے اور معافی مانگیں۔

اور جو لوگ حکومت کے متعلق نہیں وہ بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، اور اللہ ورسول کے جو حقوق ان پر ہیں انکو ادا کریں اور جو حقوق بندوں کے ہیں انکو کما حقہ ادا کریں کسی پر ظلم وزیادتی نہ کریں کسی کو بلا وجہ تنگ نہ کریں، غرض اللہ تعالی کے تمام فرائض وواجبات کو ادا کریں اور اس میں کوتاہی نہ کریں وغیرہ وغیرہ"۔

پھر وہاں پر مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خطرات کے پیش نظر فرمایا تھا، کہ لوگ بڑی اجتماعات نہ کریں، حتی الامکان جدا جدا رہیں، اس پر دوسرے صحابیٔ رسول شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے ٹوکا اور فرمایا: کہ میں غزوہ تبوک میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ غزوہ میں شریک تھا، وہاں پر آپ نے حدیث بیان فرمائی تھی کہ اگر مسلمانوں میں اس طرح مہلک بیماری پھیل جائے تو ان کو کیا عمل کرنا چاہئے ؟ پہلی ہدایت نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس طرح کے بیماری کفار اور مشرکین میں تو عذاب سزا کیلئے ہوتی ہے۔لہذا وہ اگر شرک وکفر پر رہینگے اور ظلم وزیادتی پر آڑ رہیں گے انہی بیماریوں سے انکی نجات تو نہ ہوگی ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی۔

اور مسلمانوں میں ایسی بیماری اگر پھیل جاوے تو چونکہ یہ مسلمانوں کیلئے تادیب اور تنبیہ کیلئے ہے تو یہ تادیب اور تنبیہ ان کیلئے رحمت اور نعمت ہے اور موجب اجر ثواب ہے، سبب رفع درجات ہے۔

(الف) تو اسوقت مسلمانوں کیلئے پہلا کام یہ ہے: کہ بیماری پر صبر کریں اور اللہ کی طرف سے آنے کا یقین کرے۔

(ب) اور جس علاقہ میں بیماری آئی ہے اس میں دوسرے لوگ نہ جائیں کیونکہ دوسرے لوگ وہاں پر جائیں گے اور وہاں جاکر بیمار ہو گئے ہیں تو وہ یہ سمجھیں گے کہ بیماری کی جگہ میں جانے کی وجہ سے بیمار ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ایک کی بیماری اللہ کے حکم کے بغیر دوسرے میں نہیں جاتی ، دوسرے میں بیماری تب آتی ہے جبکہ اللہ کا حکم ہوتا ہے، اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جہاں جس علاقہ میں بیماری پھیلی ہے وہاں کے لوگ بھی دوسرے علاقوں میں نہ جائیں، اور اپنے علاقہ کو نہ چھوڑیں، کیونکہ بیماری آجانے کے بعد اس جگہ سے منتقل ہو جانا بیماری سے بھاگنا ہوتا ہے، اگر اسکی تقدیر میں وہاں پر مرنا ہے تو دوسری جگہ جانے سے اسکی موت نہ ٹلے گی، دوسری جگہ جاکر موت آجائیگی اور اگر مقدر میں اسکی موت اپنی جگہ میں نہیں ہے تو دوسری جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ خواہ مخواہ دوسرے لوگوں کو پریشان کرنا ہے، لہذا بیماری کی علاقہ میں دوسرے علاقہ کے لوگ بدون ضرورت کے نہ جائیگے اور نہ ہی بیماری والا علاقہ سے لوگ دوسرے علاقہ میں جائینگے۔

(د) تیسرا کام یہ ہے: اللہ تعالی اور رسول کے حکموں پر عمل کرتے رہیں اپنے اندر جو گناہوں کی عادت ہے انکو چھوڑ دے، اور اللہ تعالی سے سچے دل سے توبہ واستغفار کرے۔

(ہ) مساجد اور عبادت خانوں کو آباد کریں، زیادہ سے زیادہ لوگ نماز باجماعت ادا کریں۔

(ز) اپنے عزیزوں اور متعلقین کے حقوق ادا کرے کسی سے تعلقات بند کئے ہیں تو تعلقات کو جوڑے ان کے گھر جائے ملاقات کرے، صلاۃ الحاجۃ کی دوگانہ نماز ادا کرے۔

(ح) پھر بھی بالفرض اگر بیماری آہی گئی اور کسی کا انتقال ہو جاوے تو صبر کرے یقین کرے کہ جو کچھ ہوا ہے اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ علاقہ کے لوگ اپنے میت کو شریعت کے مطابق

غسل دے، کفن دے اور جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے مقبرہ میں سنت کے مطابق دفنادے، یہ بندہ اللہ اور رسول کے نزدیک شہیدوں کے درجہ پائیگا، اور اس کیلئے شہیدوں کی نعمتیں حاصل ہوگی، اور انکا اجر وثواب ملے گا، یہی اللہ کے بڑی رحمت اور نعمت ہے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہے المطعون شهيد و المبطون شهيد الخ

یہ سارے کام اسلئے انجام دیں گے کہ مہلک بیماری میں مرنے والا اللہ تعالی کے اور رسول کے نزدیک شہید ہیں اور وہ قابل تعریف اور قابل اکرام ہے یہ موت اللہ کی طرف سے اس پر رحمت ہے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ **تم لوگ متفرق نہ ہوں بلکہ جمع ہو کر نمازیں پڑھو تلاوت وذکر کرو دعائیں مانگو۔**

في الطحاوي روي عن شرحبيل بن حسنة يحدث عن عمرو بن العاص رضي الله عنه ان الطاعون وقع بالشام فقال عمرو تفرقوا عنه فإنه رجز فبلغ ذالك شرحبيل بن حسنة فقال صحبت رسول الله صلي الله عليه و سلم فسمعته يقول انها رحمة ربكم ودعوة نبيكم وموت الصالحين قبلكم فاجتمعوا اله ولا تتفرقوا عنه فقال عمرو صدق۔ (ج۲ص۳۱۴)

(۳) جواب: مہلک بیماریوں میں مرنے والوں کیلئے کافر اور مشرک لوگوں کے احکامات اور دین اسلام کے احکامات مختلف ہیں دوسرے سوال کے جواب کے آخر میں لکھدیا گیا ہے کہ دین اسلام کی ھدایات کے مطابق مساجد کو نہ بند کیا جاوے نہ دینی اداروں کو معطل رکھا جاوے بلکہ تمام مساجد کو کھلی رکھیں جاویں انمیں زیادہ سے زیادہ لوگ نمازیں ادا کریں گے

ذکر و تلاوت کریں گے توبہ و استغفار کریں گے بعض مسلمانوں کے ملک میں کافروں یہودیوں نصاریٰ کی پیروی میں مساجد اور عبادت گاہوں کو بند کرنے یا کم کردینے کا حکم دیا گیا ہے ایسے فیصلہ ازروئے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے صریح خلاف اور گمراہ کن فیصلے ہیں اللہ تعالی انکو راہ راست کی ھدایت دیوے تاکہ گمراہی سے بچ جاوئے۔

(۱) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «أحب البلاد إلى الله مساجدها، وأبغض البلاد إلى الله أسواقها» (مسلم شریف:۲۶۳، حدیث نمبر: ۶۷۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام شہروں میں بہترین جگہ اسکی مسجدیں ہیں، اور بدترین اور مغبوض ترین جگہ انکے بازار ہیں۔

(۲) عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال علیه الصلاة والسلام شَرُّ بُقاع الارض اسواقها وخَيرُ بقاع الارض مساجدها ۔(رواہ ابن حبان فی صحیحه بحواله مشکوۃ ص:۷۱)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: زمین میں بہترین جگہ اللہ تعالی کی مسجدیں ہیں، اور بدترین جگہ بازار ہیں۔

حدیث رسول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زمینوں میں سے مساجد کو بہترین جگہ قرار دی ہے اور بدترین اور مغبوض جگہ بازار کو قرار دیا ہے۔ شارحین حدیث نے اسکی وجوہ لکھی ہیں:-

(۱) کہ تمام مساجد اللہ تعالی کے گھر ہیں، اللہ تعالی جیسے انکی کوئی نظیر اور مثال مخلوق میں نہیں ہے، تو اللہ تعالی کے گھروں کی طرح کوئی گھر اور بادشاہ کا گھر بھی نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالی کے گھر امن کی جگہ ہے، اللہ تعالی کے گھر میں جانے سے امن وسکون ملتا ہے، مساجد عبادت الہی کی جگہ ہوتی ہے۔ خاص کر ایمان کے بعد ساری عبادتوں سے افضل عبادت نماز (جو معراج المؤمنین کی جگہ) ہے۔

(۳) مسجدیں اللہ تعالی سے ملنے اور مناجات کیلئے بہترین جگہ ہے۔

(۴) اسی میں ہر بندہ اللہ تعالی سے نماز میں اور خارج میں مناجات اور دعائیں کرتے ہیں۔

(۵) مساجد میں اللہ کا ذکر واذکار ہوتے ہیں، جہاں پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں پر رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۶) تلاوت قرآن ہوتی ہے، صحابۂ کرام مساجد میں تلاوت کرتے تھے اور قرآن پڑھ پڑھ کر روتے تھے۔

(۷) اور اس میں تعلیم قرآن اور دینی علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ احکام شرع بیان ہوتے ہیں۔

(۸) اس میں دینی وعظ ونصیحت ہوتی ہے، جہاں وعظ ونصیحت ہوتی ہے اس جگہ کو فرشتے آسمان تک گھیر لیتے ہیں، وہاں رحمت اور سکون نازل ہوتا ہے۔

(۹) اس میں اعتکاف کرنے کا ثواب ہوتا ہے، اور اس میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۰) عام جامع مسجدوں میں ایک رکعت میں پانچ سو رکعتوں کا ثواب ملتا ہے، جو جتنی بڑی مسجد ہوگی بڑا اجتماع ہوگا اسکا ثواب بڑتا جائیگا، اسکے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

(۱۱) بیت اللہ میں نماز ادا کرنے سے ہر عبادت کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہوتے ہیں۔ بیت المقدس میں اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے دیگر مساجد سے ہزاروں درجہ کے زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی طرح دوسری عبادت کا بھی حکم ہے۔

(۱۲) دنیا کی پہلی مسجد بیت اللہ شریف ہے، جس کو اللہ تعالی نے حضرت جبریل امین اور دیگر فرشتوں کے ذریعہ بنی آدم کی نمازوں کیلئے بنایا ہے۔

(۱۳) یہ مرکز تجلی گاہ الٰہی ہے، یہاں سے اللہ تعالی کی تجلیات اور انوارات اور برکات اور رحمتیں وغیرہ دیگر مساجد کے ذریعہ پوری کائنات میں تقسیم ہوتی ہیں۔

(۱۴) اور دنیا کی تمام مسجدیں بیت اللہ سے تعلق رکھتی ہیں اسی وجہ سے جب قیامت کے وقت اللہ تعالی بیت اللہ کو دنیا سے اٹھالیگا تمام مساجد کو بھی بیت اللہ سے جوڑ کر زنجیروں سے باندھکر آسمان پر اٹھالیگا، اور بہشت سے ملحق کر دیگا، تو مساجد بہشت کی جگہ ہے۔ (قبلہ نما، حجۃ الاسلام قاسم نانوتویؒ)

(۱۵) جب تک اللہ تعالی کا فیصلہ قیامت قائم کرنے کا نہ ہو گا، بیت اللہ، مسجد نبوی اور بیت المقدس اور دنیا کی ساری مساجد قائم رہیگی، کوئی مانے یا نہ مانے دنیا کی ساری طاقت چاہے گی کچھ نہ کر سکے گی۔

(۱۶) مساجد میں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے، اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امتوں کی نماز باجماعت کے لئے تاکیدی حکم دیا ہے۔

(۱۷) جماعت، نماز جمعہ، پانچ وقت نماز شعائر اسلام میں سے ہیں، مساجد بھی شعائر اسلام میں سے ہیں۔ ان شعائر کی حفاظت اور آبادکاری امت کیلئے واجب اور لازم ہے۔

(۱۸) جب تک اللہ چاہیگا تو مساجد میں جیسے دوسرے افعال خیر کی انجام دہی ہو گی، اسطرح نمازیں قائم کرنے کا سب کام کا سلسلہ بھی انشاء اللہ باقی رہیگا۔

(۱۹) مسلمان لوگ اپنے اپنے علاقے میں نمازیں قائم کریں گے، اور اسکو جاری رکھیں گے، یہ انکے لئے واجب ہے۔

دشمنان دین اسلام جیسے دین اسلام دوسرے اعمال کو برباد کرنا چاہتے ہیں اسطرح اپنے مکروہ حیلوں سے مساجد سے نماز اور نمازیوں کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اب "کروناوائرس" کی بیماری کے بہانے سے ایام جاہلیت کے غلط عقیدہ کو فروغ دیتے ہوئے مسلمانوں پر یہ بات پھلا دی ہے کہ مساجد میں لوگ نہ آئے، جماعت کے ساتھ نمازیں ادانہ کریں، کیونکہ اس سے انہیں بیماری آجائیگی، اور یہ سب لوگ مر جائینگے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴سو سال قبل ان کے مکروہ حیلوں کے بارے میں امت کو بتلا دیا ہے، تاکہ امت محمدیہ ان کے مکروہ حیلوں میں نہ آئے، دوسرے دینی معاملات میں جیسے انکی باتوں کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اس مکروہ حیلوں کی باتوں کو نہیں مانا جائیگا، کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن حکیم کے ذریعہ آگاہ کر دیا ہے، کہ

(۱) تمام مساجد اللہ تعالی کے گھر ہیں، انکو آباد کرنے اور رکھنے کا حکم قرآن کریم میں ہے۔

(۲) تمام مساجد میں اللہ تعالی کی حکمرانی چلے گی، دوسرے بندوں خاص کر دشمنان اسلام کی نہیں چلے گی۔

(۳) اللہ تعالی کی ذات برکت والا ہے، مساجد میں برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

(۴) اللہ تعالی امن دینے والا ہے، مساجد میں امن وسکون ملتا ہے۔

(۵) اس میں باجماعت نماز ادا کرنے سے پانسو رکعتوں کا ثواب ملتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۶) اور نماز کیلئے انتظار کرنے سے نماز پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(۷) اسی طرح نمازوں کے بعد تسبیح و تہلیل پڑھنے کا حکم ہے، بلکہ یہ حکم عام مساجد کا ہے۔

(۸) بیت اللہ شریف میں طواف اور نمازوں سے ، اور مسجد نبوی میں ایک ہفتہ با جماعت نماز ادا کرنے سے نبی علیہ السلام کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اور بیت المقدس سفر کر کے جانے اور نماز پڑھنے سے زندگی کی سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۹) نماز با جماعت میں اوقات خمسہ میں خاص کر فجر و عصر میں مخصوص فرشتے صبح وشام کے حاضر ہوتے ہیں، اور رب العالمین کے دربار میں ان نمازیوں کیلئے نماز اور عبادت میں مشغول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

(۱۰) اور اس سے اللہ کا قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: کہ جو لوگ اللہ تعالی کی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے اور منع کرتا ہے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہ ہو گا، یہ لوگ اللہ تعالی کے گھر کو اجاڑنا چاہتے ہیں اور ویران کرنا چاہتے ہیں (سورہ بقرہ: ۱۱۴)

حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمہ اللہ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ یہود ونصاری ودیگر مشرک و کفار نے مسلمانوں سے دشمنی رکھنے کی بناپر بیت اللہ شریف اور بیت المقدس وغیرہ مساجد میں نماز پڑھنے سے روکا اور منع کیا ہے، اور اب تک کوشش میں لگے ہوئے ہیں، لیکن اللہ تعالی انکو ایسا کرنے نہیں دیگا، انکو دنیا میں ہی سزا دیگا، اللہ تعالی قیامت کے دن انکو سخت عذاب دیگا۔ (تفسیر موضح القرآن ۲۲)

مسلمانوں کا کام تو یہ ہے کہ مساجد کو تعمیر کرے آباد رکھے ، نمازوں سے عبادات اور ذکر واذکار سے ، اور یہ تعمیری و آباد کاری کا کام تو وہی ایمان دار لوگ انجام دیں گے، جو نمازیں قائم کرتے ہیں، اور اللہ کیلئے فقراء و مساکین کو زکوۃ دیتے رہیں، اور جو اللہ تعالی کے سوا کسی سے ڈرتے نہیں ہیں۔

البتہ مسلمانوں میں جو لوگ معذور ہیں یا مریض ہیں یا بیماری کی وجہ سے خود اپنی تکلیف یا مسلمانوں کی تکلیف کیوجہ سے مساجد میں نہیں آسکتے اور انکے مساجد میں آنے سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ لوگ مساجد میں نہ آئیں بلکہ وہ لوگ اپنے گھروں میں نمازیں ادا کریں، معذوری اور بیماری کیوجہ سے مسجد میں نہ آنے سے انکو گناہ نہ ہو گا، بلکہ مسجد میں آنے کا ثواب ملے گا۔

اور جو لوگ تندرست ہیں وہ اگر بلا عذر مساجد میں آکر نمازیں نہیں پڑھیں گے بلکہ گھروں میں نماز ادا کریں گے وہ سخت گنہگار ہوں گے، ان پر مساجد کو ویران کرنے کا گناہ ہو گا، اور گھروں میں جو نمازیں پڑھیں انکا ثواب تو ملے گا مگر مسجد میں نہ آکر ترک جماعت کا گناہ ضرور ہو گا، حدیث میں اس پر وعید آئی ہے۔

مسلمانوں کیلئے ضروری مشورہ

(الف) ہماری گذارش یہ ہے کہ جو لوگ تندرست ہیں وہ مساجد میں جا کر اذان واقامت اور جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کریں، اور جمعہ کے روز مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کریں، اور سنت کے مطابق نماز ادا کریں کیونکہ اس طرح جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا سنت قدیمہ متوارثہ ہے اور شعائر اسلام میں سے ہیں۔ اسکا خلاف کرنا مسلمانوں کے شان سے بہت دور کی بات ہے۔

(ب) البتہ جو لوگ کسی بیماری میں مبتلا ہونے کیوجہ سے مسجد میں نہ آسکے وہ گناہ گار نہ ہوں گے۔

(ج) جو لوگ "کرونا وائرس" یا دوسرے مہلک بیماری کا شکار ہیں انکے مساجد میں آنے سے دوسروں کو تکلیف ہو سکتی ہے اس وجہ سے وہ مساجد میں نہ آئیں۔

(د) جولوگ مہلک بیماری والے علاقے یااسطرح بیرون ملک سے آئے ہوئے ہیں تندرست بھی ہیں وہ بھی کچھ دن اپنے گھروں میں نماز ادا کریں، جب اطمینان ہو جائے کہ الحمد للہ بیماری کا خطرہ نہیں ہے پھر مسجد میں آوے۔

(ہ) جولوگ عام طور سے کھانسی اور نزلہ یا معمولی بخار میں مبتلا ہیں مسجدوں میں آکر نماز ادا کرسکتے ہیں، انکو بڑی تکلیف نہیں ہے، وہ مسجد میں آسکتے ہیں وہ مسجدوں میں آئیں۔

(و) مساجد والے انکو مساجد میں آنے سے منع نہ کریں۔

(ز) اسیطرح جو لوگ مختلف معمولی امراض میں مبتلا ہیں اور مسجدوں میں آکر نماز ادا کر رہے ہیں وہ حسب دستور مسجدوں میں نمازیں ادا کریں۔

(ح) زیادہ عمر کے لوگ، معذور، عورتیں اور چھوٹے بچے مسجدوں میں نہ آویں۔

(ط) جولوگ "کروناوائرس" میں مبتلا ہیں وہ بھی مسجدوں میں نہ آئیں، اور جو لوگ انکی خدمات میں مصروف ہیں یا ڈاکٹرز انکے علاج میں مصروف ہیں وہ بھی اگر چاہیں مسجد میں نہ آئیں بلکہ مسجدوں میں آنے کے بجائے گھروں میں ڈاکٹر خانوں میں نمازیں ادا کریں۔

(ی) مسجد اور گھر کی جماعت میں ایک ایک گز فاصلہ پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا حدیث میں منع آیا ہے، خلاف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بلکہ سب مل ملکر صف بنائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے۔ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں اسطرح کی مہلک بیماری آئی تھی بے شمار صحابہ کرام اسمیں شہید ہو چکے ہیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گونر شام ثانی نے جماعتوں میں فاصلہ فاصلہ کرکے کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا ہے، اور سنت کے مطابق گردن سے گردن، کندھا

سے کندھا ملا کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا، اسکو باقی رکھا ہے، لہذا کسی وہم اور شک کی بناء پر نبی علیہ السلام کی سنت متوارثہ کی مخالفت کا حکم نہیں دیا جاسکتا، اگر ایسا کیا گیا تو گمراہی ہوگی، گمراہی ہوگی۔ (طحاوی شریف ۳۱۴)

اللہ تعالی تمام اہل اسلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متوارثہ پر عمل کرنے کی توفیق دیوے اور آپکی سنت کی مخالفت کرنے سے بچاوے۔ آمین یا رب العالمین، وصلی اللّٰہ علی النّبی الأمیّ الذی لا نبی بعدہ الی یوم الدین۔

(نوٹ) ملحقہ بجوابات سابقہ

واضح رہے کہ اوپر کے سوالات کے جو جوابات لکھے گئے ہیں وہ ان ممالک کے مسلمانوں کیلئے ہیں جن کے سربراہ مسلمان ہیں یا وہ مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں، اور وہاں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے، اور دین اسلام اور احکام اسلام پر یقین رکھتے ہیں، جیسے بنگلہ دیش، پاکستان، افغانستان، ترکی وغیرہ ممالک ہیں۔ کیونکہ ان ممالک کی اکثریت مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ وہ قرآن وحدیث پر چلنا چاہتے ہیں، ان پر عمل کرنا چاہتے ہیں، تو ان کے قرآن وسنت کے مطابق مذکورہ سوالات کے جواب دے گئے ہیں۔

البتہ جو مسلمانان غیر مسلم حکومتوں میں رہتے ہیں اور ان کے ماتحت رہتے ہیں انکے احکام اس بارے میں مسلمان ملکوں کے مسلمانوں سے کچھ جدا ہوں گے، وہ اپنے اپنے ملک اور علاقے کے مفتیان اور علمائے حقانی وربانی سے احکام پوچھ کر تحریری سوالات کرکے جوابات حاصل کرسکتے ہیں۔

کیونکہ یہ لوگ بھی اپنے مذہبی معاملات میں کافروں کے ملک میں بالکل آزاد نہیں ہیں، ان پر پابندیاہیں، وہ ایک گونہ ضعفاء اور معذورین کے حکم میں ہیں، لہذا انکے احکامات جدا ہوں گے جو وہاں کے اہل علم حضرات حالات کے تحت بیان کریں گے، اور کرسکتے ہیں، لہذا ان سے رجوع کیا جائے۔

بندہ عبدالسلام چاٹگامی

۲۸ مارچ ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء (۲)

پنج وقتہ نمازوں میں لوگوں کو مساجد میں آنے سے منع کرنے اور مصلی کے درمیان ایک ایک گز فاصلہ کر کے کھڑا ہونے کی متعلقہ سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

سوال : (۱) کہ بعض علماء کیطرف سے یہ جو اعلان آیا ہے کہ مساجد میں پانچ وقتہ جماعتوں میں لوگ محدود تعداد میں مساجد میں آسکتے ہیں، یعنی ہر نماز میں تین سے پانچ تک کے افراد مسجد میں جماعت کریں گے باقی لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کریں گے، اسیطرح نماز جمعہ میں دس افراد تک آسکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں بلکہ باقی لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز ظہر ادا کریں گے۔ یہ ازروئے قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کہاں تک ضروری ہے؟ جبکہ آجتک ہم تو سُن رہے ہیں کہ مسجد کے پڑوس والوں کیلئے بغیر عذر گھروں میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر یہ بدون کسی عذر کے گھر میں نماز ادا کریں گے تو انکی نماز نہیں ہوگی انکو ترک جماعت کا گناہ ہوگا۔ اب آپ سے شرعی جواب مطلوب ہے۔

سوال: (۲) اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد میں جو لوگ نماز کیلئے آئیں گے وہ ایک ایک گز فاصلہ کر کے کھڑا ہونا چاہئے تا کہ بیماری کا اثر ایک کا دوسرے میں نہ جاوے۔

آپ ازروئے قرآن وسنت کے بتلائے کہ اسطرح نمازیں ادا کرنے سے شریعت کی روے ہماری نمازیں درست ہوں گی یا نہیں۔ امید کہ قرآن وحدیث کے حوالے سے جواب کی ضرورت ہے۔

چند نمازی مسجد راجہ خالی، چاٹگام، بنگلہ دیش۔

Mohammad Abdussalam Chatgami
Lecturer in Islamic Law & Hadis
Darul Uloom Moinul Islam
Hathazari, Chittagong,
Supervisor & Chief in Islamic Law
Darul Ifta Kahadamul Qoran was sonna
Chittagong, Bangladesh.
Mobile : 01819-640356

استاذ كلية الفقه والحديث
دارالعلوم معين الاسلام هاتهزارى شيتاغونغ
ومشرف دارالافتاء خادم القرآن والسنة
شيتاغونغ، بنغلاديش، الجوال: ٠١٨١٩-٦٤٠٣٥٦

Date: 10/04/2020

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۲) مذکورہ سوالات کے شرعی جوابات

جواب : (ا)صورت مسئلہ میں اللہ تعالی نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا:

(الف) "حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى" (سورة بقرة ۲۳۸)"اے ایمان والو! تم لوگ نمازوں کی حفاظت کرو، اور خاص کر درمیانی نماز کی حفاظت کرنی ہے" اسی کی تشریح کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایاہے "من سمع النداء فلم يجب فلا صلوة له الا من عذر" وفى رواية عن ابى هريرة رضي الله عنه قال قال عليه الصلاة والسلام : لقد هممت ان آمر فتيتى ان يجمعوا حزم الحطب ثم آمر بالصلوة فتقام ثم احرق على اقوام لا يشهدون الصلاة۔ (ترمذی مع عرف الشذی، ج ا، ص ۵۲)

ترجمہ حدیث :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کریں پھر میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور جماعت شروع ہو جائے پھر جو لوگ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز کیلئے حاضر نہ ہوں انکے گھروں کو جلادوں۔

بعینہ یہی حدیث ابن مسعودؓ، ابو الدرداءؓ اور ابن عباسؓ وغیرھم سے بھی روایت ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا بے شمار صحابۂ کرام سے یہ روایت بھی ثابت ہے سب نے یہ فرمایا کہ جو لوگ بلا عذر اذان کے بعد جماعت میں حاضر نہیں ہوتے انکی نمازیں نہ ہوں گی۔

(ب) محدث کبیر و شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں آیت " **وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ.... الخ**" (سورۃ البقرۃ :۱۱۴) اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے، کہ جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکتا ہے کہ انمیں اللہ کا نام لیا جائے خواہ دل سے، خواہ زبان سے، خواہ اعضاء اور جوارح سے اور فقط اس پر کفایت نہ کرے بلکہ کہتے ویران اور برباد کرنے کی کوشش کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کرنا اور انکو منہدم کرنا یہ مساجد کی ظاہری تخریب ہے۔ اور عبادت اور ذکر اللہ اور نمازوں کی بندش کر دینا یہ مساجد کی معنوی اور خفیہ اور باطنی تخریب ہے۔ (معارف القرآن، ج ا، ص ۲۰۳)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں آیت "**وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا.... الخ**" (سورۃ البقرۃ :۱۱۴)

کے تحت لکھتے ہیں تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہے سب حرام ہے۔ اسمیں جسطرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم اور ویران کرنا داخل ہے اسطرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی داخل ہے جن کی وجہ سے مسجد ویران ہو جاوے۔ اور مسجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں نماز کیلئے لوگ نہ آئیں یا کم ہو جائیں۔ کیونکہ مسجد کی تعمیر و آبادی دراصل در و

دیوار یا انکے نقش و نگاہ نہیں ہے، بلکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ذکر و تلاوت اور نماز سے آباد کرنا اور تعمیر کرنا مقصود ہے۔ اسلئے قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے "إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللهَ" (سورہ توبہ ۱۸) یعنی اصل میں مسجد کے آبادی ان لوگوں سے ہے جو اللہ پر ایمان لائیں اور روز قیامت پر اور نماز قائم کریں زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

اسلئے حدیث شریف میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرب قیامت میں مسلمانوں کی مسجدیں بظاہر آباد اور مزیّن ہوں گی، مگر حقیقۃً ویران ہوں گی۔ انمیں حاضرین نماز کی تعداد کم ہوں گی۔ یا اس کے اسباب پیدا کیا جائیں گے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ شرافت انسانی کے چھ کام ہے، انمیں تین چیزیں یہ ہیں وہ یہ کہ (۱) تلاوت قرآن (۲) اور مسجدوں کو آباد کرنا (۳) دوستوں کو جمعیت بنانا، جو اللہ کے دین کے کاموں میں مدد کریں۔ (تفسیر معارف القرآن، ج ۱، ص ۲۷۲)

مذکورہ بالا ہر دو تفاسیر میں جو باتیں بتائی گئیں انکا خلاصہ درج ذیل ہے :

(۱) مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے قلبًا یا لسانًا یا اعضاء و جوارح سے، جیسے نماز و تلاوت۔

(۲) مساجد کی آبادی و تعمیر ایمان اور شرافتِ انسانی کے تقاضے ہیں۔

(۳) مساجد میں زیادہ سے زیادہ نمازیوں کا آنا، اسمیں اللہ کا ذکر کرنا، تلاوت کرنا مسلمان اور ایمانداروں کے اعمال ہیں۔

(۴) اسکے بر خلاف مسجدوں میں لوگوں کو آنے سے روکنا، عبادت اور نمازوں سے روکنا مساجد کی تخریب کاری ہے۔ جسکی مذمّت آیت میں بیان کی گئی ہے۔

(۵) مسجدوں سے لوگوں کو روکنا جیسے علی العموم تخریب کاری ہے، اسطرح بعض افراد یا بعض تعداد کی تخصیص کر دینا یہ بھی تخریب کاری ہے۔ اور یہ سخت ظلم وزیادتی ہے۔

(٦) بعض لوگ مسجدوں میں نہ آنے اور منع کرنے کے جو اسباب بیان کرتے ہیں، شریعت نے ان کو نہ بیان کیا ہے نہ نصوص میں اسکا کچھ اشارہ ملتا ہے۔

(ج) قال تعالی: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (سورۃ البقرۃ :۱۲۵)اور جب ہم نے ٹھرایا یہ گھر بیت اللہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کی اور لوگوں کے پناہ گاہ اور کر رکھو مقام ابراھیم کو نماز کی جگہ۔ اور کہہ دیا ہم نے ابراھیم اور اسماعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے۔ (موضح القرآن، شاہ عبد القادر دھلویؒ، ص ۲۴)

تفسیر عثمانی میں ہے:

اور جب مقرر کیا ہم نے خانۂ کعبہ کہ اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور امن کی جگہ کیونکہ ہر سال لوگ حج و عمرہ کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ وہاں پر طواف کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، وہاں پر لوگوں کا بہت مجمع ہوتا ہے۔ جو لوگ حج و عمرہ ادا کرتے ہیں پھر وہ عذاب سے مامون ہو جاتے ہیں اور لوگوں کی زیادتی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور حج میں اور عمرہ میں

تم لوگ مقام ابراہیم کی جگہ نماز پڑھو۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو کہہ دیا کہ بیت اللہ کو طواف کرنے والوں اور رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والوں کے لئے صاف سُترہ رکھا جائے۔

قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے خانۂ کعبہ اور دنیا کی ساری مساجد اجتماع کی جگہ ہے۔ خانۂ کعبہ میں طواف کرتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں، اللہ کے ذکر کرتے ہیں، دوسری مساجد میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ کا ذکر اور تلاوت کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے جس جگہ کو اجتماع گاہ بنادیا ہے کون ظالم ہے کہ ان اجتماعات کو ختم کریں گے! ان کو بند کردیں گے، طواف اور نمازوں سے روک لیں گے۔ یہ دنیا کے سب سے بڑے ظالم لوگ ہوسکتے ہیں اور سب سے زیادہ مجرم لوگ بھی کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو عقل اور دماغ سے کام لینے کی توفیق دے دیں۔ یہود و نصاری اور تمام غیر اقوام کی باتوں میں آکر مساجد کو عبادتوں سے بند نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ان کو تمام مسلمانوں کیلئے کھول دینا چاہئے۔ البتہ جن سے نقصان پہنچ سکتا ہے انکو روک دیا جائے۔

وعن مجاهد انه قال سئل ابن عباس رضی اللہ عنہ رجل يصوم النهار ويقوم الليل ولا يشهد الجمعة والجماعة فقال وهو فى النار۔ (ترمذی)

وعن مجاهد روى ومعنى الحديث انه من لا يشهد الجماعة والجمعة رغبة عنها۔

ترجمہ: جو لوگ بلا عذر پانچ وقتہ نماز جماعت میں اور جمعہ میں انکو ہلکا سمجھ کر اعراض کرتے ہوئے نہ آویں تو انکی نماز نہ ہوگی۔

وفی روایة عن النبی ﷺ من ترك الجمعة ثلث مرّات تهاوناًطبع اللّٰه فی قلبه۔

ترجمہ: جس نے تین جمعہ تک مسجد میں حاضر نہیں آیا غفلت اور سستی کی بناء پر اللہ تعالی اس کے دل میں مہر لگا دیگا۔

غرض بلا عذر ترک جماعت نماز خمسہ اور ترک جمعہ پر بڑی وعیدیں آئی ہیں۔ البتہ جو لوگ مریض ہیں یا انکو خوف بیماری ہیں وہ اگر بوجہ خوف جماعت میں یا جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے اُن پر کچھ گناہ نہ ہو گا۔ لیکن جن کے پاس کوئی عذر شرعی نہیں ہے صرف بد عقیدہ کی بناء پر پنج وقتہ نماز کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے وہ تو سخت گناہگار ہوں گے۔ (۱) بد عقیدہ کی بناء پر (۲) اور دوسرے ترک جماعت اور ترک جمعہ پر۔

واضح رہے کہ: بد عقیدہ کا معنی یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے، نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے لا عدویٰ ولا صفر ولا هامة ولا طیرة فی الاسلام۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلامی عقیدہ میں بیماریوں کی تعدّی کا عقیدہ نہیں ہے۔ یعنی ایک کی بیماری دوسرے میں منتقل ہونے کا عقیدہ اسلام میں درست نہیں۔ کیونکہ بیماریاں یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور اللہ کے حکموں کے تابع ہیں۔ خواہ یہ انسانوں کی بیماریاں ہوں یا جانورں کی بیماریاں۔ بلکہ اللہ تعالی کا نظام ہے کہ اللہ تعالی کا حکم جہاں اور جس پر بیماری کی جانے کا حکم ہو گا وہیں پر جائیگی، دوسرے پر نہ جائیگی۔ اور یہ بیماریاں اگر آزاد ہیں جہاں چاہیں جائیں تو ہر آدمی کی پاس جاسکتی ہے، مگر ایسا نہیں ہو گا۔

لہذا کروناوائرس جہاں جس علاقہ میں پھیلی ہے اگر سب کی پاس جائے تو سارے لوگ ہلاک ہو جاتے۔ مگر کسی پر اسکا حملہ ہوتا ہے، وہ متأثر ہوتا ہے دوسرا پر نہیں ہوتا۔ تو جب

ایسا نہیں ہے بلکہ بیماریاں اللہ تعالی کے حکموں کے تابع ہوتی ہے ہر کسی کے پاس وہ نہیں جاتی، نہ جاسکتی۔ بلکہ جس پر جانے کا حکم اللہ کی طرف سے ہو گا اُس پر جائیگی۔ تو ایسی بیماری کے خطرہ اور خوف سے بھاگتے ہوئے مسجد میں اور نماز کی جماعت، نماز جمعہ کی جماعت میں نہ حاضر ہونا کوئی عذر نہیں ہے۔ خصوصًا اس وجہ سے کہ دنیا کی ساری مساجد اللہ تعالی کے گھر ہیں، وہ رحمتوں، برکتوں، امن وسکون اور ثواب عظیم کی جگہے ہیں۔ سو وہاں پر نمازیں ادا کرنے سے اللہ راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اور مساجد میں نہ جانے سے اور جماعت ترک کرنے سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالی کے گھر میں اگر بیماری آجائیگی اللہ کے حکم کے تحت آئیگی یا حکم کے بغیر!

تو اللہ تعالی نے بندوں کو نماز با جماعت کیلئے حکم دیکر رحمتوں اور برکتوں اور اجر عظیم کے حصول کیلئے بلایا ہے۔ تو انہیں عذاب کیوں دینگے جبکہ یہ بیماریاں نافرمانوں اور مشرکین کیلئے عذاب بن کر آتی ہیں، ایمانداروں کیلئے آئے گی تو رحمت بن کر آئے گی۔ نیز یہ بیماریاں اگر اپنی اختیار سے جہاں جانا چاہے جاسکتی ہے وہ خدا کے مخلوق نہیں ہے، اسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ دلیل اسکے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی نصوص اس پر دال ہیں کہ تمام بیماریاں اللہ کی مخلوق ہیں اور ان حکموں کے تابع ہیں، کسی کی پاس جائے گی تو اللہ کے حکم سے جائے گی۔ مساجد میں بیماریاں آجانے کوئی دلیل یا نص قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ اگر کسی کو شبہ یا شک ہے تو یقینی حالت کے مقابلہ میں شک اور وھم کا کچھ اعتبار شرع میں نہیں ہے۔ **الیقین لا یزول بالشك**۔ اور اس سلسلہ میں طبّی اور ڈاکٹری تحقیقات کا اعتبار تب ہو گا، جب شرع کے خلاف نہ ہو۔ اگر شرع کے خلاف ہوں گی، تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔

جواب: (۲) کروناوائرس کے خطرہ کی وجہ سے نمازوں کے صفوں کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رکھنا چونکہ شرعی نصوص کے خلاف ہے اسلئے ایسے اصولوں کا شرعًا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ نمازوں کے صفوف کے بارے میں شرعی اصول یہ ہے کہ نمازوں کے صفوف اسطرح بنائی جائے، جسطرح ملائکہ اپنی عبادات میں تسبیحات میں صف بندی کرتے ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اسکی تشریح یوں فرمائی ہے کہ ملائکہ جب اللہ تعالی کی عبادات اور تسبیحات ادا کرتے ہیں تو ملکر صفیں بناتے ہیں اور درمیان میں کچھ خلل نہیں رہتا۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے امت کو تعلیم دی ہے کہ تم بھی جب اللہ کی عبادات نماز ادا کرو تو کندھے کو کندھے سے ملا کر کھڑے ہو جایا کرو۔ اور درمیانِ صف میں ذرا بھی فاصلہ نہ رکھو۔ کیونکہ ایسے موقع پر شیطان بیچ میں آجاتا ہے۔ اور اس خلا کو پُر کرتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالی کو یہ پسند نہیں ہے کہ تمہاری عبادت کے ساتھ شیطان شامل ہو جائے۔ اسکی دلیل یہ ہے:

عن جابر بن سمرۃ بن جندب قال، قال رسول الله ﷺ الا تصفّون کما تصفّ الملٰئکة عند ربهم قلنا کیف تصفّ الملٰئکة عند ربهم قال یتمّون الصّفّ المتقدّمة ثم یصف الثانی و یتراصّون فی الصفّ ای بضمّ بعضهم ما بعض۔

ترجمہ حدیث: سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ عبادت نماز کی صفیں اسطرح بناؤ جسطرح فرشتے اپنے رب کی عبادت کی صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، ملائکہ اپنے رب کی عبادت کے وقت صفیں کسطرح بناتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ اسطرح کھڑے ہوتے کہ پہلی صف کو مکمل کرنے کے بعد دوسری صف بناتے ہیں اور ہر صف کو مکمل اور پوری کرتے ہیں۔ اسکے بیچ میں

کوئی فاصلہ اور خالی جگہ نہیں چھوڑتے۔ پھر دوسری اور تیسری صف کو پوری کرتے ہیں۔ پھر چوتھی صف کو بھی پوری کرتے ہیں۔ کسی جگہ خالی نہیں چھوڑتے۔ لہذا تم بھی اپنے صفوں کو بناؤ اور ہر صف کو مکمل کرو۔ پھر دوسری صف بناؤ، کسی صف کے درمیان بالکل خالی جگہ مت چھوڑو۔ کیونکہ جب خالی چھوڑو گے اسمیں تمہارے ساتھ شیطان گھنس جائے گا۔ اور تمہارے نماز میں وہ خرابی اور نقصان پہنچائے گا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ صفوں کو ملا ملا کر ترتیب دو، درمیان میں فاصلہ نہ چھوڑو۔ کندھا سے کندھا کو ملا کر کھڑے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا، کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم جب صفوں کے درمیان فاصلہ چھوڑتے ہو تو شیطان بیچ میں بکری کے بچہ کی طرح گھنس جاتا ہے۔ (ترمذی شریف مع عرف الشذی، ص٥٧)

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال، قال رسول الله ﷺ رصّوا الصفوف من وصلهٗ وصله الله وقال من قطعه الله ولا تذرفوا فرجات للشيطان۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ نمازوں کے صفوں کو مل مل کر بناؤ، جس نے صف کو ملانے کیلئے فاصلہ کو بند کر دیا، اللہ اسکو اپنے ساتھ ملائے گا۔ اور جس نے صفوف کے درمیان فصل کیا ہے تو اس کو اپنے سے جدا کر دیگا۔ تم لوگ شیطان کے واسطے صفوں میں خالی جگہ مت چھوڑو۔ اس واسطے جن لوگوں نے صفوں کے بیچ میں ایک ایک گز فاصلہ رکھ کر نمازیں ادا کرے انکی نمازیں مکروہ تحریمی ہوں گی، بار بار کرنے کی وجہ سے حرام ہوں گی۔

ہمارے سرکاری لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہاں پر صفوں میں وصل کرنے سے بیماری آئے گی۔ حالانکہ مساجد بیماری کی جگہ نہیں بلکہ اللہ کی رحمتوں برکتوں اور امن و سکون اور بیشمار اجر وثواب کی جگہیں ہیں۔ لہذا ایسے اصولوں پر عمل جائز نہیں، خلاف شرع خلاف سنت ہے۔ اگر طبّی لحاظ سے ڈاکٹروں نے بتلایا ہے اسطرح جمع ہونے سے بیماری آسکتی ہے، تو انکی طبّی اور انسانی تحقیق ہے، قرآن وحدیث کے مقابلہ میں ان طبّی اور انسانی تحقیقات کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ انکی تحقیق عقلِ نارسا کی تحقیق ہے، جو وہم اور شک کے درجہ میں ہے۔ لیکن قرآن وحدیث کی خبریں وحیٔ آسمانی کی بنیاد پر ہیں۔ ان میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔ لہذا کسی وہم اور شک کی بناء پر قرآن وحدیث کی یقینی خبروں کو نہ چھوڑ جائے گا۔ ہمیں دین کو دینی چشمہ سے دیکھنا چاہیئے۔ جانوروں کے سوچ اور سمجھ سے دین کو سمجھنا ممکن نہیں ہو گا۔

بندہ عبدالسلام چاٹگامی
۲۸ مارچ ۲۰۲۰ء

شرعی حدود کو بجا رکھتے ہوئے احتیاطی پہلو اختیار کر سکتے ہیں

الجواب صحیح
محمد ناصر

لقد اجاد المجیب والمحقق فیما اجاب ولله دره
وکتبہ: محمد حنیف عفا اللہ عنہ

محمد حنیف
الرئیس المساعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء (۳)

پنج وقتہ نمازوں اور نماز جمعہ کے جماعتوں میں لوگوں کو محدود کرنے کی متعلقہ سوالات

جناب مفتی صاحب

جامعہ اہلیہ دار العلوم معین الاسلام

ہاٹھہزاری، چاٹگام، بنگلہ دیش۔

بعد سلام مسنون عرض یہ کہ آپ کے دونوں فتوے بابت کرونا وائرس اور مختلف ممالک کے احکامات اور شرعی فیصلہ کے بارے موصول ہوکر خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی آپ کی حیات طیبہ میں برکت عطا فرماوے۔ اب چند فقہی مسائل کے بارے آپ سے رجوع کیا جاتا ہے امید کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انکے جوابات بھی عطا فرمائینگے۔

سوال(۱) :

الف : پابندئ حکومت کے بعد اب پانچ وقتہ نمازوں کی جماعت میں صرف پانچ آدمی جمع ہوسکیں گے، اس سے زائد لوگ جماعتوں میں حاضر نہیں ہونگے۔ اگر دیگر افراد شریک ہونگے اور حکومت کے قانون کے خلاف کرے تو انکے خلاف کاروائی درست ہوگی یا نہیں؟ ایسے وقت میں مسجدوں میں سیکڑوں بلکہ بعد مساجد میں ہزاروں اور بعد مساجد میں اس سے بھی زیادہ افراد نمازی ہوتے ہیں، انکے لئے شرعًا کیا حکم ہے؟

ب : جمعہ کے روز مساجد میں دس افراد شامل ہونے کے لئے کہا گیاہے، اس سے زائد افراد گھروں میں نمازِ ظہر ادا کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، کیا اسی صورت میں انکی نماز جمعہ تو نہ ہوئی، گناہ ہو گا تو کس پر اس میں گناہ ہو گا؟ تو عوام الناس کے نمازیوں پر یا حکومت پر یا انکے کارندے اور حمایتی لوگوں پر؟ نیز مسجد کی جماعت میں شامل نہ ہونے والے کثیر افراد شہروں میں کسی جگہ پنجگانہ میں یا مدرسہ کے میدان وغیرہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ انکی نماز جمعہ ادا ہو گی یا نہیں؟

سوال(۲) :

الف: پانچوں نمازوں میں پانچ افراد کے بعد بقیہ نمازوں کے لئے مسجد کا دروازہ بند کر دینا درست ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں اندر پانچ آدمی کی نماز جائز ہو گی یا نہیں؟

ب: اسی طرح نماز جمعہ میں دس بیس افراد کے بعد بقیہ سیکڑوں اور ہزاروں لوگوں کی نماز میں نہ آنے کے لئے جامع مسجدوں کے دروازے بن کر دینے سے اُن دس بیس افراد کی نمازِ جمعہ ادا ہو گی یا نہیں؟ اور ہر دو صورت میں بقیہ نمازیوں کے لئے کیا حکم ہے؟

قرآن و سنت کتب فقہ کے حوالہ سے جوابات عنایت فرمائیں گے مہربانی ہو گی۔ ہمارا تعلق ہاٹھزاری سے ہیں، آپ لوگوں کو معتقدین و متبعین سمجھ کر جواب جلدی عطا فرماوے۔

چند احباب متعلقین مدرسہ دار العلوم

ہاٹھزاری، چاٹگام۔

۲۰۲۰/۴/۱۰ع

Mohammad Abdussalam Chatgami
Lecturer in Islamic Law & Hadis
Darul Uloom Moinul Islam
Hathazari, Chittagong,
Supervisor & Chief in Islamic Law
Darul Ifta Kahadamul Qoran was sonna
Chittagong, Bangladesh.
Mobile : 01819-640356

محمد عبد السلام چاٹگامی
استاذ کلیة الفقه والحدیث
دار العلوم معین الاسلام هاتهزاری شیتاغونغ
ومشرف دار الافتاء خادم القرآن والسنة
شیتاغونغ، بنغلادیش، الجوال: ٠١٨١٩-٦٤٠٣٥٦

Date: 10/04/2020

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۳) مذکورہ سوالات کے جوابات

جواب (۱) : اس سلسلہ میں میرا پہلا جوابِ استفتاء اور دوسرا جوابِ استفتاء میں تفصیلی بات آچکی ہے۔ مگر آپ نے اس مرتبہ جس طرح پانچ وقتہ نمازوں میں پانچ افراد کی پابندی اور مسجد کے دروازے سے بند کردینے کا متعلق لکھا ہے، اس بارے میں دو شق ہیں۔ (۱) پانچ کی جماعت ہوگی یا نہیں، یعنی نمازیں صحیح ہونگی یا نہیں؟ (۲) باقی لوگ گھروں میں نماز ادا کریں گے۔ انکے نمازوں کا حکم کیا ہوگا؟

شق اول و دوم کے جواب یہ ہے کہ مسجد میں صرف پانچ افراد ہی جماعت کرسکیں گے، اس سے زائد نہیں کرسکیں گے۔ باقی لوگ گھروں میں نماز ادا کریں گے۔ یہ دونوں پابندیاں کروناوآئرس کے خوف اور اندیشہ سے جو کہ بہت گناہِ عظیم وکبیرہ گناہ ہے۔ قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی رو سے ناجائز اور باطل ہیں۔ اس بارے میں نمازیوں کو چاہئے کہ حکومت کے ذمہ دار لوگوں سے گفتگو کرکے مسئلوں کو حل کریں، اگر وہ مسلمان ہیں تو انشاء اللہ ضرور مان لیں گے۔ اور اگر وہ مسلمان نہیں ہیں تو اسکے اُوپر کے مسلمان ذمہ داروں سے فوری رجوع کرکے مسئلہ کا حل تلاش کریں۔ اللہ تعالی سب کو مسئلہ کی نزاکت کو سمجھنے کی توفیق

دیوے۔ ورنہ پانچوں کے جماعت بھی مکروہ تحریمی اور ناجائز ہوگی۔ باقی لوگ بسبب ممانعت کے مسجد میں جماعت نہیں کر سکیں گے وہ میدانوں، مدارس میں، بڑے مکانات میں نماز باجماعت ادا کرسکیں گے۔ اگر چہ جماعت مسجد نہ ہونے سے ثواب کم ملے گا۔ حکومت نمازیوں کے خلاف کاروائی کرنے لگے تو یہ اُنکی طرف سے زیادتی و ظلم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ذمہ دار لوگوں کو حق کہنے اور حق کرنے کی توفیق دیوے۔ کیونکہ یہ سارے امور شرع سے متعلق ہیں۔ سب کے سب شعائر اسلام میں سے ہیں۔

جواب(۲):

الف: یہ کہ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ تمام مسلمانوں کے لئے جو معذور نہیں، بیمار نہیں، عورت نہیں، بچے نہیں، اُن پر فرض عین ہے۔ نماز جمعہ کا چھوڑنا ناجائز و حرام ہے۔ کبیرہ گناہ ہے۔ حکومت کی پابندی، محض کروناوائرس، کے خطرات کے پیش نظر ناجائز و غلط ہے۔ جس کی دلیل سابقہ فتووں میں موجود ہیں۔ کیونکہ بیماریوں کا مسجدوں میں آنا وہم اور شک کی درجہ میں ہے۔ اس کے لئے قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ جو قطعی اور یقینی ہیں انمیں تو مساجد کو رحمت اور برکت اور امن اور ثواب کمانے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے جو کہ سب کے سب قطعی و یقینی ہیں۔ ایسی یقینی امور کو وہم اور شک والی چیز کی بناء پر کسطرح چھوڑ جاوے؟

ب: اور چند جو لوگ مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کریں گے اور مسجد کے دروازے بند کر دیں گے تو انکی نماز جمعہ بھی تو نہ ہوگی۔ **كما يأتي من كتب الفقه**۔ البتہ جو لوگ جن کی تعداد سیکڑوں بلکہ ہزاروں ہیں وہ کسی دوسری جگہ پنج گانہ میں، مدرسہ کے میدان، عمارت میں، جہاں ممکن ہو نماز جمعہ پڑھ سکیں گے۔ بوجہ شہر ہونے اور اذنِ عام ہونے کے انکی نمازِ جمعہ ہو جائے گی۔

دلائل درج ذیل میں ملاحظہ فرمائیں :

لما فی الشامیة: ما لو منع السلطان أهل مصر أن يجمعوا إضرارًا و تعنّتًا فلهم أن يجمعوا علىٰ رجل يصلّي بهم الجمعة۔ (ج۲، ص ۱۴۳، ایچ ایم سعید کراچی، پاکستان)

وفی الشامیة: والإذن العام وهوأن تفتح أبواب الجامع ويؤذن للناس حتّٰى لو جمعت جماعة فى الجامع **وأغلقوا الأبواب** وجمعوا لم يجز، وكذا السلطان إذا أراد أن يصلى بحشمه فى داره فإن فتح الباب وأذن للناس إذنًا عامًّا جازت صلاته شهدتها العآمة أولا، وإن لم يفتح أبواب الدار وأغلق الأبواب وأجلس البوابين ليمنعوا عن الدخول لم تجز، لأن إشتراط السلطان للتحرز عن تفويتها على الناس وذا لا يحصل إلا بالإذن العام۔ (ج۲،ص ۱۵۲، ایچ ایم سعید کراچی، پاکستان)

وفی الدر: إن أغلق الباب لم تنعقد ولو فتحه وأذن للناس بالدخول جاز وكره۔ (ج۲، ص ۱۵۲، ایچ ایم سعید کراچی، پاکستان) (کذا فی لبدائع الصنائع ۲۱۳/ ۲)

وفی الهندية: والإذن العام هو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافّة حتى أن جماعة لو إجتمعوا فى الجامع وأغلقوا أبواب المسجد على أنفسهم وجمعوا لم يجز، وكذا السلطان إذا أراد أن يجمع بحشمه فى داره فإن فتح باب الدار وأذن **"إذنا عامّا"** جازت صلاته شهدها العامة أو لم يشهدوها كذا فى المحيط۔ (ج۱، ص۱۴۸، رشیدیہ)

وفي البحر:إن فتح باب قصره وأذن للناس بالدخول جاز و يكره لأنه لم يقض حق المسجد الجامع. وعللوا الأول بأنها من شعائر الإسلام وخصائص الدين۔ (ج۲،ص۲٦۴،زکریابک ڈپو،دیوبند)

الف: فتاوی شامی وعالمگیری وبحر الرائق کی عبارات سے معلوم ہوا ہے کہ اگر جامع مسجد میں محدود افراد جمعہ کیلئے جمع ہو جائے اور دروازہ کو بند کر دیوے تا کہ دوسرے لوگ نہ آسکے انکے نماز جمعہ بھی جائز نہ ہو گی۔لہذا اسطرح محدود افراد کو لیکر جو جماعت کئی گئی ہے انکی نمازیں نہیں ہوئی جبکہ دروازہ بند کیا گیا ہو۔

ب: اور اگر مسجد میں "اذن عام" رہے کہ سب نمازی حضرات جو آنا چاہیں آسکتے ہیں۔کوئی پابندی نہ ہو اور دروازہ بند نہ کرے تو قلیل لوگوں کی جماعت تو جائز اور منعقد ہو جائے گی، لیکن تقلیلِ جماعت کی وجہ سے انکی نماز بھی مکروہ ہو گی۔

نیز کثیرِ جماعت کے جو لوگ نماز میں شرکت نہ ہو سکے انکی سارے گناہوں کا بوجھ ذمہ داروں پر ہو گا۔وہی لوگ نمازوں کے لئے مانع بنے ہیں، ایسے گناہ کی ذمہ داری نمازیوں پر نہیں ہو گی۔ اللہ تعالی ہم کو اور سب مسلمانوں کو اپنے گناہوں اور دوسرے کے گناہوں کے بوجھ اٹھانے سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ قیامت کے روز بے شمار لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کے گناہوں کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔جو کہ گناہوں کے سبب بنتے ہیں۔واللہ اعلم

بندہ عبدالسلام چاٹگامی

۲۸ مارچ ۲۰۲۰ ع

الجواب صحیح

محمد حمید

الرئيس المساعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء (۴)

اسلام میں توہّم پرستی اور مرض متعدی (چھوت چھات) کا نظریہ ہے یا نہیں؟

آج کل مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی کمی وجہ سے توہم پرستی بہت زیادہ ذہنوں میں راسخ ہوچکی ہیں۔ قبل از اسلام اہل عرب صفر کے مہینہ میں کاروبار نہیں کرتے تھے۔ کہ اسے خسارہ سمجھتے تھے، اس میں کاروبار نفع بخش نہ ہوگا، بلکہ اسمیں کاروبار کو موجب خطرہ گمان کرتے تھے۔ اس طرح شوال کے مہینہ میں شادی کرنے کو اچھے نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح شوال کے مہینہ میں ہوا تھا، اہل عرب میں اسکے علاوہ اور بھی بہت سی توہمات عام تھے۔ جنکو حدیث "لاعدوی" الخ کے ذریعہ رد کیا گیا ہے کہ اسلام میں یہ چیزیں ایام جاہلیت سے آئی ہیں ان پر عمل نہ کیا جاوے۔

ہمارے معاشرے میں بھی بہت سے امور میں توہمات عام ہے۔ فلاں پرندہ آواز کرے تو مہمان آجاتا ہے۔ چھوٹے بچے اگر گھر جھاڑو دیں تو مہمان آجاتا ہے۔ ہتھلی میں کھجلی ہو تو دولت آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی بہت سی توہمات ہمارے معاشرے میں چل رہے ہیں۔ انہیں توہمات کے ضمن میں ایک وہم چھوت چھات کا نظریہ بھی ہے۔ عربی میں اسکو "عدوی" کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑے واضح انداز میں توہم پرستی اور مرض متعدی (ایک دوسرے سے بیماری لگنا) کی نفی فرمائی ہے۔ لقوله عليه السلام لا عدوى ولا طيرة ولا هامة في الاسلام۔

وعن ابی هریرة رضی اللہ عنہ لا یعدی شیئٌ شیئاً فمن اجرب الاول لا عدوی ولا صفر خلق الله کل نفس فکتب حیاتها ورزقها ومصابها۔ (رواہ احمد فی مسندہ والترمذی، بحوالہ ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلویؒ)

عن بن مسعود رضی اللہ عنہ لا عدوی ولا طیرة ولا هامة۔ (رواہ احمد والبیھقی وابوداؤد، بحوالہ ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلویؒ)

عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ لا صفر ولا هامة ولا یعدی سقیم صحیحًا۔ (رواہ احمد ومسلم بحوالہ ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلویؒ)

وعن ابی هریرة رضی اللہ عنہ لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر فمن اعدی الاول۔ (رواہ احمد وابن ماجہ، بحوالہ ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلویؒ)

ان ارشاد نبوی سے معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں ایک دوسرے سے بیماری لگنی کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ خالص توہّم پرستی ہے۔

لیکن بعض دوسری چند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری متعدی ہوتی ہے۔ مثلاً بخاری کی روایت حضرت ابوھریرہؓ سے فر من المجذوم کما تفر من الاسد یعنی جذامی شخص سے ایسے بھاگو جسطرح شیر سے بھاگتے ہو، اسیطرح لا یوردن الممرض علی المصح یعنی بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ اُتارا جاوے۔ اسیطرح مسلم کی روایت ایک جذامی شخص کو ایک قاصد کے ذریعہ بیعت کا خبر دیا۔ لقوله علیه السلام انا قد بایعناك فارجع۔

اب حدیث لا عدوی اور احادیث مذکورہ کے درمیان بظاہر تعارض معلوم ہورہا ہے امید کہ اس اعتراض کا جواب دیں گے۔ فقط

چند نمازی مسجد راجہ خالی، چاٹگام، بنگلہ دیش۔

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۴) اسلام میں توہّم پرستی کی کوئی گنجائش نہیں

شارحین حدیث ان حدیثوں کے مختلف انداز سے جواب دئے ہیں:

(۱) شارح بخاری علامہ کرمانیؒ لاعدوی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ بلحاظ اپنی طبیعت و خلقت کے کوئی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ دراصل اللہ کے حکم و منشاء ہوتا ہے۔ اور اسی لئے رسالت مآب ﷺ نے بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس لے جانے کی ممانعت فرمائی اور نیز ارشاد فرمایا: جذامی سے دور بھاگو۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حکم سے دوسرے کو بیماری لگ جاوے اور تم لوگ سمجھو کہ فلاں بیمار سے بیماری آئی ہے۔

قال الکرمانی فی شرح صحیح البخاری فی شرح قولہ لا عدوی ای لا عدوی لطبعہ ولکن بقضاء اللہ تعالی واجراء العادۃ فلھذا نھی ای عن ایراد الممرض علی المصح وقال فرّ من المجذوم۔

وقال التوربشتی قولہ لا عدوی فمنھم من یقول ان المراد منہ نفی ذلک وابطالہ علی ما یدل علیہ ظاھر الحدیث والقرائن المنسوقۃ علی العدوی وھم الأکثرون۔

(ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ للشیخ عبد الحق محدث دھلویؒ، الباب الثانی فی العدوی)

یعنی لوگوں کی اکثریت جو بیماری کو متعدی ہونے کے قائل ہیں، حدیث میں اسکی تردید کی گئی ہے۔ بلکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، خود بخود بیمار سے بیماری منتقل نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ کے حکم سے منتقل ہوتی ہے۔

(۲) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں ان دونوں احادیث کی اولی تطبیق یوں ہے کہ رسول اکرم ﷺ مرض متعدی (چھوت چھات) کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ اپنی جگہ عمومی حیثیت سے بر قرار ہے، یعنی ایک دوسرے سے بیماری لگنے کی حقیقت کو نفی کی گئی ہے۔ بذات خود مرض سرایت نہیں کرتی۔ جو کہ ایام جاہلیت کا عقیدہ تھا۔ اس کو باطل کرنا مراد ہے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ "کوئی بیماری تجاوز کر کے دوسرے کو نہیں لگتی"۔ یہ اپنی جگہ مسلم اور بالکل درست ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کا یہ حکم کہ "جذامی سے بھاگو" یہ در اصل ان لوگوں کے لئے جو شخص بقضائے الٰہی اتفاقاً کسی جذامی وغیرہ سے اختلاط کے باعث بیمار ہو جائے تو کہیں یہ اعتقاد نہ کرنے لگے کہ چھوت لگ گئی، تو وہ شخص سمجھے گا کہ مجھ سے یہ بیماری فلاں کی وجہ سے لگ گئی ہے۔ اب اس کو صحت "عدوی" کا اعتقاد کرنے میں حرج ہو گا۔ اس کا اعتقاد خراب نہ ہونے کے لئے فرّ من المجذوم والی احادیث فرمایا ہے۔ ہر مسلمان کو یہ پختہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ صرف اللہ تعالی ہی بیماری ڈالتا ہے اور وہی شفاء دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم قرار دیکر بد اعتقادی کی بیخ کنی فرمائی ہے۔ تاکہ چھوت وغیرہ کو حق ماننے کا بالکل خاتمہ ہو جاوے۔

قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی رحمه الله : ألأولى فی الجمع بينهما ان يقال ان نفيه ﷺ للعدوى باق على عمومه وقد صح قوله ﷺ لا يعدى شيئ شيئا وقوله فمن اعدى الاول يعنى ان الله سبحانه وتعالى ابتدأ ذلك فی الثانی كما ابتدائه فی الاول، واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سدّ الذرائع لئلا يتفق للشخص الذى يخالطه شيئ

من ذلك بتقدير الله تعالى ابتداء، لا بالعدوى المنفية فيظن ان ذلك بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع فى الحرج فامر بنتجنبه حسما للمادة والله تعالى اعلم۔

(۳) امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح اسطرح فرماتے ہیں:

یؤکد علی ان العدوی المنفیة فی عدوی الامراض بطبعها دون سببٍ اٰخر أما انتقال اسباب هذه الأمراض فتمرض بفعل الله لا بطبعها فیؤدی الاعتقاد بالعدوی فیکفر۔

یعنی حدیث لاعدوی میں بیماری کی جو نفی کی گئی ہے یہ بیماری کی اپنی اختیار اور ذاتی قدرت کی نفی ہے۔ اگر بیماری اپنے اختیار سے جہاں جانا چاہتا ہے جاسکے، اللہ کے تابع نہ ہو گی یہ شرک ہے۔ہاں یہ بیماری اگر اللہ کی حکم سے اثر کرے گی تو بیماری اللہ کے حکم کی تابع رہے گی۔ آزاد تو نہ ہو گی، اللہ کے حکم کے تابع ہو گی یہ دوسری چیز ہے۔ پھر "لاعدوی" اپنی عمومیت میں باقی رہے گی۔ یعنی کوئی بیماری اپنے اختیار سے کسی کو متاثر نہیں کرسکتی۔ ہاں اللہ کا حکم سے تاثیر کا ہو تو تاثیر کریگی۔ تو حدیث میں اسکی نفی نہیں کی گئی۔

بعض محدثین نے ان دونوں احادیث متعارضہ کی تطبیق یوں بیان کی ہیں کہ حدیث لاعدوی سے بالذات مرض متعدی ہونے کی نفی کی ہے، جو کہ ایام جاہلیت کا عقیدہ تھا۔ اور دوسری حدیث فرّ من المجذوم سے حکم اس لئے دیا، کہ بعض مرض متعدی ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔یعنی بیمار سے تندرست کے اختلاط کو اللہ تعالی نے ایک سبب بنا دیا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ کے حکم سے کہیں اسکی بیماری تجاوز نہ کر جائے۔ اور یہ بھی کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں

ہے بلکہ بعض اوقات کسی بیماری سے اختلاط کرنے کے باوجود تندرست والا آدمی کو اس کا مرض لاحق نہیں ہوتا۔

فی شرح نخبة الفکر :ووجه الجمع بینهما ان هٰذه الامراض لا تعدی بطبعها لکن اللّٰه تعالی جعل مخالطة المریض بها للصحیح سببا لاعدائه مرضه ثم قد یتخلف ذلك عن سببه، کما فی غیره من الاسباب، کذا جمع بینهما ابن الصلاح تبعا لغیره۔ (شرح نخبة الفکر)

یہاں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اگر بیماری متعدی ہو بھی جائے تو سبب کی وجہ سے نہیں، بلکہ حکم خداوندی میں سے ہے۔ اور اگر اللہ کا حکم سبب کے ساتھ شامل نہ ہو تو سبب سبب کی جگہ رہے گی، اسمیں تاثیر پیدا نہ ہوگی اور بیماری بھی نہ آئے گی۔ جبکہ اسکے ساتھ اللہ کا حکم لاحق نہیں ہوتا لیکن سبب کے ساتھ اللہ کا حکم لاحق ہوتا ہے تو بیماری تعدی کرے گی اور اللہ کے حکم لاحق نہیں ہوگا تو تعدی نہیں کرے گی۔ تو کوئی بندہ اس چیز کو نہیں جانتا کہ کہاں پر سبب کے ساتھ اللہ کا حکم لاحق ہوتا ہے اور کہاں پر لاحق نہیں ہوتا۔ بلا ضرورت بیمار کی ساتھ اختلاط نہ کریگا، ہاں ضرورت کے تحت اختلاط کرے تو جائز ہے، ضرورت کے تحت اختلاط سے حدیث میں منع نہیں فرمایا۔ اور عقیدہ بھی درست ہے کہ بیماری کی تعدی از خود نہیں بلکہ حکم خداوندی سے ہے تو کچھ نقصاندہ نہیں ہے۔ ضرورت کے تحت ڈاکٹر لوگ خبرگیری کرنے والے، رشتہ دار خدمت کے لئے تو جائیں گے، جانے سے ثواب ملے گا۔

بیماری والا علاقہ میں جانے سے کمزور ایمان والوں کا ایمان خراب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مشرکین کا عقیدہ ہے کہ بعض بیماری بنفسہ متعدد ہوتی ہے اور اسلام کا ایسا عقیدہ نہیں ہے۔

بلکہ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام بیماریاں اللہ تعالی کے حکم کے تابع ہیں۔ جہاں حکم ہوتا ہے وہ بیماری وہاں جاتی ہے۔ لہذا کوئی مسلمان اگر یہ سمجھے گا کہ فلاں جگہ جانے سے یا فلاں آدمی سے ملنے کی وجہ سے بیماری آئی ہے تو شرک ہوگا۔ اس شرک سے بچنے کے لئے نبیؐ نے منع کیا ہے کہ بیماری والا علاقہ میں مت جاو، ورنہ تمہارا توکل اللہ تعالی کی ذات پر بھروسہ ختم ہو جائیگا اور تم یہ سمجھنے لگو گے بیماری اللہ کے حکم سے نہیں آئی بلکہ فلاں جگہ جانے سے آئی ہے۔ پھر تم مشرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ

بندہ محمد عبد السلام چاٹگامی

استاذ حدیث وفقہ: دار العلوم معین الاسلام

ہاٹہزاری، چاٹگام، بنگلہ دیش۔

تاریخ: یکم رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء (۵)

عید الفطر و عید الاضحیٰ مسلمانوں کیلئے خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں

واضح رہے کہ مسلمانوں کیلئے یہ اجتماعی تہوار اور جشن کا دن اسوقت شروع ہوتا ہے جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ مکۃ المکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں۔ اس سے قبل مسلمانوں کیلئے تہوار اور جشن منوانے کا دن نہ تھا۔ مدینۃ المنورہ میں تشریف لانے کے بعد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دونوں دن خوشیاں منانے کیلئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں کیلئے مقرر کردئے ہیں۔

دوسرے لوگوں کے یوم جشن میں گانے اور بجانے اور دوسرے قسم کے خرافات ہوتے ہیں۔ اسلام کے تہوار او جشن میں عبادات کی جہت غالب ہیں خوشیاں منانے میں بعض اصول اور ھدایات بھی رکھی گئی ہیں۔

پہلا جشن عید الفطر شوال کی پہلی تاریخ اور دوسرا جشن ذی الحجہ کی دسویں سے بارہ تاریخ تک مقرر کی گئی ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ یہ دونوں عیدوں کا افتتاح فرمایا اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک انکو خود ادا کیا اور صحابۂ کرام کو عید کے ایام منانے کا حکم دیا ہے۔ عید الفطر میں عید گاہ میں جاکر دو رکعت نماز باجماعت دو خطبہ کے ساتھ ادا کرنے کا فرمایا اور آپ نے اپنی مدنی زندگی میں ہر سال ان ملّی و مذہبی تہوار جشن کو صحابۂ کرام کے ساتھ منایا۔ ہر سال ہر دونوں عیدوں میں دو رکعت نمازیں باجماعت اور خطبے کے ساتھ ادا کیں۔ اسلئے از روئے شریعت اسلامیہ یہ دونوں عیدین اور انکی نمازیں آپ کے ہدایات کے مطابق ادا کرنا سنن ھدیٰ شعائرِ اسلام اور واجبات میں سے ہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد خلفائے راشدین نے ان تہواروں میں دو دو رکعت نمازیں دو خطبے کے ساتھ ادا کیں۔ آپ کے اور خلفائے راشدین کے بعد قرن ثانی قرن ثالث غرض خیر القرون میں بھی اور بعد میں ہمارے زمانے تک ان دینی و ملیّ کاموں اور عبادات پر عمل چلا آرہاہے۔ دوسری عبادات میں کمزوری آگئی تھی، مگر اسمیں الحمدللہ پوری ایک جہتی کے ساتھ یہ عبادات جاری ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ قیامت تک انشاءاللہ ان پر عمل جاری رہے گا۔

"کروناوائرس" کے حوالے سے حکومت نے دوسری عبادات میں جسطرح تغیر و تبدیل کی ھدایات دی تھی، سناہوں ان نماز عیدین پر بھی پابندی کیلئے کہاہے۔ اگر انہوں نے کہا ہوا ہے تو یہ غلط فہمی اور دینی معلومات کے نہ ہونے کی بناء پر کہا ہو گا۔ اسواسطے ہمارے احباب نے کہاہے کہ اس سلسلہ میں اگر ایک تحریر آجاوے تو بہتر ہو گا۔ تاکہ اس دینی و ملیّ جشن عید کی حقیقت اور عبادت کی جہت واضح ہو جاوے۔ تو بندہ نے سامنے جو کتابیں تھیں انکے بعض حوالے دیگر یہ تحریر لکھی اور اشاعت کیلئے دیدی تاکہ سب کو نماز عید کی اہمیت اور اسکی دینی حیثیت واضح ہو جاوے۔

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۵) لہذا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو شریعت کے مطابق ادا کرنا چاہئے

نماز عیدین اور اسکے دو خطبے اور تکبیرات زائدہ کے ساتھ احادیث کثیرہ سے ثابت ہیں اس دینی تہوار اور جشن کو دینی اور عبادت کی حیثیت دیکر اپ ﷺ نے جب سے مدینۃ المنورہ میں تشریف لائے ہیں انکا افتتاح فرمایا اور مسلسل دس سال تک ان پر عمل کرتے رہے صحابۂ کرام نے آپ ﷺ کی پیروی اور اتباع میں انکو ادا کیا ہے آپ کے بعد تمام خلفائے راشدین نے اور انکے بعد قرون ثلٰثہ ہیں ان پر عمل ہوتا رہا ہے ہوتے ہوتے ہمارے زمانہ تک بلا تخلف مسلسل اس دینی عمل و عبادت پر امت رہا ہے اسمیں کسی صحابی یا کسی تابعی یا کسی امام کا اختلاف نہیں رہا ہے۔

نماز عیدین شرعی امور اور شعائر اسلام اور واجبات میں سے ہونے کی وجہ سے ان پر عمل کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے انکا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ حکومت منع کرے گی اسپر عمل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ دینی معاملات اور احکام کے خلاف حکومت کی ھدایت نا قابل عمل ہو گی۔

لقوله عليه الصلوة والسلام لا طاعة لمخلوق فی معیشة الخالق۔

حدیث شریف میں ہے:

۱۔ عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ انه كان يصلی فی الاضحیٰ والفطر ثم يخطب بعد الصلوة۔ (رواه البخاری : ج۱، ص۹۲۰)

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نمازیں ادا فرماتے تھے پھر دو خطبے دیا کرتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال شهدت صلوة الفطر مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ فکلهم یصلیها قبل الخطبة ثم یخطب۔ (رواہ البخاری : ج۱، ص۲۸۹)

ترجمہ: ابن عباسؓ کے روایت ہے کہ میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام انکے بعد ابو بکرؓ انکے بعد عمرؓ انکے بعد عثمانؓ و علیؓ کو نماز عیدین پڑھتے دیکھا بعد نماز خطبہ دیا کرتے تھے۔

۳۔ قال الامام النووی رحمه الله فی الحدیث دلیل علی استحباب الخروج الی المصلی العام وأنه أفضل من فعلها فی المسجد وعلی هذا عمل الناس فی معظم الامصار۔ (رواہ البخاری : ج۱، ص۲۹۰)

امام نوویؒ نے بھی فرمایا کہ نماز عیدین جامع مسجد کے مقابلہ میں کسی میدان یا عید گاہ میں ادا کرنا سنت ہے پوری دنیامیں تمام شہروں میں اسکا معمول ہے۔

حدیث اور شرح حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین کی نماز عید نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے لیکر پورے زمانۂ خلفائے راشدین تک اس پر عمل رہاہے اور بعد میں بھی الی یومنا ھذا اسپر عمل کرنا امت کا معمول رہاہے۔ امام شافعی وامام مالک واحمد بن حنبل اسکو سنن ھدیٰ میں قرار دیاہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے اسکو واجب قرار دیاہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: **قال الکرخی علی الوجوب فقال وتجب صلوة العیدین علی اهل الامصار کما تجب الجمعة وهکذا روی الحسن عن ابی حنیفة** رح،

ج۲، ص۲۳٦

وفيه ايضًا : وفی الجامع الصغير انما واجبة بالسنة وقال ابو موسٰی الضرير فی مختصرہٖ وانهما فرض كفاية والصحيح انهما واجبة وهذا قول اصحابنا ،ج٢، ص٢٣٦

وفی رد المحتار شرائط العيدين كشرائط الجمعة لما روی عن علی رضی اللہ عنہ انه قال لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا ضحٰی إلّا فی مصر جامع لما ذكرنا فی الجمعة والجماعة۔ ج٢، ص٢٣٧

وفی فتح القدير قال تجب صلوٰة العيد على كل من تجب عليه الجمعة۔ ج٢، ص٣٩

وفی فتاوی قاضيخان وتجب صلوٰة العيد على الاصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة لِأَنّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظب عليها وما قيل انها سنة لثبوتها بالسنة وهی واجبة۔ ص١٨٢

وكذا فی فتاوی الهندية صلوٰة العيدين واجبة وهو الاصح كذا فی محيط السرخسی۔ ج١، ص١٤٩

مذکورہ بالا حوالے سے واضح ہوا کہ نماز عیدین سنن ھدٰی میں سے ہیں اور شعائر اسلام میں سے ہیں۔ عملًا واجبات میں سے ہیں انکا ترک کرنا ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ موھومہ بیماری کروناوائرس کے خطرہ سے کسی شرعی حکم کا ترک کرنا جو کہ واجبات میں سے ہیں یا سنن ھدٰی میں سے ناجائز اور باطل ہے۔ بلکہ شرعی حکم پر عمل کیا جائے گا۔

نماز عید میں بہت سے امور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سنتیں ہیں

(۱) مثلاً وضو کرنا۔(۲) مسواک کرنا(۳) عید کے لئے غسل کرنا(۴) عمدہ لباس پہننا(۵) خوشبو لگانا(٦) عید گاہ کی طرف جلدی چلنا(۷) نماز عید گاہ یا کسی میدان میں پڑھنا(۸) عید کی نماز کو بھاری جماعت کے ساتھ ادا کرنا(۹) عید گاہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتا ہوا جانا (۱۰) عید الفطر میں تکبیر کو آہستہ سے پڑھنا(۱۱) اور عید الاضحی میں اونچی آواز سے تکبیر پڑھنا(۱۲) عید گاہ میں ایک راستہ سے جانا۔ دوسرے راستہ سے واپس آنا۔(۱۳) عید گاہ میں پیدل جانا، ہاں دور ہو یا عذر ہو تو سواری میں جانا(۱۴) عید الفطر میں کچھ کھجور یا میٹھی چیز کھاتے عید گاہ میں جانا(۱۵) اور عید الاضحی میں کچھ کھائے بغیر جانا اور عید گاہ سے واپسی کے بعد قربانی دیکر اس کا گوشت سے کھانا کھانا(۱٦) عید الفطر میں اگر صدقۃ الفطر رمضان میں ادا کر دیا تو یہ بہتر ہے ثواب زیادہ ہیں (۱۷) صدقۂ فطر اگر ادا نہ کیا تو عید گاہ میں جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دینا(۱۸) عید الفطر کی نماز کو سورج اُنچا ہونے کے بعد ذرا تاخیر سے ادا کرنا (۱۹) اور عید الاضحی کی نماز کو سورج اُنچا ہونے کے بعد ذرا جلدی ادا کرنا(۲۰) دو رکعت نماز امام کی اقتداء میں ادا کرنا(۲۱) اور اس میں تکبیرات زوائد کا ادا کرنا(۲۲) اور اس میں رفع یدین کرنا(۲۳) پہلے رکعت میں تکبیرات زوائد ثناء کے بعد ادا کرنا(۲۴) دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے قبل تکبیرات زوائد کا ادا کرنا(۲۵) بعد سلام امام صاحب خطبہ دینا اور مقتدیوں کا خطبہ سننا(۲٦) خطبہ میں تکبیرات زوائد کو بار بار پڑھنا

(٢٧) خطبۂ اولی میں نو مرتبہ پڑھنا(٢٨) دوسرے خطبہ میں چھ یا سات مرتبہ پڑھنا(٢٩) خطبہ میں اللہ تعالی کے حمد کرنا (٣٠) اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھنا (٣١) مسلمانوں کے لئے دعا کرنا(٣٢) مسلمانوں کے روزے اور نمازوں قبول ہونے کے لئے دعا کرنا اور اس کے بے شمار اجر کے لئے اللہ تعالی سے درخواست کرنا۔

اللہ تعالی ہمارے حکمران طبقہ کو صحیح اور درست باتوں کو سمجھنے کی توفیق دیوے اور اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق دیوے۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ

بندہ محمد عبد السلام چاٹگامی

استاذ حدیث وفقہ: دار العلوم معین الاسلام

ہاٹہزاری، چاٹگام، بنگلہ دیش۔

تاریخ: دس رمضان المبارک ١٤٤١ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء (٦)

بابت اُولی الأمر کون ہے اور اسکے اطاعت کب ضروری ہے؟ ایک اہم سوال کا جواب

ایک اہم سوال بعض کرتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاٹہزاری کے مفتی صاحبان کا فتویٰ اپنی جگہ درست ہے، مگر بعض جِدّت پسند علماء کہتے ہیں کہ شریعت میں ''اُولی الاَمر'' کی اطاعت کا حکم آیاہوا ہے، جیسے قرآن وسنّت کی اطاعت ضروری اور واجب ہے، اسی طرح ''اُولی الاَمر''کی اطاعت بھی لازم اور واجب ہے ،لہذاانکے فتویٰ پر عمل کرنا ،''اُولی الاَمر'' کے ہدایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔''اُولی الاَمر'' کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ اُولی الاَمر کی اطاعت ہوتی رہے خواہ قرآن وسنّت کے احکام کے خلاف کرنا پڑھے۔لہذا ہم لوگ اُولی الاَمر کے اطاعت کے تحت ''کرونا وائراس''کی موجودہ حالت میں بین الاقوامی محکمۂ صحت کی ہدایات پر عمل کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، اوراس پر عمل کریں گے یہ تو جدت پسند علماء کے دعویٰ ہے جبکہ حکومت بنگلادیش کی جانب سے بھی اس پر عمل کرنے کی تاکید کی جارہی ہے، بہت سے اہل مدارس کے ذمہ دار حضرات ''لاک ڈاؤن''کے سب قوانین پر عمل کئے جارہے ہیں، مدارس بند ہیں، دینی وسرکاری تعلیم گاہیں بند ہیں، اساتذہ پڑھائے بغیر مفت تنخواہیں لئے رہے ہیں، اگرچہ طلباء بے کار راستوں میں پھیر رہے ہیں، حکومت کی تعلیمی ادارے بند ہیں تو انکو خاص فکر نہیں ہے، کیونکہ ان اداروں کے اساتذہ کو تنخواہیں حکومت سے ملیں گی، حکومت دے گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کہاسے دے گی اسکا سوال وجواب ہم کو کرنا نہیں مگر ہمیں سوال

اس پر ہے کہ دینی مدارس جو خالص قومی لوگ چلاتے ہیں ،اہل دین اور اہل دل اور اہل ثروت یا متوسط درجہ کے لوگوں کی امداد سے چلتے ہیں یہ مدارس والے اساتذہ کی تنخواہیں کہاں سے دیں گے ؟انکو تحصیل چند کا موقع بھی نہیں ملاہے،اسکے علاوہ دینی مدارس کے طلباء جو اپنی عمر کو ضائع کررہے ہیں اسکاجواب بھی اور ذمہ داری کس پر عائد ہوگی ؟ نیز اس ’’لاک ڈاؤن ‘‘میں جو دینی تعلیم فرض کے درجہ میں ہے یا واجب کے درجہ میں ہے یا سنّت کے درجہ میں ہے،اسو کو بند کرنے اور بند رکھنے کا گناہ کس ہر ہو گا؟ لہذااس تحریر میں لکھی ہوئی باتوں کے تحت چند سوالات اور انکاجواب دلیل کی رو سے چاہئے۔

ثانیاسوال: یہ ہے کہ ’’اُولی الاَمر ‘‘سے مراد کون لوگ ہیں جن کی اطاعت ضروری ہے،

ثالثا: یہ ہے کہ اطاعت شرع کے خلاف کوئی حکم دیوے پھر بھی ضروری ہے یا صرف موافقِ شرع حکم کی اطاعت ضروری ہے۔ خلافِ شرع احکام پر عمل کرنا اُولی الاَمر کے حکم کے تحت انکا حکم ماننا ضروری نہیں بلکہ اسکاماننا ہی جائز نہیں ہے تو جمعہ کا چھوڑنا، پنج وقتہ نمازوں کی جماعت کا چھوڑنا صفوں کے درمیان ایک ایک گز فاصلہ کرکے کھڑے ہونا وغیرہ امور خلاف شرع یا موافقِ شرع ہیں۔

رابعا: ’’کروناوائرس‘‘ کے تحت موجودہ ’’لاک ڈاؤن‘‘ شرع کے موافق ہے یا مخالف ہے؟

خامسا: انکے ہدایات کے تحت پنجوقتہ نمازوں میں جمعیت کی پابندی، نماز جمعہ میں تحدیدِ افراد جائز ہے یا نہیں ؟ امید کہ ان مذکورہ بالا سوالا ت کے جوابات اختصار کے ساتھ قرآن وحدیث کی دلیلوں سے دیا جاوے،تاکہ پوری امت جو اصلاح چاہتے ہیں انکی اصلاح ہو جاوے اور اصلاح تو نہیں چاہتے مگر غلط طریقہ سے حجت بازی کرتے ہیں انکا جواب ہو جاوے۔

سوالات: از جانب چند احباب متعلقین علمائے قومی مدارس چاٹگام

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (٦) اُولی الأمر کا مصداق اور اسکی تفصیلات

(ا) آپ لوگوں کے سوالات سے قبل ڈھاکہ کے بعض علماء کی جانب سے بھی یہ سوال آیا تھا اُولی الاَمر کے تحت ہماری حکومت نے جب ان کو مان لیا ہے لہذا ان کی اطاعت میں اطاعت کرنا ضروری ہے اب ہم لوگ بتانا چاہتے ہیں کہ آیات قرآن میں'' اُولی الاَمر ''سے مراد کون لوگ ہیں ؟ کیا ہماری حکومت کے لوگ اسکے مصداق ہیں یا نہیں۔(آئندہ صفحات میں اسی پر بحث کیجائے گی)

دارالافتاء ہاٹہزاری کی طرف سے ہم نے ''کرونا وائرس'' کے تحت جو ہدایات دی گئی ہیں انکا ذکر فتوے میں موجود ہے اور محکمۂ صحت کی طرف سے جو ہدایات دئی گئی ہیں انکا ذکر بھی استفتاء میں موجود ہے اور ہماری حکومت نے بھی انکو ماننے کی ہدایات جاری کی ہیں، اس سلسلہ میں ہم نے ضروری فتوے دئے ہیں شعبان اور رمضان میں انکو شائع کیا گیا ہے۔اکثر علمائے اہل تحقیق نے اسے منظور کیا ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے مگر بعض علماء نے غلط فہمی میں یا کسی اور مقصد سے یا حکومت کے دباؤ میں اسکو نہیں مانا اور وہ شرعی گمراہی میں مبتلاء ہوگئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی مغفرت فرماوے۔اب آپ نے دوبارہ اُولی الاَمر کے بارے میں سوال کیا ہے کہ اس سے مراد قرآن وحدیث کی رو سے کون سے لوگ ہیں اور انکی اطاعت کب اور کس وقت ضروری ہے اور کب ضروری ہے اسکی وضاحت کی جارہی ہے۔

اُولی الأمر سے مراد کون لوگ ہیں اور انکی اطاعت کب واجب ہے

اس بارے میں چوں کہ ہمارے یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اسلئے ہم نے اس مسئلہ کو چھیڑا نہیں تھا۔ کیونکہ ''اُولی الاَمر'' یہ قرآن کریم کی آیت کا حصّہ ہے ،لوح محفوظ میں مندرج ہے ،پوری آیات کو اور اسکی تفاصیل کی روشنی میں اگر دیکھنا اور سمجھنا چاہئے پھر فیصلہ کرنا چاہئے ،کہ چند مفسّرینِ کرام کے حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔ امید کے انکو غور سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی جاوئے۔

(۱) مفسرین قرآن میں سے حضرت مجاہد بن جبرؒ جو کبار تابعین میں سے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو تین مرتبہ قرآنِ کریم الفاظ اور معنیِ قرآن کے ساتھ سنایا ہے اور تفسیر قرآن بھی آپ ہی سے حاصل کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ ''أولی الأمر منکم'' هم أولی الفقه فی الدین اور أولی العقل والدین ہیں۔(تفسیر مجاہد:۲۸۵/ المکتبہ دارالفقر الاسلامی)

ترجمہ: قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ قول ''أولی الاَمر منکم '' سے مراد ابن عباسؓ نے جو فرمایا تھا وہ یہ ہے کہ جو لوگ مسلمانوں میں صاحبِ فقہ فی الدین اور صاحب عقل ہوں۔

(۲) امام ابو جعفر طبریؒ نے فرماتے ہیں: ''وأولی الامر منکم'' قال نافع عن عبد الله عن النبی ﷺ قال علی المرأ المسلم الطاعة فیما أحب وفیما کره إلّا أن یؤمر بمعصیته ،فمن أمر بمعصیة فلا طاعة،وفی روایة ای ذوی ألامر من الائمة المسلمین دون غیرهم من الناس (تفسیر طبری:۸/۵۰۲)

ترجمہ : امام ابو جعفر طبریؒ فرماتے ہیں، کہ ''اُولیٓ الاَمر'' کی تفسیر میں امام نافعؒ حضرت عبداللہؓ سے وہ رسول ﷺ سے روایت کی ہے آپ ﷺ فرمایا ہے: کہ مسلمان پر امیر المسلمین کی اطاعت ضروری ہے، خواہ وہ امر پسند ہو یا ناپسند ہو مگر یہ کہ امیر المسلمین اگر کسی امر غیر مشوع کا حکم کرے پھر اطاعت ضروری نہیں، اور جو امیر المسلمین کسی امر معصیت کی اگر حکم کرے پھر کسی مسلمان پر اسکی اطاعت ہی نہیں کرنے چاہئے۔ اور دوسری روایت میں ہے، کہ اُولیٓ الاَمر سے مراد مسلّمانوں کے امیر جو مسلمانوں کے منتخب ہو اور امیر بھی مسلّمانوں کے عقیدے پر ہو انکی اطاعت ضروری ہے بشرطیکہ امیر کا حکم خلافِ شرع نہ ہو اور اسمیں قوتِ استنباطِ احکامِ شرع بھی ہو، کیونکہ آیت مذکورہ کے آخر میں انکے استنباط احکام کی لیاقت کو بھی ہونا شرط قرار دیا ہے۔ (کمافی:١٧٩/٥)

(۳) تفسیر ابن المنذر میں ہے قوله تعالیٰ ''أولى الأمر منكم '' اى أولى الأمر من اهل طاعة الله الذين يعلّمون النّاس معانى دينهم ويأمرونهم بالمعروف وينهون عن المنكر ،فأوجب الله عز وجل طاعتهم على العباد۔

(تفسیر ابن المنذر:٧٦٥/ ٢، دارالمآثر المدينة المنورة)

ترجمہ: اُولی الامر سے مراد آیت میں وہ لوگ ہیں جو اہل طاعت اور اہل عبادت ہوں قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے ہوں اور جو لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم دیتے ہوں اور دین کے احکام کے معانی مطلب بیان کرتے ہوں اور لوگوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں۔

(۴) ابن کثیرؒ نے ”اُولی الاَمر منکم“ کی تفسیر میں لکھاہے کہ ابن عباسؓ سے رویت ہے کہ اُولی الاَمر منکم سے مراد اہل الفقہ والدین ہیں امام مجاھد بن جبرؒ نے کہا اور عطاء بن ابی رباح اور حسن بصریؒ، ابوالعالیہ وغیر ھم نے بھی کہا کہ علماء، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمکو علم نہیں ہے تو اہل علم سے معلوم کرلو۔

نیز فرمایا تم لوگ اللہ کی کتاب کے مطابق چلو، اور نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام کی حدیث کے مطابق عمل کرو، اور امیر کی اطاعت تب کرو جب قرآن وحدیث کے مطابق حکم کرے اور اگر کسی امرِ معصیت کا حکم کرے تو انکی اطاعت مت کرو فانہ قال علیہ السّلام لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل: ص/۴۸۰)

(۵) تفسیر مظہری میں علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کے اندر اُمرائے اسلام اور اُمراء حق اُمراء سرایا وغیرہ سب شامل ہیں کیونکہ حضرت علیؓ سے روایت ہے:

حقٌّ علی الامام أن یحکم بماء انزل الله، ویودّی الامانة فاذافعل ذالك فحقٌّ علی الرعیّة أن یسمعوا ویطیعوا......وکذایشمل الفقہاء والعلماء والمشائخ اهل الحقّ بل اولیٰ لانهم ورثة الانبیاء وحازنوا احکام الله ورسوله (تفسیر مظہری: ۲/۳۶۶)

خلاصۂ ترجمہ: اُولی الامر میں اُمراء اسلام، اُمراء حق، فقہاء اور علماء مشائخ اہل حق وغیرہ سب لوگ شامل ہیں بلکہ فقہاء اور علماء وغیرہ زیادہ اُولی الامر کے حق دار ہیں کیونکہ یہ سب لوگ ورثۂ انبیاء ہیں لہذا امام المسلمین کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے احکامات دے جو قرآن وسنّت کے مطابق ہوں، اور لوگوں کی امانات کو اداکریں ملک کی امانات میں خوردوبرد

اور خیانت نہ کرے، اگر امام المسلمین ایسا ہو تو سب رعایا کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے امام المسلمین علی الحق کی اطاعت کرے اور انکی باتوں کو سنیں، اور ان اُولی الاَمر میں فقہاء اور علماءِ حق کا درجہ بڑا ہوا ہے لہذا وہ زیادہ حقدار ہیں۔

(۶) تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی البغدادیؒ اسطرح فرماتے ہیں جیسا کہ علامہ پانی پتیؒ نے فرمایا ہے، نتیجہ کے طور پر آخر میں یہ فرمایا ہے ''أُولی الأمر منکم ''ثم ان وجوب الطاعة لهم ماداموا علی الحق .فلا یجب طاعتهم فیما خالف الشرع لما اخرجه ابن ابی شیبه عن علی کرم الله وجه قال رسول ﷺ لا طاعة لبشرٍ فی معصیة الله تعالیٰ۔ (روح المعانی:۶۳ /۳/ ۶۴ مکتبہ دار لکتب العلمیہ)

آخر میں انہوں نے لکھا ہے، کہ اُولی الاَمر سے مراد علماء اور فقہاء اور امیر المسلمین کوئی بھی ہو انکی اطاعت کا واجب ہونا تب ہے کہ وہ قرآن وسنّت اور حق کے مطابق فیصلہ کرے۔ لیکن وہ اُمراء اگر شریعت کے خلاف کوئی حکم دے تو انکی اطاعت لازم نہیں ہے کیونکہ مصنف ابن شیبہ میں رسول ﷺ کا فرمان آچکا ہے کسی انسان کی اطاعت جبکہ وہ امیر مخالفِ شرع میں ہو جائز نہیں ہے۔

(۷) تفسیر بیضاوی نے بھی تقریباً اسطرح کا مضمون بیان کیا ہے، تفسیر بیضاوی: ۸۰ / ۲)

(۸) تفسیر در منثور نے سب اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا أولی الامر منکم قال هم اهل العلم . الا تریٰ انه یقول ولو ردّوه الی الرّسول وإلیٰ أُولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم الخ: (تفسیر در منثور: ۵۷۳ / ۲)

خلاصۂ تفسیر: کہ اسمیں راجح قول یہی ہے کہ اس سے علمائے اسلام اور علمائے علم دین ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول میں اسکی طرف اشارہ ہے۔ اسلئے کہ انکی طرف رجوع کرنے سے وہ احکامِ اسلام کی روشنی میں متنازع مسائل کو اپنی قوت فہم و علم سے نکال سکتے ہیں۔

(۹) مصنف ابن شیبہ میں ہے: قوله أطيعو االله وأطيعو االرسول وأولى الأمر منكم قال مجاهد يقول اصحاب محمد ﷺ هم العلماء ،وربما قال هم اولو الفقه والعقل والدين۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۶۷/۱۷، مکتبہ دار القبلۃ)

ترجمہ: صاحب ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول اُولی الاَمر منکم کے بارے میں امام التابعین، امام المفسرین نے صحابہ کرام کی طرف سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد علمائے دین و اسلام ہیں اور انمیں جو اہل فقہ اور اہل عقل اور اہل دین ہیں، وہ مراد ہیں۔

(۱۰) سنن دارمی میں امام دارمیؒ فرماتے ہیں:

عن عطاء بن ابی رباح : قوله أطيعوا الله وأطيعو االرسول وأولى الامر منكم قال هم اهل العلم والفقه واهل طاعة الرسول واهل اتباع الكتاب والسنة۔

واسنادہ صحیح: (سنن دارمی:۲۹۷/۱، مکتبہ دا النشر والتوزیع المملکۃ السعودیہ العربیۃ)

ترجمہ: عطاء بن ابی رباحؒ جلیل القدر تابعی ہیں، امام الفقہ والحدیث والتفسیر ہیں وہ اُولی الامر کی تفسیر کے سوال میں فرماتے ہیں یہ اہل فقہ اور اہل دین کے لوگ ہیں جو کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

یہاں پر احقر نے دس بڑی اور قدیم و جدید تفاسیر کے حوالے نقل کئے ہیں اور اگر ضرورت پڑھے گی تو انشاء اللہ مزید کتب تفاسیر کے حوالے پیش کئے جائیں گے۔ اب مذکورہ تفسیر کے خلاصہ نمبر وار لکھ دے تاہوں تاکہ سمجھنے والے آسانی سے سمجھ سکیں۔

(الف) تمام تفاسیر میں قدر مشترک اس بات پر اتفاق معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اول درجہ کے اہل دین اور اہل فقہ والے حضرات ہیں جیسے خلفائے راشدین اور صحابہ میں سے اَربابِ فقہ اور محدثین کرام وغیرھم ہیں۔

(ب) یااس سے مراد ہر زمانہ کے اہل فقہ اور اہل دین والے حضرات ہیں خواہ وہ حکمرانی میں شامل ہوں یا اس سے باہر دین شریعت کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کر رہے ہوں۔

(ج) یااس سے مراد وہ اہل علم اور اہل دین والے ہوں مگر مذکورہ سابقین کے درجہ میں نہ ہو ان سے کم درجہ کے ہوں اور اسلامی حکومت کے انتظامی امور پر مامور ہوں۔

(د) یا اس سے مراد وہ اہل دین اور اہل اسلام ہوں مگر خود اہل علم اور اہل فقہ میں نہ ہوں مگر امور سیاست میں اور معاملات میں ماہر اور قابل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت نے انکو حکمران منتخب کرتے ہوں اور وہ اہل اسلام کے مجلس شوریٰ اور کمیٹی کے مشوری سے حکمرانی کرتے ہوں۔ احکام شرع کے خلاف نہ کرتے ہوں۔

(ہ) یا وہ اہل اسلام اور اہل دین میں تو ہوں مگر خود اسلام کے ماہرین کی اہل فقہ اور اہل علم نہ ہوں۔ اسلامی ائین اور قوانین کے مطابق مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کے اراکین سے مشورہ کر کے حکمرانی کرتے ہوں۔

(و) یا وہ اسلامی حکومت کے اصول، کتاب وسنت کے سامنے رکھ کر اور دنیا کے دوسرے قوانین کو بھی سامنے رکھ کر حکمرانی کرتے ہوں مگر جہاں پر تعارض ہو وہاں پر کتاب وسنت کے قوانین کو اولیت دیتے ہوں۔

(ز) لیکن جو حکمران نام کے مسلمان تو ہیں مگر ملک کے اندر اسلامی قوانین کے مطابق حکمرانی کرنے کے پابند نہ ہوں بلکہ خلافِ اسلام قوانین بناتے ہوں یا اسکے مطابق حکمرانی کرتے ہوں اور کتاب وسنت کے خلاف قانون بھی جاری کرتے ہوں ایسے حکمران کو اُولی الاَمر کہنا درست نہیں ہیں۔ نہ وہ ''اُولی الاَمر'' کی تعریف اور انکے گروہ میں آتے ہیں ایسے حکمران کو غیر اسلامی طرز کی حکومت کے حکمران یا سکولرزم یا شوشلزم یا نشیلزم حکومت کے حکمران کہیں گے ایسے لوگوں کو اُولی الاَمر کا خطاب دینا انکو قرآن وحدیث کی روسے درست نہیں، کیونکہ ''اُولی الاَمر'' کے الفاظ قرآن کا حصّہ ہے، وہ لوح محفوظ میں مندرج ہیں تو اللہ تعالیٰ خلافِ اسلام گروہ کی اطاعت کا حکم کیوں دئیں گے۔

غرض: حکمران دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) اسلامی حکومت کے امراء اور انکے ماتحت حکمران کے لوگ ہیں (۲) غیر اسلامی حکمران کسی اسلامی حکمرانوں کی اطاعت امور شرعیہ میں موافق شرع ہوں تو اس پر عمل کرنا قوم کے لئے ضروری ہے، اسکے خلاف کرنا گناہ ہے اور انکے خلاف کرنا خلافِ شرع اور خلاف قانون ہو گا پھر اس پر تعزیر ہو سکے گی اور اسلامی حکمران کے دنیاوی معاملات میں بھی اطاعت ضروری ہے۔ اگرچہ اطاعت کرنے کی کراہت معلوم ہو، کیونکہ حدیث میں ہے انکی اطاعت **فیما احبّ وفیما آکرہ** ہر حال میں ضروری ہے جبکہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہوں ہاں خلاف شرع قرآن وحدیث اور اجماع امت اور قیاس شرعی پر مبنی احکام خلاف امور میں انکے اطاعت درست نہیں لقولہ علیہ السلام ''**لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق**''

رہاغیر اسلامی حکومت کے حکام کی اطاعت اس وقت تک لازم ہو گی جب تک خلافِ شرع حکم کاامر نہ کرے۔ لیکن خلافِ شرع قرآن وسنّت اجماع قیاس شرعی پر مبنیٰ احکام کے خلاف کرنے کااگر حکم کرے تواس پر عمل کرناضروری نہیں ہے بلکہ جائز نہیں ہے۔

خصوصا اسلامی فرائض مثلاً نمازوں کی ادائے گی، زکوٰۃ،روزہ، حج وغیرہ اور واجبات، سنن ھُدیٰ جیسے نماز عیدین قربانی، وغیرہ کے خلاف اگر حکم کرے اور کوئی شرعی اعذار بھی نہ ہوں تواُن احکام پر عمل کرناضروری نہیں ہے ایسے خلاف شرع احکام کی ادائیگی پر ملک کے اکثریتی طبقہ مسلمانوں کو مجبور نہیں کیا جاسکے گا، ہاں ان غیر اسلامی یا سکولرزم، شوشیلزم، نیشنلیزم وغیرہ کے حکمران کی وہ تمام ہدایات ماننی پڑھے گی جو کہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہوں کیونکہ امور سیاست اور امور معاش اور معاملات میں موافق ملکی قانون پر عمل کرناہر فرد پر واجب ہو گا، ازروئے جہت معاہد کے۔

اس سے سمجھ لیناچاہے کہ جن ممالک میں اسلامی قانون نہیں ہیں نہ انہوں نے اسلامی قانون نافذکرنے یاعمل کرنے کاوعدہ کیاہو،نہ اسکاالتزام کیاہو بلکہ اس ملک میں سکولرزم یاشوشیلزم کانظام ہے ایسی حکومت کے حکمران کی اطاعت کرناجبکہ وہ مخالفِ شرع کسی چیز کاحکم دیوے لوگوں کے لئے قطعاجائز نہیں ہے کہ اس پر عمل کریں۔

یہ مسئلہ اسلامی حکومت کہ حکمرانوں کے لئے بھی ہے کہ خلاف شرع حکم کا اگراسلامی حکمران بھی حکم دیں تو اس پر عمل کرناقوم کیلئے جائز نہیں ہے، تو غیر اسلامی حکومت اگر خلاف اسلام احکام کا حکم دیں تو کسطرح ان پر عمل جائز ہو گا جبکہ اسلامی ملک کے کسی مسلمان باشندہ کیلئے اسکی اطاعت بھی خلاف شرع کام کرنا جائزنہ ہو گا بلکہ سخت گناہ ہو گا

کبیرہ گناہ ہو گا اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کرنہ ضروری ہو گا، جب اسلامی حکومت کے حکمران کی اطاعت خلاف شرع امور میں ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے تو جو حکم غیر اسلامی ملک کے حکمران حکم دیوے اسکی اطاعت کیوکر جائز ہو گی؟ سوچنے کا مقام ہے موجودہ ''کرونا وائرس'' کی بیماری کے اندیشہ پر نماز جمعہ یا پنج وقتہ نمازوں کی جماعت کا چھوڑنا کب اور کس طرح جائز ہو گا، جبکہ یہ احکام خلافِ اسلامی ہیں۔ شرعی نصوص قرآن وسنّت کے خلاف ہیں۔

قرآن کریم اور حدیثوں کی نصوصِ قطعیہ اس پر دال ہیں کہ کسی شرعی عذر کے بغیر نہ جمعہ کی نماز چھوڑنا جائز ہے نہ پنج وقتہ نمازوں کی جماعت چھوڑنا جائز ہے۔ بندہ نے اپنے ضروری فتاویٰ میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے **فمن شاء فلیراجع فیھا**، جبکہ امریکی محکمۂ صحت کے افسران سب کہ سب مشرک اور غیر مسلم ہیں، اور انکی ہدایات اور احکامات بمنزلہ اجتہادی اور اپنی تحقیقی فیصلے پر بھی جو کہ ظنی اور وھمی ہیں ایسے وھمی اور ظنی فیصلے پر شرعی قطعی احکام کو چھوڑنا کیونکر جائز ہو گا اور کس دلیل سے؟ جبکہ اصول فقہ کا قانون ہے، الیقین لایزول بالشک والظن اسوجہ سے اپنے فتاویٰ میں، میں نے سختی سے لکھاہے یہ فیصلے جیسے بھی ہوں مگر نصوصِ قطعیہ کے مقابلہ میں انہیں مردود اور باطل قرار دیا جائیگا۔

کتبہ: بندہ محمد عبد السلام چاٹگامی عفا اللہ عنہ

دار العلوم معین الاسلام ہاٹہزاری چاٹگام

۲۵ شوال ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء (۷)

بابت لاک ڈاؤن کے قانون پر عمل کرنے کی دیوبند کا فتوی اور ہاٹہزاری کے فتوی میں تعارض ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون عرض یہ کہ گزشتہ ماہ رجب کے آخر میں دارالعلوم دیوبند سے حضرت مفتی اعظم دیوبند نے ”کرونا وائرس“ کے تحت ایک مفصل فتویٰ لکھا تھا۔ جس میں ہندستان کے مسلمانوں کے لئے ہدایت کی تھی کہ موجودہ حالات کہ تناظر سے بھی مناسب ہے کہ موجودہ ”لاک ڈاؤن“ کے قوانین پر عمل کیا جائے ورنہ فساد برپا ہوگا، یہاں پر فساد ہوگا تو اس سے مسلمانوں کو بڑا اور بھاری نقصانات ہوگے۔

اب ہمارے بعض مسلمان بھائی اس فتویٰ کے تحت کہتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ سب مسلمانوں کے لئے ہوگا ہمارے بنگلادیش کے مسلمانوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہئے باہمی اختلاف نہ ہو فساد نہ ہو۔

اب آپ سے ہماری درخواست یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ اور آپ کے فتویٰ میں تضاد ہے لہذا برائے مہربانی آپ سے گزارش ہے کہ دونوں فتویٰ میں تطبیق کیسے دیجائے؟ آیا انکے فتویٰ صرف ہندستان کے لئے ہے یا پورے عالم اسلام کے لئے ہے اگر اسکی وضاحت کردی جاوے تو ہمیں بہت بڑی خوشی ہوگی اور ہمارا بڑا اشکال اور الجھن دور ہو جائے گا۔ اور بہت سے اشکالات بھی دور ہو جائیں گے   از بعض احباب چاٹگام

شہر ۸ ماہ شوال ۱۴۴۱ھ

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۷) دونوں فتوے کے درمیان تطبیق

صورۃ مسئولہ میں واضح رہے کہ "دارالعلوم دیوبند" ہندستان میں واقع ہے وہاں کہ دارالافتاء سے جو سوالات کئے گئے ہیں ہندستانی مسلمانوں نے سوال کیاہے اور صرف ہندستان اور اسطرح کفار کے ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے ہیں پورے دنیا کے واسطے اور تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے لئے نہیں ہیں۔

اسکی وضاحت یوں کیجاتی ہے کہ ہندستان قدیم زمانہ سے دارالکفر اور دارالحرب بن چکاہے جب سے کفار کا تسلط ہوا ہے وہ تب سے دارالحرب ہے اور وہاں کہ مسلمان حربی مسلمان ہے "دارالعلوم دیوبند" بھی کفار کے ماتحت ہے اس واسطے جناب مفتی محمد سعید احمد صاحب پالن پوریؒ نے جو فتویٰ دیاہے وہاں کہ مسلمانوں کہ سوالات کے جوابات دئے ہیں۔ انہوں نے اپنے جواب میں ان چیزوں کو مختصر اور اجمالی طورسے ذکر کیاہے (۱) انہوں نے لکھاہے کہ موجودہ "لاک ڈاؤن" کے قوانین پر عمل کرنا یہاں کے مسلمانوں کیلئے نہ صرف مناسب ہے، بلکہ ضروری بھی ہے ورنہ اس ملک میں فساد کا بڑا اندیشہ ہے۔(۲) دوسری بات انہوں نے یہ بھی لکھی ہے کہ موجودہ صورت حال سے پیدا ہونے اور صورت حال کے تناظر میں اہم امور ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کو درجہ ذیل ھدایات دیجاتی ہیں۔

ان دونوں خط کشیدہ عبارت میں جو باتیں انہوں نے بتائی ہیں وہ یہ ہے کہ " لاک ڈاؤن" کی موجودہ صورت حال میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اہم امور ہیں "لاک ڈاؤن" کے قوانین پر عمل کرناچاہیئے ورنہ فساد کا اندیشہ ہے دوسری یہ کہ موجودہ حالات کے تناظر کے تحت یہ ہدایات دیجاتی ہیں اب حضرت مفتی صاحب نے جو کچھ کہاہے صرف

ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے لکھاہے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے نہیں ہیں۔ اسکی دلیل ظاہر ہے کہ سائل ہندوستانی ہی مجیب بھی ہندوستانی ہیں بتصریح لکھاہے کہ یہ ھدایات ہندوستانی مسلمانوں کیلئے ہیں۔

پھر لکھاہے کہ ”لاک ڈاؤن“ کے قوانین پر عمل نہ کرنے سے وہاں فساد ہو سکتاہے کیونکہ یہ ملک ”دارالحرب “ہے دارالحرب میں یہاں پر مسلمانوں کی اقلیّت ہے، یہاں پر ہندو لوگوں اور دیگر مذاہب والوں کی کثرت ہیں اب بھی مسلمان لوگ یہاں پر امن وسکون میں نہیں ہیں۔

مفتی صاحبؒ نے لکھاہے کہ حالات کے تناظر کے تحت یہ ہدایات اور فتویٰ ہے۔

اسکی مزید وضاحت آپ لوگ یوں سمجھ لیجئے کہ موجودہ ہندوستان میں کافروں کی حکمرانی ہے مسلمانوں کی نہ حکمرانی ہے نہ انکے پاس کفار سے مقابلہ کی طاقت ہے اسی وجہ سے ہمارے اکابرین علماءنے ہندوستان کے دارالحرب اور دارالکفر ہونے کا فتویٰ دیاتھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فتاویٰ عزیزی میں او رانکے بعد دوسرے مفتیان کرام نے فتویٰ دیاہے۔ حضرت گنگوہیؒ ونانوتویؒ نے ان سے جہاد فرض ہونے اور جہاد کرنے کا اعلان کیاہے، حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ نے اور مولانا حسین احمد مدنی نےؒ بھی یہی فتویٰ دیاہے۔ نقشِ حیات جلد دوم پڑھ لیجئے مگر اب کے جو حالات ہیں وہ توپہلے زمانہ سے بالکل مختلف ہیں، مسلمان لوگ اَمنِ اول کے ساتھ مامون نہیں ہیں، پورے ہندوستان میں مغرب سے مشرق لاک ڈاؤن کیطرح حالات ہیں پورے ملک میں کفار کو ازادی ہے، لیکن مسلمانوں کواپنے مذہب پر مکمل عمل کرنے کی ازادی نہیں ہے۔

گاندہی جی کے زمانہ میں جو معاہدات اور مشترکہ امن وسکون کیلئے قوانین تیار کئے ہوئے تھے ان پر پوری طرح نہ عمل ہوسکا یہاں تک گاندگی جی مقتول ہوگئے ہیں گاندھی جی کے خاندان کی جو حکومت میں جو کچھ امن تھا اب وہ بھی نہ رہا، اب دوسرے انتہا پسند لوگوں کی حکومت ہے، انکا غلبہ ہیں مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی اکثریتی ریاست تھی اب اسکو اقلیتی ریاست بنانے کی کوشش جاری ہے، مسلمانوں کیلئے مقتل گاہ بنا ہوا ہے مسلمانوں کی مساجد کو مندر بنایا جارہا ہے، اب عام مسلمانوں کے نہ جان محفوظ ہیں، نہ مال محفوظ ہے، نہ عزت وآبرو محفوظ ہیں، ایسے حالات کے تناظر سے جناب مفتی صاحبؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ لاک ڈاؤن کے قوانین پر عمل کرنا مناسب۔ بلکہ ضروری ہے، اگر ایسا نہ کریں گے تو اکثریتی طبقہ فساد کریگا اور اس سے مسلمانوں کے حالات کے تناظر سے لکھا گیا ہے اور انہیں کیواسطے اوران جیسے ممالک کیلئے لکھا ہے، پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے قطعا نہیں لکھا ہے تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے تو فرض ہے کہ وہ امور شرعیہ میں اپنی کتاب وسنّت کے مطابق عمل کریں اور اسی کے مطابق فتویٰ دیں۔

اسیطرح جب کسی ملک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے یا نمیں کچھ اسلامی قوانین نافذ ہیں اور کچھ نافذ کرنے کیلئے کوشش میں ہیں، وہاں کے مسلمان بھی اپنے مذہب کے اور اپنی کتاب اور سنت کے مطابق فتویٰ دیں گے اور اسی پر عمل کریں گے۔

رہا بنگلہ دیش یہ تو وہ ملک ہے جو پاکستان کا حصہ تھا اور وہاں پر اسلامی قوانین نافذ کرنے کے عہد اور قوم کے ساتھ وعدہ کرنے کے باوجود ملک میں اسلامی قانون نافذ نہیں ہوسکا ہے بلکہ سیاست والوں نے اپنی قوم کے ساتھ غدّاری کرنے کی بناءپر ظلم وناانصافی کی بناءپر ملک دو ٹکڑے ہوگیا

ہے، بنگلہ دیش بن جانے کے بعد حکمران لوگوں نے اپنے ملک کے دستور میں تین چیزیں بیان کی ہے (۱) اسلام (۲) شوشلزم (۳) مساوات ان چیزوں کی بنیاد پر ملک کے قوانین ہوں گے انہیں پر ملک چلے گا، میں تفصلات میں نہیں جاتا بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ مذکورہ اصولوں کی بناء پر یہ ملک اسلامی نہیں بن سکتا مگر چوں کہ اسمیں اکثریتی طبقہ مسلمانوں کا ہے انکو اپنے ملک میں اگرچہ اسلامی قوانین نافذ کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی اپنے مذہب اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی اختیار اور حق حاصل ہے، وہ اس ملک میں اپنی مساجد بناسکتے ہیں ،اوراپنی عبادات اور فرائض کو اداکرسکتے ہیں، اپنے دینی تعلیم کے لئے مدارس بناسکتے ہیں، تعلیمات کو جاری رکھ سکتے ہیں، اور قانون کے لحاظ سے کوئی دستوری پابندی ان پر لگی ہوئی نہیں ہیں ایسے حالات میں مسلمانوں کیلئے تو فرض یہ ہے کہ اپنے فرائض کو شریعت کے مطابق ادا کریں اور اپنے واجبات کو ادا کریں اور جتنے اعمال سنن ھدیٰ جو کہ واجبات کے حکم میں ہیں ان پر عمل کریں، یہاں کے لوگ ”ہندوستان جو کہ داالکفر اور دار الحرب“ سے والوں کے فتویٰ پر کیوں عمل کریں گے۔ بنگلادیش مسلمانوں کا ملک ہے انکی اکثریتی طبقہ انکے دین ومذہب پر عمل کریں گے اور عمل کرسکتے ہیں، انکو اسمیں کون سی تکلیف ہے، باقی ”کروناوائرس“ کے تحت امریکی اتحادی پارٹی کی جو ہدایات اور قوانین ہیں وہ انکے انتظامی چیزیں ہیں۔ یہ تو کوئی آسمانی قانون نہیں ہیں، وہ اپنے ملک میں ناںذ کرتے ہیں، اعتراض نہیں ہے۔ لیکن پورے عالم اسلام اور مسلمانوں کی اکثریتی طبقہ کے خلاف کیوں وہ پابندی لگائیں گے، جبکہ یہ قوانین اسلامی قوانین کہ خلاف ہیں جس کو بندہ نے اپنے تینوں فتوے میں تفصیل سے لکھاہے۔ لہذا بنگلہ دیشی مسلمان اپنے کتاب قرآن وسنت جو کہ آسمانی وحی اور آسمانی

ہدایات ہیں ان پر عمل کریں گے، پنج وقتہ نمازیں جماعت کے ساتھ جمعیت کے ساتھ مساجد میں ادا کریں گے، نماز جمعہ جماعت کے ساتھ بدونِ کسی تحدید کے بھاری جمعیت کے ساتھ ادا کریں گے اسی طرح نمازوں کو جمعیت کی جو ترتیب ہے اسکے مطابق ادا کریں گے۔

اگر بنگلہ دیشی لوگ اسکے خلاف کریں گے ہندوستان کے فتویٰ پر عمل کریں گے تو وہ گناہ گار ہوں گے کیوں کہ بنگلہ دیشی مسلمان ہندوستانی مسلمانوں کی طرح مجبور نہیں ہیں، مظلوم نہیں ہیں کفار کے حکمران کے ماتحت نہیں ہے، انکو دینِ اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہے، ''کروناوائرس'' کے تحت امریکہ اور انکے اتحادی ممالک کے محکمۂ صحت اور ڈاکٹروں کی جانب سے جب ہدایات پر پابندی کرنے کے لئے کہا گیاہے وہ انکے عقیدے اور انتظام کے تحت ہیں، اور یہ قوانین انکے اجتہادی اور وھمی اور پنے عقیدے کے مطابق ہیں، یہ قوانین وحیِ آسمانی نہیں ہیں بلکہ دینی احکام اور اسلامی عقیدے کے خلاف اور قرآن وسنّت کے احکام کے مخالف ہیں، لہذا ایسے احکام پر عمل کرنا بنگلہ دیشی مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے، اور تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کا بھی یہی حکم ہے، انکو ہر حالت میں جبکہ اضطراری حالت نہ ہو، تو قرآن وسنت پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔ میں نے فتوے جو ''کروناوائرس'' کے تحت ماہ رجب وشعبان میں لکھدئے ہیں ان پر عمل ضروری ہے خواہ مخواہ شبہات میں پڑھانا غلط ہے اجتناب ضروری ہے نیز میں نے اپنے فتوے میں یہ بھی وضاحت کردی تھی کہ ہمارے فتوے بنگلہ دیش اور دوسری اسلامی ملک کے لئے ہیں ہندوستان وغیرہ کے لئے نہیں ہیں وہ لوگ ہندوستان کے فتوے پر عمل کریں گے۔

غرض: بدون اضطراری حالت کے شرعی احکام کے خلاف عمل کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے اضطراری حالت کب ہے اور کہاں پر ہے اس بارے میں ایسی حالات پیدا ہو جائیں تو پوچھنا چاہئے اس سے پہلے پوچھنا بھی سوال قبل از وقت ہو گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بندہ محمد عبد السلام چاٹگامی عفااللہ عنہ

دارالعلوم معین الاسلام ہاٹہزاری چاٹگام

۲۵ شوال ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء (۸)

بابت کرونا بیماری میں ماسک پہنکر رہنا اور اس سے نمازیں ادا کرنے کی متعلقہ سوال

کروناوائرس کے وقت ماسک لگا کر نماز پڑھنا اور عام حالات میں ماسک پہن کر چلنا پھرنا ظاہراً بُرا لگتا ہے ۔مگر اب تو ''لاک ڈاؤن'' کے اصول کے مطابق ماسک پہن کر چلنا پھرنا اور نمازیں پڑھنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے ،اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے ؟جاننا چاہتے ہیں امید کہ آپ لوگ ہمارے دینی رہنمائی فرمائیں گے ''کروناوائرس'' کے تحت دوسرے فتاوی کیطرح اسکو بھی دلیل سے تحریر فرمائیں گے تو مہربانی ہو گی۔خاص کر نماز کی حالت میں اسکی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟

فقط والسلام: آپ کا ایک تابعدار چاٹگام شہر۔

الجواب باسمہ تعالیٰ وعونہ (۸) ماسک پہنکر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

صورت مسئولہ میں فقہائے کرام نے لکھاہے کہ بلاعذرِ شرعی ماسک پہن کر نمازیں پڑھنا ازروئے شرع مکروہ تحریمی اور ممنوع ہے ۔(لمافی ردالمختار ویکرہ اشتمال الصمّاءِ والاعتجار والتّلثم والتنخم وکل عمل قلیل بلا عذر؛ کتعرّضٍ لقملة الاذی، الخ (قوله والتلثم) وهو تغطية الأنف والفم فی الصّلاة لأنّه يشبه فعل المجوس حال عبادتهم النّیران زیلعی، ونقل عن أبی السعود انّها تحریمیّة۔(۶۵۲ /۱)وکذ فی الہندیہ:۱۰۷ /۱۔ کذافی البدائع ج ۲ / ص ۸۷

اسمیں منہ اور ناک کو بند کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت لکھی ہے، فرمایا کہ یہ چیز مجوسیوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمہ ہے ،ہم نے چوتھی جماعت میں شیخ سعدیؒ کی کتاب ''گلستاں'' پڑھی تھی استاذ صاحب نے باب اول کی شروع میں پڑھاتے وقت ''گلستاں'' کی عبارت سے پڑھ کر سنایا تھا ابھی تک یاد ہے۔

گلستاں کی ابتداء میں پہلا باب میں لکھا ہے کہ تمام انسان روزانہ جتنے سانس لیتے ہیں باہر کی ہوا اسکے لئے مُمِدّ حیات ہیں اور جتنے سانس اندر سے باہر آتے ہیں انکی ہوائیں مضرّ صحت ہوتی ہیں اس واسطے انسان کیلئے اللہ تعالیٰ نے وقت ولادت سے لیکر وقتِ موت تک سانس لینے اور چھوڑنے کا ایک قدرتی مشین قائم کردیا ہے۔ تاکہ چوبیس گھنٹے میں سانس اندر سے باہر آویں وہ مضرّ صحت ہونے کیوجہ خود بخود باہر آجاتی ہے، پھر قدرتی مشین کے تحت باہر کی تازہ ہوا اندر جاتی ہے اس سے پتّہ چلا کہ اندر کی ہوائیں جراثیم والی ہوتی ہیں انکا ہر سانس کے نکلنا اور نکالنا ضروری ہے ورنہ صحت خراب ہوجائے گی اور باہر کی ہوائیں اندر داخل ہونا ضروری ہے تاکہ حیات میں زیادتی اور درازی کا سبب بنے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ کھانے اور پینے کی چیزوں کو نہ پھونکا کرو اس سے اندر کے مضرّ جراثیم چیزوں میں جائیں گی جو پیئے گا اسکو نقصان ہو سکتا ہے۔ اس اصول کی رو سے معلوم ہو کہ انسان جب ماسک پہنکر رہے گا تو اس کے اندرونی مضرّ صحت جراثیم اسکے اندر ہی رہ جائیں گے اور باہر کی تازہ ہوائیں اندر نہیں جائیں گی یا جائیں گی مگر کم۔

اب آپ بتائیں کہ ماسک پہنکر رہنا بہتر ہے یا وہ مضر للصحۃ ہے؟ اسلئے ''ماسک نہ پہنا چاہئے'' علاوہ اسکے اسمیں طبّی خرابی کے سوا شرعی خرابی بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ عبادت کے وقت ماسک پہننا

یعنی اپنے منہ اور ناک کو بند کر لینا یہ مجوسیوں کی عادت ہیں۔ موطا امام مالکؒ نے اندر لکھا ہوا ہے کہ عبادت کے وقت میں منہ اور ناک کو بند کر لینا مجوسیوں کی عادت ہے اسواسطے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ نمازوں کی حالت میں منہ اور ناک کو کسی چیز سے بند مت کرنا خواہ چادر کے ساتھ ہو یا رومال کے ساتھ یا ماسک لگانے کے ساتھ، کیونکہ اسمیں دو خرابیاں ہیں ایک تو اندر کے سانس کے ذریعہ اندر کی ہوا باہر نہیں جاسکتی بلکہ اندر والی ہوا بجائے باہر جانے کے اندر چلی جائے گی اور یہ صحت کیلئے مضر ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اسمیں مجوسیوں کی مشابہت ہو جاتی ہے کسی مشرک یا کافر کی مشابہت اختیار کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہے، حدیث شریف میں اسکی مذمت اور برائی کا ذکر آیا ہوا ہے۔

قال علیہ الصّلوۃ والسّلام ، من تشبّہ بقوم فھو منھم۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اسی قوم کے حکم میں ہوگا۔ مثلاً جو یھودی کی مشابہت اختیار کریگا وہ یہودیوں کے حکم میں ہوگا اور جو نصاریٰ کی مشابہت اختیار کریگا تو وہ نصاریٰ کے حکم میں ہوگا۔ اسی طرح جو مجوسیوں کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہیں میں سے شمار ہوگا جبکہ اسکو پسند کرتا ہو یا اسکو ضروری سمجھتا ہو، "کروناوائرس" کے خوف سے ماسک پہنے گا تو وہ غیر مسلم کی ہدایات ماننے کی بناء پر انکی طرح ہو جائیگا۔ کیونکہ "کروناوائرس" کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ اللہ جب کسی شخص کے پاس بیماری کو جانے حکم کریگا تو بیماری اس کے پاس جائے گا خواہ سو عدد ماسک پہنکر رکھے ہو اور اللہ تعالیٰ "کرونا کی بیماری کو جس کے پاس جانے کا حکم نہ کریگا اسکے پاس بیماری نہ جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ ماسک کا پہننا کرونا کو روکنے کے لئے فائدہ مند نہ ہوگا اور جسکے پاس جانے کا حکم نہ ہوگا اسکے پاس بیماری نہ جائے گی خواہ ماسک نہ پہنا ہو۔

"کروناوائرس" کی بیماری اسکے پاس نہ جائے گی، نہ جاسکے گی، خواہ مخواہ منہ اور ناک کو بند کرکے جسم کے اندر سے جو جراثیم والی ہوا جو باہر ہونا چاہتی ہے اسکو کیوں رکے گا جبکہ طبّی اور شرعی اعتبار سے اسکا پہننا صحت کیلئے مضرِ صحت بھی ہے اور مضر للدّین بھی ہے۔ کیونکہ کافروں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے لہذا مسلمانوں کیلئے اسکا پہننا کسی طرح جائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی کو بیماری ہے اور ماسک نہ پہننے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے وہ عذر کے تحت پہنکر رہ سکتاہے گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے عذر کیوجہ اسکو استعمال کیاہے کسی غلط عقیدہ سے نہیں پہناہے۔ اسکو مجوسیوں اور مشرکین کی مشابہت کیلئے استعمال نہیں کیاہے۔ غرض بلاعذر یا نمازوں سے باہر بھی اسکو استعمال کرناجائز نہیں، ناجائز ہے، عذر ہو تو مجبوری کے تحت صاحبِ عذر کے لئے جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بندہ محمد عبدالسلام چاٹگامی عفااللہ عنہ

۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرونا وائرس کے بارے میں تشریحی جوابات

موجودہ کرونا وائرس کی بیماری کے اندیشہ پر پورے ملک میں دوسری پابندیوں کے ساتھ مساجد میں فرض نمازوں اور نماز جمعہ کی جماعت کی پابندی کے اصول حکم خداوندی و قرآنی اصول اور حکم رسول ﷺ کے اصول حدیث کے صریح خلاف ہیں۔ اب ہم لوگ اپنے ضروریات زندگی کیسے حاصل کریں اور اپنے دین حق اور دین اسلام پر کیسے عمل کریں؟

واضح رہے کہ پانچ وقتہ نمازیں اور نماز جمعہ فرائض عینیہ وقطعیہ میں سے ہیں۔ شعائر اسلام میں سے ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی مکی زندگی اور مدنی زندگی میں تواتر کے ساتھ انکا عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے اپنے اپنے زمانہ میں لاکھوں صحابۂ کرام کے ساتھ ان نمازوں کو باجماعت اور اجتماع کے ساتھ ادا کرتے رہے ہیں۔ اس پر تمام صحابۂ کرام کا اجماع ہے اور ائمۂ متبوعین امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا اتفاق ہے۔ انکا فتوی ہے کہ ان چیزوں کا منکر کافر ہیں اور انکے ترک کرنے والے فاسق وفاجر ہیں۔ اور جو لوگ بیمار نہیں ہیں، ضعیف نہیں ہیں، بلکہ بالغ اور تندرست ہیں، انکے لئے مسجدوں میں ان فرائض کے لئے آنا اور جماعت کے ساتھ نمازوں میں شریک ہونا واجب ہے۔ اور اس کے خلاف کرنا اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی اور شدید قسم کے گناہ کبیرہ ہے۔

۱۔ حق تعالی کا ارشاد ہے، **اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ** تقریبا قرآن کے اندر بیاسی جگہ میں آئی ہے کہ نمازیں قائم کرو، زکوۃ ادا کرو۔

۲۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے بنی الإسلام علی خمس شھادۃ ان لآ الٰہ الّا اللّٰہ وأن محمّدا عبدہ ورسولہ وإقام الصَّلوۃ وإیتاء الزکوۃ وصوم رمضان (بخاری ومسلم) اسلام کی بنیادی احکام پانچ ہیں۔(۱) ایمان باللہ وایمان بالرسول۔(۲) اس کے بعد پانچ وقتہ نمازیں جماعت کے ساتھ اداکرنا(۳) زکوۃ دینا(۴) رمضان المبارک کے روزہ رکھنا(۵) حج کرناوغیرہ وغیرہ۔

۳۔ حق تعالی کا دوسری جگہ ارشاد ہے أطیعوا اللّٰہ و أطیعوا الرّسول یعنی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ ایمانداروں کے لئے اللہ کی اطاعت اور اسکے رسولؐ کی اطاعت یعنی دونوں کی اطاعت ضروری اور لازم ہے۔

۴۔ حق تعالی کا تیسری جگہ ارشاد ہے وما ارسلنا من رسول إلّا لیطاع بإذن اللہ ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اسکی اطاعت اور پیروی کے لئے بھیجا ہے۔ اس کی جہ سے ایمانداروں پر اسکی اطاعت بھی واجب اور لازم ہے۔

۵۔ حق تعالی کا چوتھی جگہ ارشاد ہے ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما یعنی جس نے اللہ اور اسکے رسول کے اطاعت کی وہ بڑی کامیابی کے ساتھ کامیاب ہوا۔ اسکی دنیاوآخرت سب ٹھیک رہے ہیں۔ اور جس نے انکی خلاف اقدام کیا اور خسارے میں رہے دنیاوآخرت اس کی برباد ہوگئی۔

٦۔ حق تعالی کا پانچویں جگہ میں ارشاد ہے حافظوا علی الصّلوات والصّلوۃِ الوُسطیٰ وقوموا للّٰہ قانتین۔ یعنی سب ایماندار تمام فرض نمازوں کی محافظت اور پابندی کریں، خاص کر درمیانی نماز کی۔ اور بڑا اسکون واطمینان کے ساتھ نمازیں اداکرتے رہیں۔

۷۔ حق تعالیٰ کا اور ایک جگہ ارشاد ہے ،قل إن کنتم تُحبّون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ فیغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور الرحیم۔ اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو آپ اے نبی ان سے کہہ دیں کہ تم لوگ اپنے نبی کی اطاعت کرو اور ان کے تمام حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو۔

مذکورہ سب نصوص میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور جن احکام ضروریہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لئے کہا گیا ہے، انمیں ایمان کے بعد سب سے پہلا حکم نماز فرض کا حکم ہے۔ نمازِ فرض اور نمازِ جمعہ کی پابندی اور ان میں جماعت کی پابندی کے لئے کہا گیا ہے۔ اگر ہم مسلمان اور ایماندار لوگ ان پر عمل کریں گے تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی۔ اور اگر ان احکام کی پابندی نہیں کریں گے یا انکار کریں گے، تو اسکا انجام نافرمانی اور کفری میں جانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نافرمانی اور بے ایمانی سے حفاظت فرماوے۔

محدث کبیر شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند کے مولانا ادریس کاندھلویؒ نے آیت قرآن و من أظلم ممن منع مساجد اللّٰہ کے تحت اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکتا ہے کہ انمیں اللہ کا نام لیا جائے خواہ دل سے یا زبان سے خواہ اعضاء و جوارح سے اور فقط اس پر کفایت نہ کرے بلکہ کہتے ویران اور برباد کرنے کی کوشش کرے مساجد کی بے حرمتی کرنا اور ان کو منہدم کرنا مساجد کی ظاہری تخریب ہے۔ اور عبادت اور ذکر اللہ اور نمازوں کے بندش کردینا یہ مساجد کی معنوی اور باطنی تخریب ہے۔ (معارف القرآن ۲۰۳/ ۲)

حضرت مفتی اعظم دار العلوم دیوبند و پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ نے بھی اپنی تفسیر معارف القرآن آیت و من أظلم مِمّنْ مَنَعَ مساجد اللّٰہ کے تحت لکھتے ہیں:

تیسرا مسئلہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کی ویرانی کی جتنی صورتیں ہیں سب حرام ہیں۔ اسمیں جس طرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم اور ویران کرنا داخل ہے اس طرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی داخل ہے جن وجہ سے مسجد ویران ہو جاوئے اور مسجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں نماز کیلئے نہ آئیں یا کم ہو جائیں کیونکہ مسجد کی تعمیر و آبادی دراصل در و دیوار یا ان کے نقش و نگار نہیں ہے بلکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ذکر و تلاوت اور نماز سے آباد کرنا تعمیر کرنا مقصود ہے۔ اسلئے قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے **إنّما یَعْمرُ مَسَاجِدَ الله مَنْأمن بالله والیوم الاٰخر وأقام الصّلوۃ وأتی الزکوۃ ولم یخش إلا اللّٰہ**۔ سورۃ التوبہ ۱۸۔

یعنی اصل میں مسجد کی آبادی ان لوگوں سے ہے جو اللہ کی ذات پر ایمان لائیں اور روز قیامت پر اور نماز قائم کریں زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ اسلئے حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے قرب قیامت میں مسلمانوں کی مسجدیں بظاہر آبادی ہونگی، مزین ہونگی، مگر حقیقۃً ویران ہونگی۔ انمیں حاضرین کے تعداد کم ہونگی یا اسکے اسباب پیدا کئے جائیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شرافت انسانی کے چھ کام ہیں۔ **انمیں تین اہم کام یہ ہیں:**

۱۔ تلاوت قرآن کی کثرت رہے۔

۲۔ مساجد کو آباد کرنا۔

۳۔ دوستوں کی جمعیت بنانا جو اللہ کے دین کے کاموں میں مدد کریں۔ (تفسیر معارف القرآن، ج ۱، س ۲۷۲)

مذکورہ تفسیروں میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

ا۔ مساجد اللہ کے گھر ہیں انکا مقصد یہ ہے کہ انمیں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ خواہ دل سے یا زبان سے یا اعضاء وجوارح سے۔ جیسے نمازیں ادا کی جائیں، تلاوت قرآن کیجاوے۔

۲۔ مسجدوں کی آبادی وہاں پر نمازیں پڑھی جائیں وہاں پر اللہ کا ذکر کیا جاوے۔

۳۔ یہ سب ایمان اور ایمانداروں کے عمل ہیں اور اسمیں رکاوٹ ڈالنا ظالم لوگوں کا عمل ہے۔

۴۔ مسجد میں نمازوں سے روکنا، جماعت سے روکنا مساجد کی تخریب کاری ہے۔

۵۔ مساجد سے نمازیوں کو روکنا جیسا تخریب کاری ہے اسطرح پانچ یا دس افراد کی تحدید کرنا بھی تخریب کاری ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے مسلمانوں پر بہت بڑا ظلم وزیادتی ہے۔

رہا یہ کہ لوگوں کی جمعیت کو روکنا "کرونا وائرس" کی بیماری کے خطرہ وخوف سے ہے۔ اسکا جواب واضح ہے کہ بیماری جیسے کفار کے یہاں آتی ہے اسطرح مسلمانوں میں بھی آتی ہے۔ انکے لئے شریعت میں الگ احکامات دئے ہیں:

ا۔ کفار کے یہاں بیماری آجاوے اسکی دو صورتیں ہیں۔ عمومی بیماری یہ تو انکی بدعقید گی شرک اور کفر کی علاوہ بے شمار گناہوں کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اور اللہ کی طرف سے عذاب کے واسطے دیا جاتا ہے۔ اگر وہ کفار توبہ کرلیں اور اللہ سے رجوع کرلیں اور اللہ کی ذات پر اور رسول ﷺ پر ایمان لاکر ان کے احکام پر عمل شروع کردیں تو ان سے بیماری اور عذاب کو روک لیا جاتا ہے۔ اللہ کی عادت ایسی چلی آرہی ہے اور اگر وہ کفر اور شرک اور دوسرے گناہوں پر اڑے رہے ہیں پھر اللہ مزید عذاب کو بھیجدیتا ہے اور اسمیں اضافہ کردیتا ہے پھر تو انکے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اسکا نہ مقابلہ ہوسکے گا نہ انہیں اس سے نجات مل سکے گی۔

۲۔ اور اسطرح کی مہلک بیماری اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جاوے تو نبی ﷺ نے چند ہدایات دی ہیں جن پر سب کو غور و فکر کر کے فیصلہ کرنے ہیں۔

اللہ کی طرف سے ہدایت یہ ہیں:

ایام جاہلیت میں یہ عقیدہ رہا ہے اور وہ عقیدہ سب مشرکین میں چل پڑا ہے وہ کہ ایک کی بیماری دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے کسی جگہ کے ایک انسان میں۔ اگر مہلک بیماری اور وبائی بیماری آگئی ہے اس سے ملنے والے اور لگنے والے سب پر یہ بیماری آجاتی ہے۔ اور اس سے سلسلہ وار اموات واقع ہوتی رہتی ہیں۔ نیز جیسی یہ بیماری انسانوں میں آتی ہے جانوروں میں بھی آتی ہے۔ ایک جانور سے دوسرے جانور میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ میں نے اپنے جواب استفتاء نمبر (۱) میں "کرونا وائرس" کے تحت ذکر کیا ہے کہ یہ عقیدہ مسلمانوں کا نہیں بلکہ کفار اور مشرکین کا عقیدہ ہے۔

۱۔ مسلمانوں کے لئے پہلی ہدایت یہ ہے کہ مسلمان مشرکین کی طرح ان جیسا عقیدہ نہ رکھے بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ دنیا میں جتنی بیماریاں آتی ہیں اللہ کے حکم سے آتی ہے اور جسطرح اللہ تعالی نے بیماریاں پیدا کی ہیں اسطرح ہر بیماری کے لئے شفاء اور دوا بھی نازل فرمائی ہے۔

۲۔ دوسری ہدایت اسلام نے یہ دی ہے کہ اللہ تعالی نے بیماریوں میں تاثیر رکھی ہے اسیطرح دواؤں میں بھی تاثیر رکھی ہے۔ اللہ تعالی بیماری کی تاثیر جہاں پیدا کرے گا وہاں پر بیماری یا دوا کا اثر ظاہر ہو گا او جہاں پر اثر ظاہر نہ کریگا انکا اثر ظاہر نہ ہو گا۔

۳۔ تیسری ہدایت: بیماری آنے سے جیسے بندہ اور جانور بیمار ہو جاتا ہے اسطرح مناسب علاج و دوا کے استعمال سے انسان بھی اور جانور بھی صحیح اور تندرست ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بات

واضح رہے کہ بیمار کی تاثیر یہ بیماری کی اپنی ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ تاثیر اللہ نے رکھی ہے اسیطرح دوا کے اندر جو تاثیر ہے وہ بھی اللہ نے رکھی ہے۔ اس میں تندرستی کی تاثیر اللہ نے پیدا کی ہے۔ اور یہ کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالی کی مخلوق ہیں اللہ کی طرف سے ہیں جیسا اسکا حکم ہوتا ہے ویسا ہی اثر کرتا ہے۔ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے بیماری آجاتی ہے پھر جب کسی مصلحت سے رفعِ بیماری کا حکم ہوتا ہے تو بیماری دور ہو جاتی ہے خواہ دوا سے یا دعا وغیرہ سے شفاء ہو۔ میں نے گذارش کی ہے کہ بیماری جیسے اللہ تعالی کے حکم کے تابع اور اسکے ماتحت آتی ہے اسطرح صحت اور دوا سے شفایاب ہونا یہ بھی اللہ کے حکم کے تابع اور انکے ماتحت ہیں۔ اللہ چاہے گا تو دوا استعمال کرنے کے بعد بیماری اچھی ہو جائیگی۔ اللہ نہ چاہے گا تو بیماری اچھی نہیں ہو گی۔ اور اگر صرف علاج اور دواؤں سے سب بیماریاں دور ہو جائیں تو ساری دنیا کے لوگ جو دوا استعمال کرتے ہیں سب اچھے ہو جاتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں علاج صحیح تھا یا دوا صحیح استعمال کی گئی ہیں مگر دوا سے دو چار کو فائدہ ہوا مگر بیشمار لوگوں کو فائدہ نہ ہوا، اس وجہ سے وہ مر جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے دوا کی تاثیر اپنی ذاتی نہیں ہے بلکہ بیماری کی طرح دوا کی تاثیر بھی اپنی ذاتی نہیں ہے، دوا کے اندر تاثیر بھی اللہ نے رکھی ہے اور یہ تاثیر اللہ تعالی کے ماتحت ہیں۔ اللہ چاہے گا اس کی تاثیر سے بیمار اچھا ہو جائیگا اور اگر وہ نہ چاہے گا تو بیمار بیماری سے صحت یاب نہ ہو گا۔

۴۔ چوتھی ہدایت: اسلام نے یہ دی ہے کہ بندہ ہمیشہ اور ہر چیز میں اللہ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کرے۔ مثلاً تجارت کرے، ملازمت کرے یا کاشتکاری کرے ہر صورت میں یہ بھروسہ رکھے کہ اللہ چاہے گا تو تجارت میں فائدہ ملے گا، نہ چاہے گا فائدہ نہ ملے گا۔ اور اللہ تعالی جتنا رزق

دیناچاہے گااتنارزق ملے گا،اس سے زیادہ نہ ملے گا۔اسیطرح کوئی بیماری اگر کسی علاقہ میں آگئی ہے توہر مسلمان یہ عقیدہ رکھے اگر اللہ چاہے گا کہ ہم سب بیمار ہو جائیں گے،توہمکو بیماری آئیں گی اور اگر اللہ نہ چاہے گاتوہم بیمار نہیں ہونگے۔نہ بیماری ہمارے سب کے پاس آئے گی۔

ان عقائد کے ہدایت کے مطابق انسان جب زندگی گذارے گا علاج کرے گا تدبیر کرے گا تو اسکو مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔ لیکن اکثر بلکہ ننانوے فیصد انسان کمزور دل اور ضعیف الایمان ہوتے ہیں۔ جلدی شیطانی وسوسے میں آجاتے ہیں۔ اسواسطے اللہ تعالی نے اپنے نبی پاک ﷺ کے ذریعہ اس شیطانی وسوسے سے بچنے کی جو تدابیر بتائی ہیں انمیں سے ایک تدبیر یہ ہے کہ جب کوئی مہلک بیماری کسی علاقہ میں شروع ہو جائے تو بیماری کے علاقہ والے آدمی بلاضرورت دوسرے صحیح علاقہ میں نہ جائے۔ کیونکہ اکثریت میں وسوسے کے تحت اور وہم کی بیماری غالب ہوتی ہے وہ جلدی اسمیں مبتلا ہونے کا اندیشہ کرتا ہے بلکہ بعض ایک آدمی دوسرے کے علاقہ میں جانے سے یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے علاقہ کے بیماری پہلے علاقہ والے آدمی سے منتقل ہوئی ہے۔ جیسا کہ کفار ومشرکین سمجھتے ہیں۔ ہمارے بعض مسلمان بلکہ اکثر مسلمان بھی یہی سمجھنے لگے ہیں۔ حالانکہ شریعت اسلامیہ نے ایسے وسوسہ میں مبتلا ہونے منع سے کیاہے۔ تاکہ عقیدہ خراب نہ ہو بلکہ ہر مسلمان کو اپنی نبی علیہ الصلاۃ والسلام والی ھدایات پر عمل کرناچاہئے۔

عقیدہ نمبر(۱) کہ ساری بیماریاں اللہ کے حکم کے تابع اور اس کی مخلوق ہیں۔

عقیدہ نمبر (۲) یہ رکھے کہ بیماری کو اللہ کی طرف سے جہاں جانے کا حکم ہو گا وہ بیماری اسی علاقہ میں جائیگی اور جس پر جانے کا حکم ہو گا اس پر جائے گی۔ جسکی پاس جانے کا حکم نہ ہو گا اس بیماری کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اپنی اختیار سے کسی کے پاس جاوے۔
یہی وجہ ہے جہاں یہ بیماریاں آتی ہیں کسی کو بیماری لگ جاتی ہے اور کسی کسی کو لگتی نہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیماری اپنے اختیار سے نہ آتی ہے اور نہ جاتی ہے بلکہ اللہ کے حکم سے آتی ہے اور اس کے حکم سے جاتی ہے۔
جب بیماری کی اصل حقیقت معلوم ہو گئی تو اب حدیث میں دوسرے علاقہ میں آنے جانے کی جو ممانعت کی گئی ہے وہ بیماریوں کی منتقلی وعدم منتقلی کی بنا پر نہیں دی گئی ہے بلکہ یہ حکم اسلئے دیا گیا ہے کہ انسان کی اکثریت کمزور دل اور کمزور عقیدہ والے ہوتی ہے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاویں کہ فلاں جگہ جانے سے بیماری آئی ہے۔ فلاں جگہ نہ جانے سے بیماری نہیں آئی ہے۔ حالانکہ جہاں بیماری آتی ہے اللہ کے حکم سے آتی ہے۔ اور جہاں پر بیماری نہیں آتی وہ بھی اللہ کے حکم سے نہیں آتی۔

۵۔ پانچوی ہدایت: شریعت اسلامیہ نے یہ دی ہے کہ کوئی مسلمان اگر بیمار ہو جاوے تو پڑوس اور رشتہ دار لوگ انکی تیمارداری اور بیمار پرسی کریں، اس تیمارداری کو اسلام میں حقوق انسانیت میں سے ایک ضروری حق قرار دیا ہے۔ مسلمان اگر بیمار پرسی کے لئے کسی مسلمان عیادت کے لئے اسکے پاس جاتا ہے اسکا مقصد خالص اللہ کے واسطے تیمارداری اور عیادت مریض ہے، حدیث شریف میں اسکی فضیلت اور ثواب ملنے کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں ہے آدمی جب بیمار پرسی کے لئے صبح جاتا ہے تو فرشتوں کی ایک جماعت بیمار پرسی کرنے والا

کے لئے شام تک دعا کرتے ہیں اور شام کو بیمار پرسی کے لئے گیا تو صبح تک فرشتوں کی ایک جماعت بیمار پرسی کرنے والا کی صحت و رحمت کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جو ڈاکٹر اللہ کے لئے ثواب سمجھ کر بیمار کو دیکھتا ہے علاج کرتا ہے اسکے لئے بھی اسطرح فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔ پھر جو شخص عیادت کے لئے جاتا ہے مریض اگر اسکے لئے دعا کرتا ہے اسکے حق میں مریض کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر بیمار پرسی کرنے والا مریض کے لئے اچھے کلمات کہتے ہیں اسکو خوش کرتے ہیں اللہ تعالی اسکے بدلہ ہیں بیمار پرسی کرنے والا کے لئے رحمت فرماتے ہیں اور اسکی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اسی عیادت مریض اور علاج میں دوطرفہ فائدے ہیں۔ جو لوگ بیماری کی زمانہ میں انکی خدمت کرتے ہیں مریض کی دعا بھی ملتی ہے اور اللہ کے رحمت بھی، اللہ کی طرف سے سب کی مغفرت بھی ہوتی ہے۔

۶۔ **چھٹی ہدایت** یہ ہے کہ انسان دوا اور علاج بھی کرے اور قرآن وحدیث میں بیماریوں کے لئے جو دعائیں ہیں ان پر بھی عمل کریں، اور نبی علیہ السّلام نے صبح وشام میں جو دعائیں پڑھنے کیلئے فرمایا ہے انکو پڑھتے رہیں۔

افسوس سے کہنا پڑھتا ہے بیماری سے متعلق ہم لوگ مشرکوں کے غلط عقیدہ اور غلط وسوسے میں مبتلا ہو کر ہم میں سے بیشمار لوگ اللہ کی بہت سی رحمتوں سے دور ہوتے جارہے ہیں اور بیشمار مغفرتوں سے بھی محروم ہورہے ہیں۔ اور فرشتوں کی بے شمار دعاؤں سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ علاج کے حکم پر عمل کرنے سے نیت کا ثواب ملتا ہے اور علاج نہ کرنے اور دعاؤں پر اکتفاء کرے تو بھی جائز ہے، سنت پر عمل ہے۔ ہم لوگ ان امور پر عمل نہیں کرتے۔ جو کہ دین میں ہیں، یہ ہماری بڑی دینی کمزوری ہے۔ یہ کمزوری سب ہمارے اندر

مشرکوں سے آئی ہے۔ کیونکہ مشرکین نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ بیماری کے علاقہ میں کسی حالت میں مت جاؤ، خواہ بیمارپرسی کے لئے یا عیادتِ مریض کے لئے ہو، خواہ اسکی خدمت کے لئے ہو۔ کیونکہ تم لوگ جب بیماروں کے پاس جاؤگے تو تم بیمار ہو جاوگے۔

جبکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ہدایات اس بارے میں دوسری ہدایات بھی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کر کے آئے ہیں مسلمان تو مسلمان ہوتا ہے دین کے معاملہ میں پہاڑ سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ دوسرے مسلمان کے لئے نرم سے نرم ہوتا ہے۔ ایک کے درد مند سے دوسرا درد مند ہوتا ہے۔ ہاں جو مسلمان کمزور دل اور کمزور ایمان والے ہوں وہ اُن چیزوں کے لئے نہ جاوے۔ ان دینی امور پر عمل نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے؟

لیکن جو مسلمان اپنے عقیدہ و عمل میں صحیح ہیں اور انکو کچھ خدشہ بیماری آنے کا نہیں ہے وہ تو عیادت کے لئے جاوے خدمت کے لئے جاوے۔ بالفرض وہ بھی اگر بیمار ہو گیا ہے اور کسی بناء پر بیماری آگئی ہے پھر بھی اسکا عقیدہ صحیح اور اٹل رہتا ہے اور وہ سب بیماری اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے ایسے صحیح العقیدہ والے لوگوں کو کیوں اور اس بناء پر روکا جاوے کہ تم لوگ بیمار کی عیادت کے لئے مت جاؤ، نہ بیماری کے علاقہ میں جاؤ، بلکہ گھروں میں مقید رہو، کسی سے نہ ملو، نہ مسجد جاؤ، نہ عبادت کے لئے جاؤ، نہ تلاوت کے لئے، نہ دعاء کے لئے، نہ ذکر کے لئے، یہ سب چیزیں تو مشرکین کے عقیدے کے تحت ہوتی ہیں۔ اور انکے طور و طریقے سے ہیں ہم لوگ انکو کیوں اپنائیں اس تحریکِ "کرونا وئرس" کے پیچھے کن کے عقیدے کام کر رہے ہیں ہمیں سوچنا چاہئے۔ اور اپنے ایمان و عمل کی حفاظت کی بھی فکر کرنی چاہئے۔

اسلام میں ایک کی بیماری دوسرے میں منتقل ہونے کا عقیدہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ بد شگونی اور بیماری کے تعدی وغیرہ امور کے عقیدے مشرکین کے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسے عقیدے سے بچنا ضروری ہے۔

مشرک کا عقیدہ ہے کہ جب انسان کسی قسم کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ سمجھنے لگتا ہے بیماری فلاں سے آئی ہے، فلاں کی وجہ سے آئی ہے حالانکہ اس قسم کے خیال و دھیان سے انسان کا توکل اللہ کی ذات پر اور بھروسہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ ہوتے ہوتے بندہ کفر میں جا گرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: قال علیه الصّلاة والسلام لاعدوی ولاصفر ولاهامة ولا طیرة فی الاسلام۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کے اندر ایک کی بیماری دوسرے میں منتقل ہونے کا عقیدہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ساری بیماریاں اللہ تعالی کے مخلوق ہے اور اللہ کے حکموں کے تابع ہیں۔ خواہ انسان کی بیماری ہو یا دوسرے جانوروں کی بیماری ہو بلکہ جسکو اللہ چاہتا ہے بیماری دے دیتا ہے۔

لہذا اس قسم کی بیماری جہاں پر آتی ہے اللہ کے حکم سے آتی ہے، جس پر بھی آتی ہے اللہ کے حکم سے آتی ہے، یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور ایسی بیماریاں اگر کافروں کے پاس آتی ہیں انکے لئے عذاب اور سزا کے لئے ہوتی ہے کہ جن کافروں نے مسلمانوں پر اور دوسری قوم پر ظلم ڈھائے ہوتے ہیں شرک اور کفر کا ارتکاب کیا ہوا ہوتا ہے تو اللہ تعالی کے ساتھ ظلم و نافرمانی کی وجہ سے اللہ اگر چاہئے عذاب کبھی دنیا میں دے دیتا ہے۔ تاکہ کفر سے واپس آجائیں۔ کبھی آخرت کے لئے روک دیتا ہے۔ مگر جو ظلم یا زیادتی جو دوسرے قوم

پر یا فرقہ پر یا کسی پارٹی پر کی جاتی ہے اور مسلسل کیا جارہا ہے تو اللہ تعالی کا نظام ہے کہ وہ کبھی کمزور والا کی حمایت فرما دیتے ہیں، تاقتور حکومت اور قوم کو ہلاک اور برباد کر دیتے ہیں۔ اسطرح سزا دیتے ہیں جیسا کہ قوم موسٰی پر قوم فرعون نے، اور فرعون نے کیا تھا اللہ کے نافرمانی اور بندوں پر ظلم، دونوں کا مواخذہ ہوا ہے۔

قرآن کریم کے اندر تمام انبیاءؑ اور رسولوںؑ کے مخالفین کے قصے اور واقعات بیان کئے گئے ہیں کہ بڑی تاقتور قوموں کو اللہ تعالی نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی مخالفت کی بناء پر کسطرح ہلاک کر دیا ہے۔ اور انکو مختلف قسم کے عذاب دیکر نیست و نابود کر دیا ہے، سب کے احوال دیکھنے اور پڑھنے سے ہر انسان سبق حاصل کر سکتا ہے۔

کفار لوگوں پر عذاب کیوں آتی ہے؟

اس دور میں چین، امریکہ، اٹالی، ہندوستان وغیرہ ممالک میں جسطرح شرک اور کفر کی علاوہ دوسری قوم پر خاص کر مسلمانوں پر جس قدر ظلم کیا جارہا ہے قتل عام کیا جارہا ہے انکی مساجد کو عبادت خانوں کو برباد کیا جارہا ہے، اسکی نظیر بہت ہی کم ملتی ہے۔ تو ان پر اللہ تعالی نے گرفت کی ہے، اگر وہ اپنے شرک و کفر کے علاوہ دیگر گناہوں سے اور ظلم و زیادتی سے باز آجائے تو یہ عذاب ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ کفار اگر دوسری قوم خاص کر مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور اللہ سے رجوع نہیں کرتے تو انکے لئے تو ہلاکت مقدر ہے، اللہ کے سوا کون انکو بچاوے گا؟ انکو اپنے اوپر آئے ہوئے عذاب سے کون رہائی دیگا؟ عذاب کو تو اللہ ہی نے بھیجا ہے، اسکے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ کس کو اسکی طاقت ہے؟

لیکن اسطرح کی مہلک بیماری اگر مسلمانوں کے ملک میں آجاوے تو اسکے لئے بھی اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرنے سے یہ بیماری دور ہوسکتی ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں روم کے علاقہ میں کوئی مہلک بیماری آئی تھی، آپ نے صحابۂ کرام کو اسکا حال بتایا تھا، راوی حدیث حضرت اسامہؓ ہے، انہوں نے اپنے والد زیدؓ سے دریافت کیا کہ طاعون جیسے مہلک بیماری کے بارے میں آپ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے کیا کچھ کہا سنا ہے؟ بیان فرمائے، حضرت زیدؓ نے فرمایا، قال رسول الله ﷺ الطّاعون رجس أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه وإذا وقع بأرض وأنتم فيها فلا تخرجوا فرارًا منه أو قال لا يخرجكم فرارًا منه (رواہ البخاری، حدیث ۳۴۷۳)

حضرت زیدؓ نے فرمایا، کہ طاعون جیسے مہلک بیماری کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ طاعون جیسی دوسری مہلک بیماری در اصل یہ بہت بڑی ناپاک اور خبیث قسم کی بیماری ہوتی ہے، اسکو اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کی کسی قوم کو سزا دینے کے لئے نازل فرمائی تھی یا اس سے قبل کسی قوم کے پاس بھیجی تھی۔ جب تم اس قسم کی بیماری کے متعلق سنو کہ کسی کافر ملک میں یا کسی مسلمان ملک میں یہ بیماری آگئی ہے تو تم لوگ اس بیماری والے ملک میں یا علاقہ میں مت جاؤ۔ کیونکہ کافروں کے لئے یہ بیماری تو عذاب ہے، اور عذاب والا ملک یا علاقہ میں تم لوگ کیوں جاؤگے؟ کیونکہ اللہ کے عذاب سے تو ہر انسان کو دور رہنا چاہئے۔ اور اگر یہ بیماری مسلمانوں کے ملک میں آگئی ہے، تمہارے علاقہ میں آگئی ہے تو تم لوگ اپنے ملک یا علاقہ چھوڑ کر بیماری سے بھاگنے کی نیت سے دوسرے ملک میں یا علاقہ میں مت جاؤ۔

کیونکہ تمہاری موت کا وقت مقرر ہے، دن اور جگہ متعین ہے، جہاں مقرر ہے اور جس دن متعین ہے تمہاری موت اس جگہ اور اس وقت میں آئے گی۔ آگے پیچھے نہ ہوگی۔ لہذا یہاں سے بھاگنے کی نیت سے فرار اختیار کرنے کا نہ کچھ فائدہ ہے نہ ضرورت ہے۔

۷۔ ساتویں ہدایت: ہر انسان کو ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ تمام انسان جو دنیا میں آئے ہوئے ہیں سب کو ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہوگا۔ یہاں پر ایمان و عمل کو ٹھیک کرکے انسان دنیا سے جائیگا۔ تو اسکے لئے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آرام ہی آرام ہے۔ اور اگر دنیاکے دھوکہ کے سامان اور ان کے فریب میں مبتلا ہوکر ایمان و عمل کو برباد کرکے جائیگا تو اسکے لئے پریشانی ہی پریشانی ہے۔ جب ہر انسان کے واسطے اللہ تعالی نے ماں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے یہ لکھ دیاہے کہ وہ زندہ رہیگا تو کتنی مدت تک، اور وہ مرے گا تو کہاں پر مرے گا، اور موت ائیگی تو کس وقت کس دن آئیگی۔ تو انسان کو اللہ نے اگر کچھ زندگی ایمان و عمل کی درستگی کے لئے دی ہے تو ہر انسان کو چاہئے کہ جس قدر ہوسکے اسکے مطابق اللہ اور اسکے نبی ﷺ کے احکام کے تحت زندگی گذار کے جاوے یہ اسکے لئے کامیابی ہے اور بہت بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے جو زندگی ایمان و عمل کا وقت مقرر ہے وہ تھوڑا ہے، مگر اللہ کی طرف سے اسکا بدلہ بہت اعلیٰ اور اپنے خیال و گمان سے بھی بلند و بالاتر ہے کہ ابد الاباد ہمیشہ کی زندگی عیش و آرام سے گذرے گی، نعمتوں اور راحتوں میں گذرے گی، لیکن جو انسان دنیامیں آکر دنیاکے پُر فریب چیزوں کو دیکھ کر اگر اپنے ایمان و عمل کو برباد کردیتاہے اور اسی حالت میں اسکی موت آجاتی ہے تو اسکے لئے حسرت ہی حسرت ہے، آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے۔ لہذا ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے رب حقیقی اور انکے احکام کو جانے اور انکو مانے اور اسکے مطابق چند روزہ زندگی گذار کے جانے کی کوشش کرے۔

۸۔ آٹھویں ہدایت: یہ دی ہے کہ دین اسلام کے احکام میں سے ایک حکم ہدایت یہ بھی ہے کہ کسی جگہ اگر مہلک بیماری آجاوے تو اللہ اور اسکے احکام کے تحت زندگی گذارے۔ دین اسلام کے تمام احکام پر چلنے کی کوشش کرے، اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی سے پرہیز کرے، اور کافروں اور مشرکوں کی طرح زندگی نہ گذارے۔ مسلمانوں کا راستہ جنت کا راستہ ہے وہ ایمان و عمل کا راستہ ہے۔ کافروں کا راستہ کفر ونافرمانی کا راستہ جہنم کا راستہ ہے۔ مہلک بیماری کے علاقہ کے لئے ضروری ہے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکامات کو سامنے رکھے ان پر عمل کرے پھر کچھ پریشانی انشاء اللہ نہ ہوگی۔

بیماری والے علاقہ میں جو مسلمان رہتے ہیں انکے لئے جو احکامات ہیں انمیں سے کچھ کا ذکر پہلے ہوا۔ اور کچھ احکام باقی ہے :

۱۔ کہ بیماری والے علاقہ کے لوگ سب سے پہلے اپنے عقیدہ و ایمان کو درست رکھے کہ ہر قسم کی بیماری اور آفت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اسکا عقیدہ رکھے۔

۲۔ کفار کے لئے تو یہ عذاب ہوتا ہے مگر مسلمان اور ایمانداروں کے واسطے یہ گناہوں کی معافی کے لئے اور درجات کی بلندی کے لئے اور اللہ کی طرف سے رحمتیں اور ثواب ملنے کے لئے آتی ہے، عذاب کیلئے نہیں آتی۔

۳۔ جب انسان اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں معافی چاہتے ہیں تو گناہ معاف ہوجاتے ہیں، پھر اس پر۔

۴۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، انکی صحت اچھی ہوجاتی اور اگر پھر بیماری میں مرجاتے ہیں تو۔ درجات بلند ہوتے ہیں تو رجوع الی اللہ کرنے کی وجہ سے اللہ راضی اور خوش ہوجاتا ہے۔

۵۔ آفت کو دور فرما دیتے ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو مزید زندگی کے لئے مواقع دیتے ہیں۔

۷۔ اور اگر کچھ مسلمانوں کی اموات اس بیماری میں مقدر ہیں اور وہ بیماری میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے موت اللہ کی طرف سے متعین تھی وہ آگئ تو اس عقیدہ کے تحت وہ مر گیا ہے۔ تو اسکی فضیلت اور خوشخبری یہ ہے کہ وہ مرنے والا شہیدوں کی درجہ پائیگا۔

۸۔ تو حدیث رسول کے مطابق وہ مرنے والا شہید ہوتا ہے شہیدوں کا ثواب اسکو ملتا ہے۔

۹۔ اسکا درجہ شہیدوں کا درجہ ہوتا ہے۔ حقیقی شہیدوں کو جو انعامات ملنے کا وعدہ ہے وہی انعامات اس مبتلائے مرضِ وبا شہید کے لئے بھی ہونگے، حقیقی شہید تو دشمن سے لڑ کر شہید ہو کر مرتبہ والا ہوا ہے، مگر مہلک بیماری میں مرنے والا اپنے بستره میں مر کر بھی شہیدوں کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

اسی چیز کو حدیث رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں بیان کیا گیا ہے **قال عليه الصلاة والسلام المطعون شهيد والمبطون شهيد والغريق شهيد والحريق شهيد او كما قال عليه الصلاة والسلام** (سنن نسائی، حدیث ۱۸۴۶)

غرض یہ کہ مسلمانوں میں اس قسم کی بیماریاں گناہوں کی کثرت اور نافرمانیوں کی زیادتی اور ظلم کی بہتات کی وجہ سے آتی ہیں۔ اسمیں (۱) عقیدہ کو درست رکھنے کے ساتھ ساتھ (۲) اپنے گناہوں کی معافی اور تلافی کی فکر کرنی چاہئے (۳) اللہ تعالی سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے (۴) ہم لوگوں پر جو فرائض اور دوسرے حقوق اللہ اور حقوق انسانی میں عائد ہیں انکی پامالی میں ہم مبتلا ہیں یا ہم میں اکثریت مبتلا ہیں (۵) ان سے رجوع کرنا چاہئے، اللہ کی طرف سے

جو فرائض اور واجبات مسلمانوں پر ادا کرنے کے لئے کہا گیا ہے انکو ادا کیا جائے۔(٦) ایمان کو درست کرنے کے بعد پانچ وقت کی نمازیں، حج وزکوۃ، صوم کی پابندی کرنا چاہئے۔ انمیں جو کوتاہی ہو رہی ہے انکو دور کرنا چاہئے (٧) اسی طرح جن گناہوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں ممانعت آئی ہے اور ہم انمیں مبتلاہیں ان گناہوں کو بھی چھوڑنا چاہئے۔

ہمارے مسلمانوں میں سود خوری، رشوت خوری، حرام خوری، ظلم وزیادتی کی کثرت ہے۔ اسی طرح بے حیائی وفحاشی کی کثرت ہے۔ انکو روکنے اور بند کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اگر ہم لوگ تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرنا شروع کر دینگے اور تمام کبائر اور بڑے گناہوں کو چھوڑنے کی نیت کر کے انکو ترک کر دینگے اور اللہ تعالی سے معافی اور گناہوں کے بارے میں معافی چاہیں گے تو وہ ضرور معاف کر دینگے۔ کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے۔ جب وہ معاف کریگا تو بیماری کو بھی دور فرمادینگے، مصیبت کو ہٹا دیگا۔

لیکن اگر ہم نے اللہ تعالی سے ضد کیا ھٹ درمی کی معافی چاہنے کی جگہ مقابلہ کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ بیماری مصیبت اور بیماری کو ہٹانے کی جگہ سخت مواخذہ کرے گا، عذاب کو بڑھا دیگا۔ کیونکہ ان کے فرائض اور حقوق کو ادا کرنے کی جگہ انکی پامالی میں لگے رہیں تو بیماری اور مصیبت کیسے دور ہو گی۔

بلکہ خطرہ یہ ہے مواخذہ سخت ہو گا مصیبت میں اضافہ ہو گا۔ کیونکہ ایسے حالات میں اللہ کے سامنے جھک جانا ضروری ہے، نافرمانی اور طغیانی بربادی کا سامان ہو گا، نجات کا نہیں۔ ہم لوگ مسلمان ہو کر مسلمان کے دین اسلام کے اقرار اور عہد کرنے کے بعد اگر کافروں کی حرکتیں کریں گے تو ہماری جو سزا ہو گی وہ تادیبی سزا نہ ہو گی بلکہ وہ کافروں کی طرح تعذیبی سزا ہو گی۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی حفاظت فرماوے۔ انکو صحیح ایمان و عمل کی توفیق دیوے اور اپنے جو فرائض اور حقوق میں انکو ادا کرنے کی توفیق دیوے۔

ہمارے ملک میں کرونا وائرس سے حفاظت کے واسطے جو تدابیر سامنے آرہی ہیں وہ تدابیر زیادہ تر کافروں کی تدابیر ہیں، مسلمانوں کی جو تدابیر اللہ کے رسول ﷺ نے بتلائی ہیں اسکے خلاف ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ایک دوسرے سے نہ ملے، کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار سے ملاقات کے لئے بھی نہ جاوے۔

۲۔ عیادت کے لئے اور تیمارداری کے لئے بھی نہ جائیں۔

۳۔ گھروں میں مقید رہیں۔

۴۔ یہاں تک کہ عبادات کے لئے مساجد میں جمع نہ ہوں، فرائض خمسہ کے لئے جمع نہ ہوں۔

۵۔ یا کم از کم چار پانچ آدمی جمع ہوں اس سے زیادہ ہرگز جمع نہ ہوں۔

۶۔ جمعہ کے لئے دس تک جمع ہوں، اس سے زیادہ جمع نہ ہوں۔

۷۔ بلکہ زیادہ جمع نہ ہونے کے لئے تالے لگوادئے جائیں۔

۸۔ یا انکو منع کردیا جائے۔

۹۔ یا انکو گرفتار کیا جائے، انکو سزا دی جائیں۔

۱۰۔ یا ان پر جرمانہ عائد کیا جائے کہ منع کرنے کے باجود پھر بھی کیوں آئے۔

یہ چیزیں ہمارے ملک ہمارا دین اسلام کے بالکل خلاف ہیں اور سب باشندوں کیلئے سخت تشویشناک اور پریشان کن ہیں۔ بلکہ سب کے لئے نقصان دہ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک ماہ دوماہ سے پورے ملک کے بازار بند، کاروبار بند، تو تجارت پیشہ لوگ کیا کریں گے؟ ملازمت پیشہ

کیاکریں گے؟روزانہ کمائی والے کاکیاحشر ہو گا؟ہمارے ملک امیروں کاملک نہیں ہے۔حکمران طبقہ میں بڑے دماغ والے ہوں گے،سب ملکر بیٹھ کر ساری چیزوں کوسوچ وسمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیئے۔آنکھیں بند کرکے کافروں کی پیروی کرلیناکوئی اصول نہیں۔

خاص طور پر بنگلہ دیش میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔وہ اگرچہ پوری طرح اسلام پر عمل نہیں کرتے۔مگر حتی الامکان کچھ نہ کچھ اللہ ورسول کے احکام کے مطابق زندگی اور عمل کرکے دنیاسے جاناچاہتے ہیں۔اس سلسلہ میں حکومت کے ذمہ دار لوگوں سے ہماری عاجزانہ اور مؤدبانہ گذارشات ہیں،انکو پیش کیاجاتاہے۔امید کہ ہمیں اور پورے ملک کے اکثریتی طبقہ مسلمانوں کومایوس نہ فرمائیں گے۔اللہ تعالی اسکی توفیق دیوے۔

۱۔انمیں ایک علاقہ کے لوگ دوسرے علاقہ میں نہیں جائیں گے۔یاقطعًا نہیں جاسکتے۔خواہ اسکا گھر ایک جگہ میں ہے اور جائے تجارت دوسری جگہ پر ایک آدمی اسکاگھر ایک جگہ ہے جائے ملازمت دوسری جگہ پرہے انکا آمدورفت اگر بالکل بند ہو تو تجارت اور ملازمت کیسے چلے گی؟ اور روز کے روز کمائی کرکے کھانے والوں کا کیاحشر ہو گا؟اور یہ پابندی کسی قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں یا قرآن و حدیث کے مخالف تو نہیں ہے؟ اگر قرآن و حدیث میں اسکاثبوت نہیں ہے بلکہ اسکے خلاف ہیں،ان سے رجوع کرناچاہیئے،ان کوواپس لیناچاہیئے۔

۲۔ایک خاندان کے لوگ مختلف علاقہ میں رہتے ہیں،کوئی بیمار ہے اگر دوسرے علاقہ کے لوگ تیمارداری کے لئے جاوے،عیادت کے لئے جاوے خدمت کے لئے جاوے یا ہسپتال میں جاوے قرآن وسنت کے تحت تو یہ سب امور جائز ہیں اور ماموراور سنت رسول کے عین مطابق ہیں۔بلکہ شریعت کاحکم ہے کہ سب کچھ کرناچاہیئے۔انکاحق ہے کہ وہ خدمات انجام دیں۔تیمارداری کرے۔اسمیں اللہ کے رسول کی احادیث میں انکی تحریک وترغیب موجودہیں

نیز حالات کے تحت بعض وقت ہسپتال والوں پر مریض کے رشتہ داروں کا پورا اعتماد نہیں ہوتا ہے، اسکا کیا حل ہوگا؟ اگر وہ اپنی مرضی سے نہ علاج کرسکے نہ خدمت تو ویسے بھی موت آجائے گی جو کہ غلط ہے یہ تو مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ شاید کفار کے یہاں اس کا جواز ملتا ہوگا جو کہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

۳۔ مساجد اور عبادت خانے اللہ کی طرف سے (۱) نمازوں، تلاوت قرآن، ذکر و اذکار کے لئے متعین ہیں۔ (۲) اسمیں اللہ کی ملکیت ہے، کیونکہ یہ سب اللہ کے گھر ہیں۔ (۳) انکا ہر گھر امن کی جگہ ہوتی ہے۔ (۴) عبادت کی جگہ ہوتی ہے۔ (۵) سکون و راحت سے عبادت کرنے کی جگہ ہوتی ہے۔ (۶) ثواب کثیر حاصل کرنے کی جگہ ہوتی ہے۔ (۷) اجتماعی عبادت نماز فرائض کی باجماعت ادا کرنے کی جگہ ہوتی ہے۔ (۸) جمعہ ادا کرنے کی جگہ ہوتی ہے۔ (۹) یہ سب احکام اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے متعین ہیں اور انکے حکم سے ہیں، اللہ اور اسکے رسول کا حکم تو ہے کہ مسجدوں میں نماز باجماعت ادا کی جاوے، اسکا ثواب بہت زیادہ ہیں۔ نماز جمعہ بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی جاوے، اسکا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔

۴۔ اللہ اور اسکے رسول کا حکم یہ ہے مساجد کو نہ بند کیا جاوے۔

۵۔ نہ اس میں کسی افراد کی تحدید کی جاوے۔ بلکہ جتنے لوگ زیادہ آئینگے، نماز ادا کریں گے، اللہ تعالی کی رحمتیں زیادہ نازل ہونگی۔ لیکن اسکے برخلاف کیا جاوے، مسجدوں پر پابندی لگے، یا اسکی تحدید کی جاوے، یا تالا لگایا جاوے، بلکہ مسجد میں جانے والے کو سزا دیجاوے، تو یہ سب امور مسجد کی تخریب کاری ہے، مسجد کی ویرانگی ہے۔ اور اسطرح کی تخریب کاری مسجد کے ساتھ زیادتی و ظلم ہے۔ اس سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ اسلئے یہ چیزیں موجب گناہ اور سبب عذاب الہی ہوگا۔ ہمکو ہوش و حواس سے کام لینا چاہئے۔

بعض انسانوں کی ہدایات وتحقیقات جو آئی ہیں اور انکے اصول جس پر پابندی سے فوائد موھومہ کے پیش نظر ہوتے ہیں، انکو ماننا جو تحقیقی اور اپنی اجتہادی چیزوں میں سے ہیں اور ظنی ہیں کہاں تک ضروری ہے۔ اب ہم کو سوچنا چاہئے کہ انکی ظنی اور اجتہادی چیزوں کو مانیں یا اللہ ورسول ﷺ کے قوانین کو! جو کہ وحیٔ الٰہی کے تحت ہیں اور قطعی اور لازمی ہیں۔ اور اللہ ورسول کے اصولوں کو نہ ماننے سے کفر آتا ہے۔ جبکہ اللہ اور اسکے حکم پر عمل کرنے میں ایمان بھی ٹھیک رہتا ہے اور اسمیں حکومت وقت کا کچھ نقصان بھی نہیں ہے بلکہ سب لوگوں کے فائدے ہیں۔ رحمت الٰہی نازل ہوتی ہیں۔ نزول رحمت کا بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اللہ اور اس کے حکموں کو نہ ماننے میں اللہ کے عذاب وسزا کا خطرہ غالب ہے۔ آخرت کے سزا وعذاب تو الگ ہیں۔

عجیب بات ہے انسانی ضروریات خواہ لازمی ہو یا استحبابی اس کے لئے بازار تو روزانہ دو چار پانچ چھ گھنٹے کے لئے کھلا رہنا ضروری ہے، اسطرح دوسرے ادارے بھی کھولے رہے ہیں، تو خدا کی "عبادت" اللہ کے رسول ﷺ کی "اطاعت" جو فرائض اور واجبات میں سے ہیں، ان کے تحت نمازوں کے لئے روزانہ فرائض خمسہ پانچ نمازوں کے لئے دو تین گھنٹے مسجدوں کو کھلا رکھی جائے، اسمیں ممانعت کی خاص وجہ کیا ہے، پتہ نہیں۔ اسمیں کونسی مصیبت آجاتی ہے؟ جبکہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، کسی کی ملکیت نہیں ہے اسمیں اللہ کی عبادت کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں، گناہوں کے لئے جمع نہیں ہوتے۔ ثواب کے لئے حاضر اور جمع ہوتے ہیں، روئے زمین میں سب سے مساجد بہترین جگہ ہوتی ہیں، اور سب سے صاف ستھری جگہ مساجد ہوتی ہیں، سب لوگ اسمیں باطہارت پاکیزگی کے ساتھ آتے ہیں، جبکہ دوسری اجتماع گاہیں ایسی نہیں ہوتیں انمیں کافر ومشرک اور پاک وناپاک ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، غلط اور ناجائز باتیں اور ناجائز کام بھی ہوتے ہیں، لیکن وہاں کا اجتماع ممنوع نہیں ہوتے یہ چیزیں سوچنے کے قابل ہیں۔

اور ایک آخری ضروری بات ہے!

ڈاکٹروں کی تحقیقات اور محکمۂ صحت کی تحقیقات بشرط عدم مخالفِ حکمِ شرعی یعنی خلاف شرع نہ ہوں، قابل عمل ہیں۔ لیکن اللہ ورسول ﷺ کے حکموں کو پامال کرکے اُن تحقیقات کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔ لقوله عليه الصلوة والسلام لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ دوسری وجہ ہے کہ ہر انسان خطاکار ہے۔ اور خطاوں سے پُر ہیں، اللہ اور اسکے سب احکامات وحی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ انمیں مطلق خطا اور شک وشبہ نہیں ہے نہ ممکن ہے نہ اسکی گنجائش ہے۔ لہذا ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ہاں جو لوگ بیمار ہیں، یا جو اصحابِ اعذار ہیں انکو منع کیا جاوے، مسجد میں آنے سے روک دیا جاوے، تو یہ درست ہے۔ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ ہے۔ لیکن جو لوگ نہ معذور ہیں، نہ مریض ہیں، بلکہ وہ صحت مند ہیں مسجدوں میں عبادت کرنا چاہتے ہیں اللہ ورسول کا حکم یہی ہے کہ وہ مسجدوں میں آئیں، نماز خمسہ اور نماز جمعہ تلاوت کریں، تو کیوں روکا جاوے؟ انکا روکنا نصوص شرعیہ کے خلاف ہو جاتا ہے، امید کہ ہمارے گذارشات کو دیکھا جاوے، سنا جاوے اور انکو قبول کیا جاوے۔ اسمیں اللہ کی رضامندی ہو گی اور رسول کی اطاعت ہو گی اور قوم وملت کے لئے فلاح وبھلائی ہو گی۔ ورنہ سخت خطرۂ عذاب ہے، خوف سزا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو حفاظت فرماوے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ

۲۵ شعبان ۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنج وقتہ جماعت کی اہمیت اور جماعت میں صف بندی اور نماز تراویح اور رمضان میں ختم قرآن کا حکم

جماعت کے ساتھ پنج وقتہ نمازیں اور نماز جمعہ از روئے قرآن و سنت تندرست مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے۔ انکا منکر دشمن خدا ہے۔ انسے روکنے والا بڑے ظالم ہیں۔

جماعت کی اہمیت:

عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلوۃ إلا منافق قد علم نفاقه او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یأتی الصلوۃ وقال أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علّمنا سنن الهدٰی وإن من سنن الهدٰی الصّلوۃ فی المسجد الّذی یؤذّن فیه۔

وفی روایة إن اللّٰه شرع لنبیکم سنن الهدٰی وإنهن من سنن الهدٰی ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف فی بیته لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم نبیکم لضللتم۔ (رواہ مسلم، ج۱، ص ۲۳۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آپکو یعنی مسلمان کو اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا، جسکی منافقت ڈھکی چھپی نہیں ہوتی تھی بلکہ عام طور سے لوگوں کو اسکی منافقت کا علم ہوتا تھا یا کوئی بیچارہ مریض ہوتا تھا جو بیماری کی مجبوری سے مسجد تک نہیں آسکتا تھا اور

بعضے مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر مسجد میں آتے اور جماعت میں شریک ہوتے۔ اسکے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سنن ھدٰی کی تعلیم دی ہے یعنی دین و شریعت کی ایسی باتیں بتلائی ہیں، جن سے ہماری ہدایت وسعادت وابستہ ہے اور انہیں سنن ھدٰی میں سے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو جماعت سے نماز ادا کرنا بھی ہے۔

ابن مسعودؓ کی ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ آے مسلمانوں! اللہ نے تمہارے نبی کے لئے سنن ھدٰی مقرر فرمائی ہے۔ یعنی ایسے اعمال کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالی کے مقام قرب و رضاء تک پہونچانے والے ہیں اور یہ پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں ادا کرنا انہیں سنن ھدٰی میں سے ہے اور اگر تم اپنے گھروں یں یہ نمازیں پڑھنے لگو گے، جیسا کہ ایک آدمی جماعت سے الگ ہو کر اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے پیغمبر کے طریقہ چھوڑ دوگے اور تم جب اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دوگے تو یقین سے جانو کہ تم راہ ھدایت سے ہٹ جاوگے اور گمراہی کے غار میں جا گروگے۔ (صحیح مسلم ج ۱، ص ۲۳۲)

حضرت ابو ھریرۃؓ کی روایت سے ایسی جماعت کے تارکین کے لئے وعید آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ آگ کا ایک شعلہ لیکر ان کے گھروں میں جاؤں تا کہ ان کے گھروں کو جلا دوں جو نمازوں میں نہیں آتے۔ (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوتا ہے پنج وقتہ نمازوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرنا واجب اور ضروری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ تارک نماز اور تارک جماعت گنہگار ہو گا۔ اسکی نمازیں جو گھر میں پڑھی ہیں قبول نہ کیا جائیگا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ من سمع النداأ من المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوة التی صُلی۔ (رواہ ابو داؤد و دار قطنی)

جماعت میں صف بندی بھی سنن ھدیٰ میں سے ہے اور عملاً واجب ہے

نماز میں صفوں کی برابری اور لگاتار کھڑا ہونا کندھے کو کندھے سے ملا کر کھڑا ہونا بھی واجب ہے۔ اسکا تارک مرتکب معصیت ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سوُّوا صفوفکم فإن تسویة الصفوف من إقامة الصلوة۔ (رواہ البخاری: ح۷۲۳، مسلم: ۴۳۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے لوگو! نماز میں تم لوگ صفوں کے برابر کرلیا کرو۔ کیونکہ صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا نماز قائم کرنے کا جز ہے۔ (رواہ البخاری: ح۷۲۳، مسلم: ۴۳۳)

یعنی قرآن پاک کے اندر اللہ تعالی نے جو اقیموا الصلوۃ کا حکم فرمایا ہے اور اقامت صلوۃ کا حکم دیا ہے جو کہ تمام مسلمانوں کے لئے فرض عین ہے اسکی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ صفیں سیدھی اور لگاتار برابر رکھی جائیں۔ ورنہ نماز مکمل نماز نہ ہوگی۔

ماہِ رمضان المبارک، مبارک مہینہ ہے اسمیں ایک ایک فرض کا درجہ ستّر گونا زیادہ ہوجاتے ہیں اور ہر ہر سنت و نفل کا ثواب فرض کے برابر ہوجاتا ہے

نماز تراویح سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام صحابۂ کرام کا اس پر اجماع وائمۂ اربعہؒ کا اتفاق ہے۔ اس پر عہد صحابہؓ سے لیکر الی یومنا ھذا عمل چلا آرہا ہے۔ تمام امت مسلمہ کے افراد کے ذمہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اسکا ترک ناجائز اور گناہ ہے اور اسکا انکار کفر ہے۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس کو جاننے اور ماننے کی توفیق بخشے، اس کے لئے ہم عند اللہ دست بدعاہیں۔ آمین یارب العالمین۔

رمضان کے روزے اور نماز تراویح اور ختم قرآن اور اعتکاف کے بارے میں آیت قرآنی اور بہت سی احادیث رسول ﷺ وارد ہیں۔ پہلی حدیث سلمان فارسیؓ سے ہے، اس بارے میں اسکا خلاصہ لکھ دیتاہوں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے روایت کی، کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے شعبان کی آخری دن میں ایک خطبہ دیا۔ جسمیں آپ نے فرمایاہے، اے لوگو! تمہارے سر پر ایک عظیم اور بڑا مہینہ مبارک والا مہینہ آچکاہے اور اسمیں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اللہ تعالی اس مہینہ میں تمہارے ذمے اس کے سب روزے کو فرض قرار دیاہے اور اس مہینہ کی راتوں میں قیام کرنے، تراویح اور دیگر نوافل کو تطوّع قرار دیاہے۔ جو شخص اس میں کوئی ایک فرض ادا کریگا اسکو ستّر فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ اور اس میں ایمانداروں کے رزق میں بڑھا دیگا۔ جو کوئی سنت یا نفل ادا کریگا وہ ایسا ہوگا کہ گویا اس نے فرض ادا کیا ہے۔ یعنی ہر سنت نفل میں اس کو فرض کا ثواب ملے گا۔

بہت سے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور اس کے گردن کی جہنم کی آگ سے خلاصی ملے گی۔اور جس نے اس میں روزہ دار کو افطار کرائیگا اس کے لئے گناہ کی مغفرت ہو گی۔ ساتھ ساتھ روزہ دار کے روزہ کے برابر اسکو ثواب بھی دیا جائیگا۔خواہ پانی یا دودھ سے افطار کرایا ہو۔ اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلائیگا اسکو اللہ تعالی میرے حوض کوثر کا پانی پلائیگا۔ جسکے بعد وہ دخول جنت تک کبھی پیاسا نہ ہو گا، یہ رمضان کا مہینہ کے ابتدائی دس روز خصوصی رحمتوں کے دن ہونگے۔ اور درمیانی دس روز خصوصی مغفرتوں کے دن ہونگے اور آخری ایام جہنم سے خلاصی کے دن ہونگے۔جب کوئی اپنے ماتحتوں کے کاموں میں تخفیف کر دیگا تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو معاف کر دیگا اور جہنم کی آگ سے نجات دے دیگا۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حدیث مذکور سے رمضان المبارک کی بڑی بڑائی اور اس کے برکتوں والا ہونا ظاہر ہوا ہے، سب سے بڑی اور برکت والی چیز تو یہ ہے کہ اسمیں شب قدر ہو گی، جسمیں عبادت کرنے کا ثواب ہزاروں مہینہ سے زیادہ ہیں۔ اور دوسری چیز یہ کہ اسمیں فرض کا ثواب میں ستّر گنا اضافہ کر دیا جائیگا۔ اور ہر سنت و نفل کا ثواب ایک ایک فرض کے برابر ہو گا۔ فرض زکوۃ ادا کرے گا، ایک ایک روپیہ کے بدلہ میں ستّر روپیہ کا ثواب ملے گا، اور نفل صدقہ ادا کریگا تو ہر نفل صدقہ یا نفل خیرات کے بدلہ میں ایک ایک فرض کا ثواب ملے گا۔ یہ سب چیزیں اللہ تعالی کی طرف سے اضافی عطا کی جائیں گی وغیرہ وغیرہ۔

لہذا ہم کو اس رمضان المبارک کی قدر کرنا چاہئے، حتی الامکان تراویح کی نمازوں کو جماعت کے ساتھ خواہ مسجد میں یا گھروں میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے اور ختم قرآن بھی

سنت موکدہ ہے۔ لیکن ثواب فرض کے برابر ہے۔ اسکو بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ آخری عشرہ کا اعتکاف ہے اگر ممکن ہو تو اسکو بھی ادا کرنا چاہئے۔ ترک نہ کرنا چاہئے۔ جس قدر ممکن ہو نفل خیرات وصدقات دینا چاہئے۔ کیونکہ ثواب ہر روپیہ کا فرض کے برابر ملے گا۔ اللہ تعالی سبکو توفیق دیوے۔

نماز تراویح کی سنیت اور ختم قرآن کی سنیت پر کتب فقہ وفتاوی کے حوالے:

وفی الدر المختار : التراویح سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء۔ (ج ۲، ص ۴۳، ایچ ایم سعید کراچی)

وفی رد المحتار: صححه فی الهدایة وغیرها وهو المروی عن ابی حنیفة وذکر فی الاختیار ان ابا یوسف سأل ابا حنفیة عنها وما فعله عمر رضی اللہ عنہ فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یأمر به الا عن اصلٍ لدیه وعهد من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ وأیضا ووافقه علی ذٰلك عامة الصحابة ومن بعدهم الی یومنا هذا بلا نکیر۔ (ج ۲، ص ۴۳، ایچ ایم سعید کراچی)

وفی الهندیة : التراویح سنة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وقیل هی سنة عمر رضی اللہ عنہ والاول اصح کذا فی جواهر الاخلاطی وهی سنة للرجال والنساء جمیعا کذا فی الزاهدی ونفس التراویح سنة عینیة عندنا کذا فی التبیین وهو الصحیح۔ کذا فی محیط السرخسی (ج ۱، ص ۱۱۶، مکتبة الرشیدیة)

✷ولو ترك اهل المسجد كلهم الجماعة فقد اساؤوا واثموا كذا فى ميحط السرخسى (ج۱، ص۱۱۶، مكتبة الرشيدية)

✷وان صلى بجماعة فى البيت اختلف فيه المشائخ والصحيح ان للجماعة فى البيت فضيلة وللجماعة فى المسجد فضيلة اخرٰى فإذا صلى فى البيت بجماعة فقد حاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى۔ كذا قاله القاضى ابو على النسفى۔ والصحيح أن ادائها بالجماعة فى المسجد افضل وكذا فى المكتوبات (ج۱، ص۱۱۶، مكتبة الرشيدية)

✷ فإن كان لا يختم فى مسجد حيه له ان يترك مسجد حيه (ج۱، ص۱۱۶، مكتبة الرشيدية)

تراویح کی جماعت میں ایک مرتبہ ختم قرآن کرنا سنت موکدہ ہے۔اگر محلہ کی مسجد چھوڑے گاتودوسری مسجد میں ختم کیلئے جائیگا۔

✷ وينبغى للإمام إذا اراد الختم ان يختم فى ليلة السابع والعشرين كذا فى المحيط، ويكره ان يعجل ختم القران فى احدٰى وعشرين او قبلها۔ (ج۱، ص۱۱۸، مكتبة الرشيدية)

✷السنة فى التراويح انما هو الختم مرة فلا يترك لكسل القوم كذا فى الكافى۔ (ج۱، ص ۱۱۸، مكتبة الرشيدية)

تراویح میں ختم قرآن ستایسویں رات کوکرنے چاہئے لوگوں کی سستی کی بناء پر اسکونہ چھوڑنا چاہئے۔

✷ والختم مرتين فضيلة والختم ثلٰث مرات افضل۔ (ج۱، ص ۱۱۸، مكتبة الرشيدية)

وفى البحر عن الخلاصة رواية عن ابى حنيفة انها سنة وذكر فى الاختيار ان ابا يوسف سأل ابا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراويح سنة مؤكدة لم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن مبتدعا ولم يأمر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله ﷺ (ج۲،ص۶۶، مكتبة الرشيدية)

وفى البحر : ايضا وسن فى رمضان عشرون ركعةً بعد العشاء قبل الوتر وبعده جماعة والختم مرة وفيه ممن شرح المنية وحكى غير واحد الاجماع على سنيتها وقد سنها رسول الله ﷺ ثم وقعت المواظبة عليها فى اثناء خلافة عمر رضی اللہ عنہ ووافقه عامة الصحابة رضى اللّٰه عنهم كما وردا فى ذلك السنن ثم ما زال الناس من ذلك الصدر الى هذا علٰى اقامتها من غير نكير وكيف لا وثبت عنه ﷺ عليكم بسنتى وسنتى الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ كما رواه ابو داؤد واطلقه فشمل الرجال والنساء كما صرح فى الخانية والظهيرية (ج۲،ص۶۶، مكتبة الرشيدية)

وفى البدائع : والصحيح قول العامة انها عشرون ركعة لما روى ان عمر رضی اللہ عنہ جمع اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى شهر رمضان على أبى بن كعب رضی اللہ عنہ ليلة عشرين ركعةً ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعًا منهم على ذالك۔ (بدائع الصنائع، ج۲، ص۲۷۵)

کروناوائرس کے بارے میں تفصیلی جوابات

واضح رہے کہ صحت جیسی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب مخلوق کے لئے ایک نعمت ہے، بیماری بھی مخلوق کے لئے نعمت ہے ،اور بیماری اس کی اصلاح و تربیت کے لئے ہوتی ہے، اور مغفرت کے لئے بھی ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں جتنی بیماری ہیں سب بیماریاں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اس کے تابع ہیں، اور اسکے ماتحت آتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں اس کے مقابلہ میں اتنی دوائیاں بھی پیدا کی ہیں نیز بیماریوں میں جیسی برائی اور خرابی کی تاثیر رکھی ہے اسیطرح دواؤں میں فرحت و صحت کی اچھی تاثیر رکھی ہے اور ہر حال میں وہ اپنی تاثیر تب ظاہر کرتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم اور امر ہوتاہے. ورنہ بے اثر ہوتی ہیں.

قرآن وحدیث میں غور کرنے سے یہی باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے :

ما أنزل الله داءً الّا أنزل لهٗ شفاءً (بخاري شريف /۸۴۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس نے بیماری دی ہے اس نے بیماری کے لئے دوا بھی نازل کی ہے۔

موطا امام مالک میں ہے إنّ رسول الله ﷺ قال أنزل الدواء الذی أنزل الداء(ص /۷۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس اللہ نے بیماری پیدا کی ہے اس نے دوا بھی نازل فرمائی ہے.

عن أسامة قيل لرسول الله ﷺ انتداوىّ يا رسول الله في الأمراض قال عليه الصّلاة والسّلام تداؤوا لِأنّهٗ تعالیٰ لم يضع داءً الا وضع له الدواء (ص/۵۳۹)

اور ایک حدیث میں ہے: عن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال ما ظهر الغلول في قوم قط اِلّاألقى الله فيهم الرعبَ ولا فشا الزنا في قوم قط اِلّا كثر فيهم الموت ولا نقص قوم المكيال والميزان اِلّا قطع عنهم الرزق ولا حكم قوم بغير الحق اِلّا فشا فيهم الدم ولا ختر قوم بالعهد اِلّا سلط الله عليهم العدو .(موطا الامام مالك)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس قوم میں غلول اور خیانت کی کثرت ہوگی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں دشمن کا رعب ڈال دے گا اور جس قوم میں زنا عام ہو جائے گا تب ان میں اموات زیادہ ہوں گی. اور جس قوم کے اندر ناپ تول میں کم ناپنے اور کم تولنے کی عادت ہوگی. ان میں اللہ تعالیٰ رزق میں تنگی پیدا کر دیں گے اور جس قوم میں اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ظلم اور ناحق فیصلے کی عادت ہوگی ان میں قتل کی کثرت واقع ہوگی اور جس قوم میں بدعہدی اور وعدہ خلافی کی کثرت ہوگی ان میں اللہ تعالیٰ دشمنوں کو مسلط کر دیں گے۔

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ بعض گناہیں ایسی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نحوست میں بعض چیزیں بندوں پر مسلط کر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی گناہوں سے اور نافرمانیوں سے رجوع کر لیں، اگر وہ تائب ہو جاتے ہیں تو ان سزاؤں کو موقوف کر دیتے ہیں۔ اور ان کی نافرمانی

اگر بڑھ جاتی ہیں تو دوسری سزا نازل کر دیتے ہیں۔ اسلام سے قبل دنیا میں بہت سی قومیں گزری ہیں۔ اوراقِ تاریخ گواہ ہیں کہ ان کی نافرمانیوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان پر طرح طرح کے نازل کیا ہے اور ان نافرمان قوم کو عذاب میں مبتلا کیا ہے اگر وہ نافرمانیوں میں ڈسے رہتے رجوع نہ کرتے تو ان کو اس سے بھی بڑا عذاب دے کر ہلاک کر دئے ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سوال کیا کہ طاعون بیماری کے متعلق آپ نے نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام سے کچھ سنا ہے تو اس کو بیان فرمایئے ؟ تو حضرت زید نے فرمایا:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الطّاعون رجس ارسل علی طائفةٍ من بني إسرائيل أو علىٰ من كان قبلكم فإذا سمعتم فلا تقدموا عليه وإذا وقع بارضٍ وأنتم فيها فلا تخرجوا فرارًا منه۔ قال ابو النضر اي لا تخرجكم فراراًمنه۔ (رواہ البخاری: رقم الحدیث ۳۴۷۳)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طاعون کی بیماری ایک ناپاک اور بڑی خبیث بیماری ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اِسرائیل پر یا اس سے قبل کسی قوم میں بھیجی تھی یعنی کسی نافرمان قوم میں جو کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے تھے، ان کے عذاب و سزا کے طور پر یہ بیماری بھیجی گئی تھی اس بیماری کے متعلق تم جب کچھ سنو کہ کسی زمین میں وہ بیماری آئی ہے تو تمہیں اس قوم اور زمین سے دور رہنا چاہیے، کیونکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے نافرمانیوں پر عذاب اور سزا کے لئے بھیجی ہے تو اس عذاب والی جگہ سے دور رہو ،اور یہ ناپاک بیماری تمہاری زمین اور علاقہ میں آگئی ہے،

توتم لوگ اپنی زمین اور اپنے علاقہ سے باہر دوسری جگہ کی طرف مت جاؤ یعنی اس بیماری سے بھاگنے کی غرض سے اس علاقہ سے دوسرے علاقہ میں مت جاؤ، بلکہ اپنے علاقہ میں رہو بلاضرورت دوسری جگہ میں مت جاؤ۔

بخاری شریف کے حاشیہ میں حضرت سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیماری والی جگہ میں نہ جانے اور اس سے دسری جگہ میں نہ جانے کی ممانعت اور نہی کے بارے میں فرمایاہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے یا تشفیقی ہے لہذا اگر کسی ضرورت سے جاناہو تو جانا جائز ہے بڑا گناہ نہیں ہے مگر اگر بھاگنے کی نیت سے دوسری جگہ جایاجاوے، بھاگنے کی نیت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاناتو یہ گناہ ہے، اس پر مواخذہ ہوسکتاہے۔ اس کی وجہ یہ ہے:

(۱) اگر اس جگہ سے دوسری جگہ کوئی جائے گاتو ایمانی کمزوری کی بناپر دوسرے علاقہ والے سمجھیں گے کہ بیماری والا علاقہ سے آنے والے سے ہماری جگہ میں بیماری پھیل جائے گی اس کو یہاں سے نکال دیاجاوے۔ لہذادوسرے کو غلط فہمی کے گناہ میں مبتلا نہ کرے۔

(۲) اور بیماری والا علاقہ سے جانے والا اگر اس کو موت آنی تھی وہ دوسری جگہ جانے کے باوجود اسکو موت آہی جائے گی پھر فائدہ تونہ ہوابلکہ دوسری جگہ والوں کو بھی پریشان کیااور خود بھی مرگیا۔

(۳) اگر بیماری والا علاقہ سے جانے والا کی موت نہیں آنی تھی تو وہ بیماری میں مبتلا نہ ہوگا، یا بیماری میں مبتلا بھی ہو مگر صحتیاب ہو جائے گا مرے گا نہیں، کیوں کہ ہر آدمی کے واسطے موت کا دن اور وقت جگہ متعین ہے موت وہیں پر واقع ہوگی اسی وقت پر ہوگی اس میں تقدیم وتاخیر نہ ہوگی۔

بیماری والی جگہ سے نکلنے سے موت نہیں آئے گی" اور بیماری کے علاقہ میں جانے سے موت آئے گی" کا عقیدہ کفری عقیدہ ہے۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح کا عقیدہ نہ رکھے ورنہ ایمان والی موت نہ ہو گی، کفر والی موت ہو گی۔

تو حدیث میں بیماری والی جگہ سے بھاگنے کی جو ممانعت کی ہے اس میں یہ بھی مقصد ہے کہ لوگوں کا عقیدہ اسلام کے خلاف نہ ہو جاوے، ان کا عقیدہ صحیح رہے۔ہاں! پہلے سے اگر عقیدہ درست ہے تو بیماری والے علاقہ سے دوسری جگہ کسی ضرورت سے جانا چاہیں تو جا سکتا ہے، اسی طرح بیماری والا علاقہ میں اگر عیادتِ مریض کے لئے جاوے، مریض کی خدمت کے لئے جاوے تو جا سکتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ عقیدہ صحیح ہے۔اسی وجہ سے عیادتِ مریض کے لئے بے شمار اجر و ثواب کا وعدہ ہے فرشتوں کی دعائیں ملنے کا وعدہ ہے اور انسانی حقوق کی ادائیگی بھی ہوتی ہیں۔

بیماری کی جگہ جانے سے خواہ مخواہ موت آئے گی،، بیماری لگے گی یہ اسلام کا عقیدہ نہیں ہے یہ کفری اور مشرکین کا عقیدہ ہے۔ مسلمانوں کو ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیے۔ورنہ خطرۂ کفر ہے۔

بالفرض اگر بیماری والا علاقہ سے نہ بھاگنے کے باوجود اگر موت آگئی ہے تو اس کو برا نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے، اللہ کے حکم سے موت آئی ہے۔اگر موت آہی گئی تو اللہ کا حکم سے آئی ہے، اللہ کے حکم سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اس طرح عقیدہ رکھنے کے بعد اگر بندہ مر بھی جاتا ہے تو یہ بندہ حدیث کی رو سے شہید ہوتا ہے، اس کو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اس کو وہ سب انعامات ملیں گے جو شہیدوں کے لئے رکھے گئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص طاعون کے علاقہ میں صبر کے ساتھ ہے رہے اور اس کو یقین ہے کہ جو کچھ ہو گا اللہ کے حکم سے ہو گا، تو وہ مرے گا تو اس کو شہیدوں و کا ثواب ہے (بخاری ۸۵۴) **المطعون شهيد والمبطون شهيد والغريق شهيد والحريق شهيد او كما قال عليه الصّلاة والسّلام** (نسائی شریف ۸۴۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طاعون کی بیماری میں مرا وہ شہید ہے، اس طرح جو شخص پیٹ کی بیماری میں مرا وہ بھی شہید ہے، اسی طرح جو پانی میں ڈوب کر مرا وہ بھی شہید ہے، اور جو شخص آگ میں جل کر مرا وہ شہید ہے الحدیث۔

غرض جب ان کا عقیدہ درست تھا کہ طاعون میں مرنا، اور پیٹ کی بیماری میں مرنا، اسی طرح پانی میں ڈوب کر مرنا، اسی طرح آگ میں جل کر مرنا، اللہ کے حکم کے تحت مرنا ہوا ہے۔ ورنہ اللہ کے حکم کے بغیر طاعون کے اندر میں کوئی طاقت مارنے کی نہیں ہے۔ اسی طرح پیٹ کی بیماری کی کوئی طاقت نہیں ہے کہ آدمی کو مار دے، اس طرح پانی کو اختیار نہیں ہے کہ کسی کو مار دے، اس طرح آگ کو اختیار نہیں ہے کہ کسی کو ہی موت دے دے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے ہوا ہے مقدر ایسا ہی تھا تو اس عقیدۂ صحیح کی وجہ سے بندہ کو شہادت کا اجر وثواب ملے گا۔ اور اگر اس کا عقیدہ ایسا نہیں تھا بلکہ فلاں جگہ جانے سے طاعون کی بیماری لگ گئی فلاں چیز کھانے یا استعمال کرنے سے پیٹ کی بیماری ہو گئی ہے، اللہ کے حکم سے نہیں مرا، اسی طرح فلاں جگہ جانے سے پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ اگر نہ جاتا تو نہیں مرتا، یا فلاں جگہ جانے سے آگ میں مر گیا ہے موت کو اس نے خود اختیار کیا ہے اللہ کے حکم سے نہیں مرا ہے، تو یہ عقیدہ شرک کا ہے۔ ایسا شخص کو شہید کا ثواب نہ ملے گا۔

مہلک بیماریاں کفار کو عذاب دے نے کیلئے نازل کی جاتی ہیں:

حدیث شریف میں ہے طاعون کی بیماری اس طرح کوئی مہلک بیماری کو کفار اور مشرکین کے واسطے عذاب دینے کے لئے نازل کیا جاتا ہے، اور ایمانداروں کے واسطے رحمت کے طور پر نازل کیا جاتا ہے اگر بندہ صبر کرتا ہے اور یہ بیماری اللہ کی طرف سے ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس یقین کے ساتھ بیماری کا علاقہ میں رہتا ہے بیماری میں مر جاتا ہے، تو یہ بیماری اس بندہ کے لئے رحمت ہے اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اس کے درجات بلند ہونگے اس کو شہید کا ثواب ملے گا اور شہیدوں کی طرح جنت کے انعامات ملیں گے، ظاہر بات یہ ہے کہ سب گناہوں کا معاف ہو جانے، درجہ کا بلند ہونا، اور شہیدوں کا ثواب ملنا اور ان کے انعامات ملنا یہ سب چیزیں اللہ کی رحمت کے سوا اور کیا ہیں، رحمت ہی رحمت ہے، اس کے برعکس کفار اور مشرکین کا عقیدہ چونکہ باطل ہیں کہ بیماری یہ عذاب وسزا کچھ نہیں، بلکہ یہ بیماریاں انسانی آفات ہے ایک سے دوسرے میں جاتی ہیں اسلئے ان سے دور رہنا چاہئے، تو یہ بیماریاں ان کے لئے سبب عذاب ہیں، رسول اللہ ﷺ یہی فرمایا ہے چنانچہ یہ لوگ جب مرتے ہیں ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا اسی حال میں مر جاتے ہے ان میں اگر کوئی مہلک بیماری میں مرتا ہے تو عموماً اکیلا مر جاتا ہے ایک عذاب تو یہ ہے کہ بیماری میں مرنا دوسرا عذاب یہ ہے کہ مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں جائے گا جس حالت میں ہوگا اللہ تعالیٰ ان کو زندہ کر کے عذاب برزخ میں مبتلا کر دے گا، جیسا کہ ایمانداروں کو عالم برزخ میں جنّت کی بشارت اور وہاں کی ابتدائی انعامات ملنا شروع ہو جائیں گے بعض کو حساب وکتاب کے بغیر سیدھا جنت جانا نصیب ہوگا، بعض کو حساب کے بعد جنّت میں جانا نصیب ہوگا۔ اور کفار ومشرکین کو سیدھا جہنم میں بھیجدیا جائے گا تو گویا ایماندار لوگ رحمتوں میں اور انعامات میں

ہوں گے۔ اور کفار و مشرک لوگ مرنے کے بعد بھی لعنت میں ہوں گے، قیامت کے دن فیصلہ کے بعد بھی عذاب میں ہوں گے، کیوں کہ ان کا عقیدہ خراب اور باطل تھا۔ اور سب کے اعمال برے تھے لہذا انکو شرک و کفر اور بد اعمالوں کی سزا ملنی چاہیئے۔ کفّار طاعون کی بیماری اور دوسری مہلک بیماریوں کو اسطرح ڈرتے ہیں گویا کہ یہ بیماری انکی ہلاکت کے واسطے آئی ہے، مہلک بیماری سے اسطرح ڈرتے ہیں جیسے وہ دوسرا خدا ہے، حقیقی خدا اور رسول کی مخالفت سے تو وہ نہیں ڈرتے، نہ ان پر ایمان رکھتے، نہ آسمانی وحی کی بنیاد پر آنے والی ہدایات اور دوسری احکامات کی اہمیت دیتے ہیں تو ان کے لئے عذابِ الیم کے سوا اور کیا ہو گا۔

اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ایماندار بندہ پر طاعون اور کوئی مہلک بیماری آتی ہے اور وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بیماری اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے حکم سے آتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے، اور اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو مانتا ہوا مرے گا، تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس مرنے والا کا شہیدوں کی طرح اجر و ثواب ہو گا، ان کے طرح انعامات بھی ملیں گے۔ کفار اور مشرکین کے عقائد باطلہ کو رد کرنے کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیکر فرمایا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا صفر ولا ھامۃ“ (بخاری شریف ۸۵۷)

یعنی مذہب اسلام میں کوئی بیماری سرایت کرنے والی نہیں ہوتی، پیٹ کی کوئی بیماری صفر کے نام سے نہیں ہوتی، نہ کوئی اسلام میں بد شگونی کی گنجائش ہے اور نہ کسی پرندہ کی آواز سے بیماری آتی ہے۔

اگر کوئی شخص اس طرح کا عقیدہ رکھے گا وہ مشرک ہو جائے گا کیونکہ مذکورہ عقیدۂ باطلہ مشرکین کے ہیں۔ مشرکین کا عقیدہ ہے کہ ایک انسان کی بعض بیماری اختلاط سے ایک دوسرے سے ملنے سے، مصافحہ کرنے سے، معانقہ کرنے سے، ساتھ رہنے اور کھانے پینے سے، دوسرے شخص میں منتقل ہو جاتی ہے، اس سے دونوں یا کوئی ایک مر جائے گا، لہٰذا ان کے اس غلط عقیدہ کی بناء پر ایک دوسرے سے اختلاط اور ملاقات، ایک ساتھ رہنے سہنے، کھانے، پینے سے منع کرتے ہیں، روکتے ہیں، انکے خیال میں موجودہ زمانہ میں "کرونا وائرس" کی بیماری بھی ایسی ہے، کہ وہ ایک انسان سے دوسرے انسان میں آجاتی ہیں جبکہ ان میں اختلاط اور ملاقات ہوگی انکے درمیان جمعیت ہوگی، اسی واسطے انکے ڈاکٹروں کا فیصلہ ہے کہ زیادہ اجتماع اور جمعیت نہ ہو، حتیٰ کہ نماز کی جماعت اور جمعہ کا اجتماع بھی نہ ہو، لیکن ہمارے مذہب اسلام کا فیصلہ اس سے جداگانہ ہے۔ اسلام کہتا ہے دنیا کی ساری بیماریاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے واسطے اللہ ورسولؐ کے نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر عذاب کے طور پر نازل کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں پر یہ بیماریاں آتی ہیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت ہوتی ہیں، کیونکہ بیماری کا اللہ تعالیٰ نے علاج اور دوا بھی نازل کی ہیں اور اسی واسطے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایمان داروں کو بیمار ہو جائیں تو دوا اور علاج کے لئے کہا ہے، بیماری آگئی ہے تو اللہ کی طرف سے آئی ہے اس عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اور اس پر صبر کرنے سے ثواب ملے گا گناہ معاف ہوگا درجات بلند ہونگے اور اللہ کے حکم سے اگر علاج کے بعد یا دعا وغیرہ کے بعد بیماری اچھی ہوگئی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندہ پر راضی اور خوش ہو جائے گا کہ میرا بندہ کا عقیدہ صحیح ہے بیماری کو میری طرف سے سمجھتا ہے اور اپنے نبی ﷺ کے حکم کے تحت دوا علاج کرتا ہے سنت کا ثواب بھی ملے گا،

اور بیماری پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا اور اس کے درجات کو بلند کر دیں گے اور زندگی اگر باقی ہے بعد میں حیات طیبہ نصیب فرمائیں گے، اور رزق بھی عطا فرمائیں گے یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔

دنیامیں جتنی بیماریاں ہیں وہ ایمانداروں کے لئے گناہ معاف ہونے کا بڑا ذریعہ ہے:

(باب الامراض مکفّرات للذنوب)

یعنی جتنی بیماریا ہیں وہ مریضوں کے گناہوں کے واسطے معافی کاذریعہ ہوتی ہیں-حدیث شریف میں ہے: ان النبي ﷺ قال ان المؤمن اذا اصابه سقم ثم اعفاه منه كان كفارةلما مضى من ذنوبه وموعظة له فيما يستقبل، و ان المنافقة اذا مرضت ثم اعفاه كان قل بعيري عقله اهله ثم ارسلوا لما عقلوه ولم يدر لما ارسلوه۔(ابوداود شریف ۴۴۰)

امام ابوداؤدرحمہ اللہ علیہ نے باب باندھاہے کہ ساری بیماریاں ایمانداروں کے واسطے گناہوں کی معافی کاذریعہ ہوتے ہیں چنانچہ دلیل کے طور پر انہوں حدیث کاذکر کیاہے کہ ایماندار بندہ پر جب بیماری آتی ہیں اور صبر کرتاہے اس کو اللہ کی طرف سے سمجھتاہے، اللہ تعالیٰ نے اگر عافیت دے دی اور اس کو شفاہو گی تو پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور یہ بیماری آئندہ میں اسکے واسطے گناہوں سے بچنے کے لئے نصیحت بن جائے گی۔ لیکن کافر اور منافق کو جب بیماری ہوتی ہے تو وہ صبر کی جگہ جزع وفزع کرتاہے، چینختاہے پریشان ہوتاہے، چلاّتاہے، یہ بیماری اللہ کی طرف سے ہونے کاپورایقین نہیں رکھتاجب دواوغیرہ کرکے اس کو صحت ملتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ بیمار ہوا تھا اب دوا اور علاج کرنے سے تندرست ہو گیاہوں اللہ تعالیٰ نے شفادی ہے اس پر یقین نہیں رکھاتا، پھر وہی گناہ کرتاہے نافرمانی کرتاہے جوپہلے کرتاتھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ایک جانور کی طرح ہے، جانور کو جب مالک رسّی سے چھوڑ دیتا ہے، تو وہ ہر کسی کے کھیت اور چارہ میں چلا جاتا ہے، پھر جب مالک نے دیکھا یہ جانور تو ایک جگہ رہتا نہیں ہے، مقررہ غذا اور چارہ پر صبر نہیں کرتا تو اس کو باندھ دیتا ہے ایک دو دن بند رکھنے کے بعد جب مالک مقررہ غذاہ دیتا ہے اس پر صبر کرنے کی جگہ پھر اِدھر اُدھر بھاگ کر دوسرے کے کھیت میں، چارہ میں جاتا رہتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ پچھلے دفعہ اِدھر اُدھر جانے کی وجہ سے مالک نے باندھ دیا تھا پھر دوبارہ جب دوسرے کے کھیت میں جاؤنگا مالک باندھے گا، اس وجہ سے جب بھی مالک چھوڑتا ہے وہ جانور دوسرے کی کھیتوں میں چلا جاتا ہے۔ کافر ومنافق بھی ایسا ہے۔ بیماری میں کیوں مبتلاء ہوا پھر اللہ نے صحت کیوں دی ہے، ان چیزوں کو نہیں جانتا، نہیں سمجھتا، پھر یہ کافر ومنافق بھی جانور کی طرح ہو کر اپنے گناہوں سے شرک اور کفر سے توبہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اولٓئك كالانعام بل هم اضل سبيلا**۔ اور حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفّار بیماری میں مبتلاء ہو جانے کے بعد یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ بیماری اللہ تعالیٰ نے دی ہے، نافرمانی کی وجہ سے دی ہے۔ اللہ کے نافرمانی کرنے کے بناء پر دی ہے، تو صحت مل جانے کے بعد جب زندگی شروع کرتا ہے تو جانور کی طرح پہلے کی مثل دوسرے کے کھیتوں میں چلا جاتا ہے، دوسروں پر زیادتی کرتا ہے، ان پر ظلم کرتا ہے، ان کے حقوق کو ضائع کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس کو بیماری میں مقیّد کر دیتا ہے، پھر وہی ہائے ہائے کرتا ہے، اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتا، اس کی کتاب قرآن کے احکام کو نہیں مانتا اور اللہ کے نبی علیہ السلام کے حکموں کو نہیں مانتا، تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت مواخذہ کرتا ہے، شدید عذاب دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری حدیث ہے آپ نے روایت فرمائی ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ ایماندار بندہ کو جب بھی کوئی مصیبت سے آتی ہے، بڑی سے بڑی مصیبت یا چھوٹی مصیبت سے چھوٹی، یہاں تک کہ اگر بدن کے کسی جگہ کوئی کانٹا چھپ جاتا ہے تو اس کو ہر مصیبت کے بدلہ میں گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے تو مصیبت مؤمن بندہ کے لئے مصیبت ہی نہیں رہتی بلکہ اللہ کی رحمت بن جاتی ہے۔

نیز کفّار اور منافق لوگ بعض دفعہ اپنی جہالت اور نادانی میں آکر بیماریوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، یہ ان کی سخت حماقت اور بد بختی کی علامت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جب بھی کوئی بیماری دی ہے، یا مصیبت دی ہے، یا دیتا ہے اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونے اور تائب ہونے کے لئے دی ہے اور دیتا ہیں۔ اگر وہ تائب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگتا بلکہ مزید سرکشی اوراپنی حماقت اور جہالتِ نفسانی میں آکر اللہ سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے نمرود وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہا مگر ناکام ہوئے، تو اس کے بندوں میں سے کون اس کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہے، یہ بات تو بالکل ناممکن ہے۔ قومِ لوطؑ نے اور قوم نوحؑ، اور ھودؑ بہت قوی الھیکل اور انسانوں میں بڑے جسم والے تھے مگر کس نے اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کیا ہے یا کر سکا ہے اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کرنا یہ تو انتہائی درجہ کی سفاہت اور جہالت ہے، کہ خدا کے عذاب آنے کے بعد اس کا مقابلہ کیا جاوے، ہاں مقابلہ کرنا چاہے گا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ بالکل تباہی آئے گی پوری نافرمان قوم پر تباہی آئے گی، بربادی آئے گی، یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ذرّہ برابر مشکل نہیں ہے بلکہ آنِ واحد میں تباہی آسکتی ہے ’’وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر، وھو العزالحکیم‘‘ مگر اللہ تعالیٰ حلیم و بردبار ہیں، بندہ کو ڈھیل دیتا ہے، کہ وہ شاید رجوع کرنا چاہے تو رجوع

کرلیوے، اور اگر رجوع نہیں کرتا تو دنیا میں شاید مصلحتاً گرفت نہیں کرے گا مگر آخرت میں بندہ کے لئے مرنے کے بعد تو جہنم کا سخت عذاب رکھا ہوا ہے اس سے کیسے بچے گا اور کون بچائے گا یہ تو کفّار کا معاملہ ہوا۔

مگر ایمانداروں کا معاملہ خدا کے ساتھ جدا ہے ایماندار لوگ اللہ کے کتاب پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں ان پر یقین کرتے ہیں مگر شیطانی وسوسہ، میں دھوکہ میں، آکر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرلیتے ہیں مگر اکثر دفعہ تنبّہ ہو جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، دن میں ہو یا رات میں، مسجدوں میں جاکر یا گھر میں، یا رات کی اندھیری میں خدا کے پاس گڑگڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے ایسے بندوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ میں معاف نہیں کیا تو بندہ جب دوبارہ، سہ بارہ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے، مسجدوں میں جاتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے، تو کبھی نہ کبھی اللہ کو رحم آجاتا ہے وہ معاف کر دیتے ہے۔ یا پہلے جو گناہ کرتے تھے اسے چھوڑ دے تا ہے اور دین پر پورا چلنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیتا ہے، پابندی سے شرعی احکام پر چلنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ تو غفور الرحیم ہے وہ اپنے ایماندار بندوں کو معاف کر دیتے ہیں یا اس کو کسی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاوے، یا کوئی اور مصیبت میں ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ سب بندوں کے احوال کو جانتے ہیں کیونکہ وہ علیم وخبیر ہے، بندوں کے لئے ان کے احوال کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں۔ بہر حال ان کے لئے متعدد طریقوں سے معافی کے طریقے ہیں بندہ جب رجوع کرتا ہے تائب ہو جاتا ہے یا عبادت کی کثرت کرتا ہے یا نمازیں پابندی سے پڑھتا ہے۔ ان وجوہ سے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

غرض یہ کہ ایماندار لوگ اللہ تعالیٰ کے مخصوص لوگ ہوتے ہیں ان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ کفّار کے مقابلہ میں آسمان و زمین کے درمیان جتنا فرق اور بُعد ہے اس سے بھی زیادہ فرق اور بُعد ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھئے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو بیماری دے دیتے ہیں اس کا مقصد بندوں کو عذاب دینا نہیں ہوتا بلکہ ان کے گناہوں کو معاف کر دینا مقصود ہوتا ہے، یا جنت میں ان کے رفع درجات فرمانا مقصود ہوتا ہے، یا انکو شہدوں کا ثواب دینا مقصود ہوتا ہے۔ جب کہ کافروں اور مشرکوں کو جب بیماری دی جاتی ہے اس کا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے کہ یہ کفار لوگ اپنی نافرمانیوں سے واپس ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ توبہ کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر پکّا ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر ایمان لے آتے ہیں ان کی شریعت اور دین اسلام کو قبول کر لیتے ہیں۔ تو ان کو بھی رجوع کرنے اور تائب ہونے کی بنا پر معاف کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ کفار اللہ سے رجوع نہیں کرتے ان کی کفریات اور معصیتوں سے تائب نہیں ہوتے تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دیا جاتا ہے، پھر مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اس واسطے ایمانداروں کو جو بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے اس میں یہ بیماریاں ان کے لئے رحمت بن جاتی ہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزرا ہے۔

لیکن ایمانداروں میں بعض لوگ سچی توبہ نہیں کرتے، زبانی توبہ کرتے ہیں، اللّٰہ توبہ اللّٰہ توبہ مگر گناہوں سے باز نہیں آتے بلکہ پہلے جھوٹ بولتا تھا اس کو توبہ کے بعد نہیں چھوڑا پہلے لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔ بیماری وغیرہ کے بعد بھی غیبت کے گناہ کو نہیں چھوڑا۔ یا پہلے سودی معاملہ کرتا تھا لیکن سودی معاملہ کو نہیں چھوڑا، اسی طرح رشوت لیتا تھا اس کو نہیں چھوڑا، لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتا تھا، اب تک اس کو نہیں چھوڑا، زنا کرتا تھا اس کو نہیں چھوڑا۔

تو گویا وہ کبھی سچی توبہ نہیں کی، اسکو کہتے ہیں زبانی توبہ، اس سے گناہ معاف نہیں ہوتے گناہ اپنی جگہ رہ جاتی ہے کہ گناہوں میں برقرار رہتے ہوئے بیماری میں کہتا ہے توبہ توبہ توبہ اللہ معاف کر دے دل سے ان گناہوں کو چھوڑنے کا عزم نہیں ہوتا ،بلکہ بیماری کے بعد پھر سے گناہوں کو بعد میں کرنے کا اردہ رہتا ہے، تو اس طرح کی توبہ حقیقت میں توبہ ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق ہے۔اس طرح توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا بلکہ ایسی صورت میں اس ایماندار بندہ کا ایمان بعض دفعہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے مثلا کہہ دیا! ایمان تو ہے پھر نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ زکوۃ دینے کی کیا ضرورت ہے؟روزہ کی کیا ضرورت ہے؟ ان چیزوں کو عملا ادا نہیں کرتا اور عملا ادا کرنے کو ضرورت بھی نہیں سمجھتا تو ایسا بندہ بے ایمان ہو کر مر جاتا ہے کیونکہ دینِ اسلام کے جتنے فرائض اور واجبات ہیں ان کا ادا کرنا ایماندار پر لازم ہوتا ہے۔ان کے انکار سے کفر آجاتا ہے۔ہاں زبان سے فرائض کو فرض جانتا ہے، عملاًادانہ کرنے کے بارے میں کہتے ہیں سستی ہے، غفلت ہے،ان کو ادا نہیں کرسکتا مگر سب چیزوں کو عقیدۃً فرض اور حق مانتا ہوں تو پھر بندہ کفر میں داخل نہیں ہوتا، کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے،مرتے دم تک توبہ نہ کی اور اللہ نے معاف نہیں کیا تو جہنم میں جائے گا۔جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا جہنم میں رہے گا ،پھر ایمان کی بناءپر جنّت میں جانا نصیب ہو گا، لیکن کون بندہ ہے کہ جہنم کے عذاب کو جا کر برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گا۔ اس لئے سب ایمانداروں کو چاہئے کہ سچّے دل سے توبہ کریں اور گناہوں کو چھوڑدیں، پورے دین پر عمل کی کوشش کریں۔

بات چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ بیماریاں جو پیدا کی ہے ایمان داروں کو اس میں مبتلا کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی رحمت ہیں کیونکہ بیماریوں کی بناء پر ایمان داروں کی گناہیں معاف ہو جاتی ہیں، بیماری کے بعد اگر زندگی رہی پھر اگر گناہ نہیں کرے گا تو صاف ستھرہ بن کر اللہ کے پاس جائے گا، سیدھا جنت میں جائے گا، اور اگر پھر گناہ کرے گا تو پھر توبہ کرنی ہوگی ورنہ پھر مؤاخذہ ہوگا، پھر بیماری لگے گی اور گناہوں کی معافی ہوگی اور اگر بیمار نہ ہوا اور گناہوں کے ساتھ موت ہوئی اللہ تعالیٰ نے رحم کر کے اگر معاف کیا تو بچ جائے گا ،ورنہ بڑے گناہوں کی بناء پر جہنم میں جانا پڑے گا، سزا کے بعد جنّت میں جا سکے گا۔

اور اگر کسی مہلک بیماری میں ایمان دار کی موت واقع ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ اگر اس کا عقیدہ صحیح اور درست ہے کہ اللہ قادرِ مطلق ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، اسکے رسول بر حق ہے، اور بیماری اللہ نے دی ہے، اس میں موت ہوئی تو اللہ کے حکم سے موت ہو گئی اور اس نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اس کے درجات کو بلند فرمائے گا، اور اس کو شہادت کا درجہ دے گا۔ یہی تو اس پر رحمت ہی رحمت ہوئی لیکن کفّار کے لئے یہی بیماری عذاب ثابت ہوا، کیونکہ اگر کافر بیماری میں اور کفر میں مرا اور بغیر صحیح دوا و علاج کے مرا، بدون تیمار داری کے مرا، بدون نماز جنازہ وغیرہ کے مرا، یہ سب چیزیں اس کیلئے عذاب ہی عذاب ہے۔

مہلک بیماریاں ایمان داروں کے لئے اللہ کی رحمت ہی رحمت ہیں:

اس کی کچھ دلیلیں تو پہلے گزری ہیں دوسری اور دلیل بھی لیجئے:

عن شرحبيل بن حسنة رضي الله عنه يحدث عن عمرو ابن العاص رضي الله عنه ان الطاعون وقع باالشام فقال عمرو تفرقوا عنه فانه رجز فبلغ ذلك شرحبيل ابن حسنة فقال صحبتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته يقول إنَّها رَحمة ربكم ودَعوة نبيكم وَموت الصالحين قبلكم فاجتمعوا له ولا تتفرقوا عنه فقال عمرو صدق۔ (طحاوی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۱۴)

راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے شرحبیل ابن حسنہؓ سے کہتے ہوئے سنااور ان سے میں نے گزارش کی تھی کہ مہلک بیماری مثلاً طاعون ''کروناوائرس'' میں مرنے والوں کے بارے میں کفّار و مشرکین کے احکام اور ایماندار اور مسلمانوں کے احکام مختلف ہیں حدیث مذکور میں اسی چیز کو بیان کیا گیاہے کہ یہ بیماریاں کفّار کے لئے ناپاک بیماری اور عذاب ہیں تفصیل یہ کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ملک شام کے اندر طاعون کی بیماری آئی تھی ،بے شمار لوگوں اور صحابہ کرامؓ اس میں شہید ہو گئے ہیں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنمنٹ وہاں صحابہ کرام کے حالات دیکھنے نے اور بعض صحابہ کرامؓ کے حالات دیکھنے اور بعض صحابہ کرامؓ کے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے تھے تو انہوں نے ایک جنازہ میں یہ فرمایا تھا کہ بھائی! یہ مہلک بیماری بڑی خبیث بیماری ہے لہذا آپ لوگ بڑا اجتماع اور بھاری جمعیت سے احتراز کرواور باہمی ایک دوسرے سے جدا جدا رہو۔وہیں پر حضرت شرحبیل بن حسنہؓ موجود تھے انہوں نے حضرت

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر نکیر فرمائی، اور کہا کہ میں نے نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام کو دیکھا اور آپؐ کی صحبت میں رہا ہوں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوں وہ فرماتے تھے کہ یہ بیماریاں کفار کے لئے تو عذاب ہیں، مگر ایمانداروں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔ اور اس میں تمہارے نبیؑ کی دعا بھی ہے، اور اس میں اس سے قبل صالحین کی موت ہوتی ہے، لہٰذا تم لوگ ان بیماریوں میں جدا جدا نہ ہو، بلکہ **اجتماعی عبادات** کو انجام دو، اور اللہ کا ذکر کرو، اور اجتماعی دعائیں کرو، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلیم کیا اور فرمایا آپ نے درست اور سچ بات بتلائی ہے۔ (طحاوی شریف ۳۱۴/ج ۲)

اس تاریخی حدیث اور نبی علیہ الصّلوۃ والسّلام کے اقوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مہلک بیماری کفّار اور مشرکین کے لئے عذاب ہے۔ مگر ایمان داروں اور مسلمانوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔ اس وجہ سے جہاں پر ہزاروں صحابہ کرام کی اموات ہوئیں اور صحابہ کرام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو غسل دیا اور ان کو کفن کا انتظام کیا ہے، ان صحابہ کرام میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ بھی تھے جن کو نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام نے اَمینُ ھذہ الاُمۃ کا خطاب عنایت فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا گورنر بنایا تھا اور اس گورنری کی حالت میں وہ بیمار ہوئے ہے اور شام ہی میں آپ نے وفات پائی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور بھاری جمعیت میں سب نے نماز جنازہ ادا کی، جن صحابہ اکرامؓ نے اس طاعون میں شہادت کا درجہ حاصل کیا ہے، ان کی فہرست تاریخ کی کتابوں میں درج ہے۔ یہ سب قرونِ اُولی کے لوگ تھے، انہوں نے براہ راست نبی علیہ الصّلوۃ والسّلام سے دین اور دینی علوم حاصل کئے تھے۔ انہوں نے طاعون کی

بیماری میں اپنے عقائد اسلام کو درست رکھا اور اس کی حفاظت کی، جو صحابی رضی اللہ عنہ دنیا سے جا چکے ہیں وہ سب شہید ہو گئے ہیں ان کو شہیدوں کا درجہ ملا ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ تھے وہ بھی دین اور شریعت پر قائم و دائم رہے ہیں، ان میں کوئی بھی صحابی بیمار کی سرایت کرنے کا عقیدہ والا نہ تھا "یعنی ایک کی بیماری دوسرے انسان میں آجاتی" کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا، وہ سب اس عقیدے میں رہے کہ دنیا کے ساری بیماریاں اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں، لہٰذا کفار کے لئے تو یہ بیماریاں عذاب ہوتی ہیں، اور ایمانداروں کیلئے یہ بیماریا ں نعمت اور رحمت ہوتی ہیں، کیونکہ ان بیماریوں سے ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، ان کو شہیدوں کا درجہ ملتا ہے، اور جو صحابہ کرام بیماری کے باوجود بچ گئے ہیں، اور ان کی موت واقع نہیں ہوئی ان کے بھی سب گناہ معاف ہو گئے، اور انکے درجات بلند ہوئے ہیں جب تک زندگی رہی حیات طیّبہ کے ساتھ بقیہ ایام کے دنیا سے ایمان و عمل کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں ان کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔

ہمارے زمانہ کے سب مسلمانوں کو بھی صحابہؓ جیسے عقیدہ اختیار کرنا چاہئے، کافر اور مشرکین کا عقیدہ نہ رکھنا چاہئے، نہ انکے عقیدے کو اختیار کرنا چاہئے۔ ورنہ ہم لوگ بھی مشرک اور کافر کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے، جب کہ کوئی ایماندار یہ نہیں چاہے گا کہ ایمان کے بعد پھر کفر کو اختیار کرے۔

اسی سلسلہ میں کوئی وبائی امراض کافروں کے لئے اگر انکے ملک میں آجاتی ہیں تو یہ وبائی امراض کافروں میں عذاب کے لئے آتی ہیں، اللہ کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں اور یہ بیماریاں ایمانداروں میں اور مسلمانوں میں رحمت اور نعمت کے طور پر آتی ہیں۔ یہ نصوص قطعیہ

وشرعیہ سے ثابت ہیں ،لہذا اگر ایماندار لوگ اپنے عقیدے اور عمل میں قائم رہیں تو یہ بیماریاں آنے کے بعد مبتلاء لوگ اگر صبر کرتے ہیں اور اللہ کی ذات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہوگا تو بیماری آئے گی، اگر اس میں موت مقدر نہیں ہے تو انشاء اللہ زندگی ملے گی، مرنے کا جو وقت مقرر ہے اس میں موت آئے گی، اس سے قبل موت نہیں آئے گی، تو صحتیاب ہو جانے کی صورت میں ان کے سب گناہ ہیں معاف ہو جائیں گی، درجہ بلند ہو جائیں گے، اور اگر اس بیماری میں موت آئے گی تو یہ بندہ شہیدوں میں شامل ہوگا شہیدوں کے انعامات ملیں گے یہی تو اللہ تعالیٰکی جانب سے انتہائی رحمت ہی رحمت ہے۔ یہ تو مریضوں کا حکم لکھا گیاہے اوران کی بشارتیں اورخوش خبری کیلئے بتایا گیاہے۔

اب مریضوں کی خدمت کرنے والوں کا اجر اور ثواب کا حال پڑھئے

قرآن وأحادیث میں تو مریضوں کی عیادت کرنے والے اور ان کی خدمت کرنے والوں کے لئے بھی توبے شمار رحمتوں اور فرشتوں کی جانب سے دعائیں ملنے کا ذکر آتاہے، ان کو پڑھیے اور غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے بیماروں کو ایمان داروں کے لئے کیسی اور کتنی رحمتوں کا سبب اور گناہوں کے معافی کا ذریعہ بنادیاہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مریض کی دعا مسترد نہیں ہوتی جب تک وہ مریض میں رہے۔(اخرجہ ابن ابی الدنیا)

اسی طرح حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ تم لوگ جب مریض کے پاس جاؤ تو اس سے دعا کی درخواست کرو کیونکہ اسکی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہوگی ہے (کذا فی الطبرانی)

عیادت مریض کیلئے جانے کے بعد یہ دعا پڑھے گا تو مریض تندرست ہو جاتا ہے

حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جسنے کسی مریض کی عیادت کی، اگر اسکی موت کا وقت نہیں آیا تو درجِ ذیل دعا سات دفعہ پڑھ لیوے، تو مریض کو انشاءاللہ شفاء ہو جائے گی دعا یہ ہے۔ ''اسأل اللہ العظیم ربّ العرش العظیم ان یشفیك''

(رواہ ابو داؤد، والترمذی، والحاکم فی صیحہ)

عیادت مریض کا ثواب اور ان کے حال پرسی کرنے والوں کے اجر کے بارے چند احادیث رسول ﷺ پڑھ لیجئے:

مسلم شریف میں ایک طویل حدیث مروی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بنی آدم سے کہیں گے اے بندے میرے! میں دنیا میں بیمار تھا مگر تم لوگوں نے میری عیادت نہیں کی مجھے دیکھنے نہیں آئے، تولوگ کہیں گے آئے اللہ آپ تو رب العالمین ہے، سب کو شفاء دینے والے ہیں، آپ کو بیماری کیسی؟ اورآپ کی عیادت کس طرح ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ تمہارے پڑوس میں تھا وہ بیمار تھا، تم لوگوں نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر اس کی عیادت کرتے تو مجھے وہیں پر پاتا، ''اسیطرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' میں بھوکا تھا تم لوگوں نے مجھے کھانا نہیں دیا یا، لوگ کہیں گے باری تعالیٰ آپ تو سب کو رزق دینے والے ہیں، آپ کیسے بھوکے ہوئے ہیں، آپ کو کھانا کیسے دیا جاتا ہے، باری تعالیٰ فرمائے گا تمہارے پڑوس والے بھوکے تھے تم لوگوں نے اس کی خبر گیری نہ کی، اگر ان بھوکوں کو کھانا کھلاتے تو مجھے وہاں پر پاتا۔ الحدیث (رواہ مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ عیادتِ مریض کرنے والے اللہ کے زیارت اور عیادت کرنے والے ہوتے ہیں۔ انکا بڑا اَجر ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے جو آدمی کسی بھی مریض کی عیادت کو جاتا ہے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے آسمان سے آواز دینے والے فرشتے کہتے ہیں تو نے بہت اچھا کام کیا، تمہارا عیادتِ مریض کے لئے آنا جانا بہت مبارک ہو، تو نے اپنے ٹھکانہ جنّت میں بنالیا ہے۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ وابن حبان و اسنادہ حسن)

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ آج کے روز کس نے روزہ رکھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے روزہ رکھا یا رسول اللہ ﷺ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا آج کے دن کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے ؟ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا! یارسول اللہؐ میں نے کھلایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا آج کے روز کس نے کسی کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے ؟ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، یارسول اللہؐ میں نے پڑھی۔ تو آپؐ نے فرمایا جس میں یہ سب باتیں ہوں گی وہ جنت میں جائے گا۔ (رواہ ابن حبّان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا کہ جس نے پانچ نیکیاں کی اس کی جنّت میں جانے کا فیصلہ ہو جائے گا، (۱) جس نے کسی مریض کی عیادت کی وہ جنّت جائے گا، (۲) اور جس نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی وہ جنت میں جائے گا، (۳) اور جس نے روزہ رکھا (۴) اور جس نے

نماز جمعہ میں حاضر ہوا وہ جنّت میں جائے گا،(۵)اور جس نے غلام آزاد کیا ہے وہ بھی جنّت میں جائے گا۔(رواہ ابن حبّان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم لوگ مریضوں کی عیادت کرو، اور میت لوگوں کی نماز جنازہ پڑھو، اس سے بڑا اجر ملے گا، اور تمھیں آخرت کے بات یاد آئے گی، اور آخرت کے عذاب کا خوف آئے گا، نیکی کی توفیق ہو گی۔

اَحادیثِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی مریضوں کی عیادت کے لئے کہا ہے اور اس کی فضیلت بیان کی ہے کہ مریض کی عیادت کرنے والا کے لئے ستّر (۷۰) ہزار فرشتے دعائیں کرتے ہیں اس عیادت کرنے والا کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، عیادت کرنے والا اگر مریض سے دعا کے لئے کہے گا، اور مریض شخص عیادت کرنے والا کے لئے دعا کرئے گا، تو اسکی دعا بھی قبول ہو گی۔

دیکھئے، عیادتِ مریض کرنے والے کے لئے کتنی باتوں کی فضیلت ملتیں ہیں اور یہ سب چیزیں اَحادیث رسولؐ اور وحیِ آسمانی سے ثابت ہیں، آسمانِ وحی میں خطاء اور غلطی نہیں ہوتی، سو فیصد صحیح ہوتی ہے، قابلِ یقین اور قابلِ قبول اور قابل عمل ہوتی ہیں، جبکہ آجکل کے لوگ ڈاکٹروں کی بات کو مان لیتے ہیں خدا اور رسول کی حدیث کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ہائی افسوس! ہمارا مشورہ کیا، یہ احکام تو وحیِ آسمانی ہوتی ہے لہذا ہمارا زمانہ کے مشرکین اور کفار ڈاکٹروں کی تحقیقات اور اجتہادی فیصلوں کے تحت ایماندار اور مسلمان کے مریضوں کی عیادت کو ترک نہ کیا جائے گا، کیونکہ ان کی تحقیقات کی بنیاد یہ ہے کہ

مرضِ متعدّی کرنے والوں میں آئے گا، عیادت کرنے والا بھی مریض بن جائے گا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں مسلمانوں نے مریضِ طاعون صحابہ کرام کی عیادت کی، مریضوں کی خدمت کی ہیں، اور یہ لوگ بیمار نہیں ہوئے تھے، بلکہ صحابہ اکرام نہ عیادتِ مریض کے حق میں کوتاہی کی، نہ انکی نمازِ جنازہ میں حق تلفی کی، اور نہ ان کے کفن و دفن سے احتراز کیا ہے مگر مشرکین اور کافروں کے ڈاکٹروں کی ہدایات ہیں کہ تم لوگ نہ عیادتِ مریض کو جاؤ، نہ ان کے کفن و دفن میں شریک ہوں۔ یہ سب غیر اسلامی ہدایات ہیں ان پر عمل کرنا شرک اور گناہ ہیں۔

عیادتِ مریض کی فضیلت میں چند اَحادیث مزید پڑھئے جو کہ وحیِ آسمانی اور حدیث رسول ﷺ ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے میں نے سنا کہ جو شخص عیادتِ مریض کی طرف چلا تو وہ اللہ کی رحمت میں داخل ہو گیا۔ اور جب وہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس بیٹھ گیا تو اللہ تعالیٰکی رحمت نے اسکو چاروں طرف سے ڈھانپ لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے یہ تو عیادت کرنے والے کے بارے میں ہیں۔ جو مریض ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (رواہ احمد)

طبرانی کی روایت میں ہے کہ عیادت کرنے والے اگر تین روز عیادتِ مریض کرے گا، تو عیادت مریض کرنے والا اس کے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا کہ اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، وہ ایسا پاک اور صاف ہو جائے گا جیسا کہ نومولود بچّہ بے گناہ ہوتا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص عیادتِ مریض کے لئے جاتا ہے، گویا وہ شخص جنت کے کے باغات میں داخل ہو کر وہاں سے پھل توڑ رہا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ گویا وہ جنّت میں کھجور کی باغات میں کھجور توڑ رہا ہے اور وہ اللہ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے جو شخص صبح کو مریض کی عیادت کرتا ہے، تو پورے دن ستر ہزار (۷۰) فرشتے عیادت کرنے والے کیلئے استغفار کرتے ہیں، اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو پوری رات ستر ہزار فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے ہے (رواہ الترمذي والحاكم وابن حبان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اے لوگو! تم لوگ مریضوں کی عیادت کے لئے جاؤ اوان کے لئے دعا کرو، اور مریضوں سے اپنے واسطے دعا کرواؤ، کیوں کہ تمہارے واسطے مریضوں کی دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ مرض کی وجہ سے بے گناہ ہو جاتا ہے۔

احادیثِ رسول اور وحیِ آسمانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مریضوں کی عیادت اور ان کی خدمت کرنے کی بڑی فضیلت ہے، (۱) اللہ کی طرف سے رحمت ہوتی ہے، (۲) اور ثواب کثیر حاصل ہوتا ہے، (۳) مریض کا حقِ مریض اور (۴) حقِ عیادت حاصل ہوتا ہے، (۵) اس سے انسانی ہمدردی (۶) اور محبت بڑھتی ہے، (۷) ترکِ عیادت سے انسانی حقوق ضائع ہوتے ہیں (۸) انسانوں کے درمیان ہمدردی اور محبت نہیں رہتی بلکہ (۹) عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے یہ چیزیں پہلے سے ہیں اور دس بڑھتی ہیں۔

جیسا کہ مذکورہ سب تعلیمات اور ہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں لیکن کفار اور مشرکین کی ہدایات اور ''لاک ڈاؤن'' قوانین اسکے خلاف ہیں ایسے لوگوں پر[۱] نہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے[۲] نہ ان کو کچھ اجر و ثواب ملتا ہے[۳] نہ یہ لوگ انسانیت کے ہم درد ہیں[۴] نہ انسانوں سے انکی محبت ہوتی ہے[۵] نہ انکے لئے مدد گار ہیں۔ بلکہ انسانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں یہی ہدایات و قوانین موجودہ زمانے کے کفار اور مشرکین کی بھی ہیں جن کو ہمارے بعض مسلمان ڈاکٹروں نے اور بعض خواص و عوام نے بھی اپنایا ہے، اور یہ نہایت بُری خصلتی ہیں ان میں بہت بڑی گمراہی ہے، کیونکہ دنیا کی تمام بیماریوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں جہاں اور جب تک رہنے کے لئے کہا گیا ہے، وہاں اور اس وقت تک رہیں گی۔ یہ بیماریاں کفار اور مشرکین کیلئے عذاب اور غضب الٰہی کے واسطے ہوتی ہیں، لیکن مسلمانوں کے لئے رحمت اور اجر و ثواب کا باعث ہوتی ہیں۔

کیونکہ مسلمان اور ایماندار لوگ سمجھتے ہیں ان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ بیماریاں دینے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں، اور ان بیماریوں کو ختم کرنے والا اور لے جانے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں، اس میں کسی مخلوق کا اختیار نہیں ہے۔ ایمان داروں میں اور مسلمانوں میں یہ بیماریاں جب آئیں گی تو رحمت بن کر آئیں گی کیونکہ اس سے ایمان داروں اور مسلمانوں کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، اور اگر زندگی باقی ہے تو حیات طیّبہ ملے گی۔ اور اگر اللہ کے حکم سے بیماریوں میں کسی ایماندار اور مسلمانوں کی موت آجاوے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہیں تو اس مرنے والے کو شہید کا درجہ ملے گا اور شہیدوں کیلئے جو وعدہ اور نعمتوں کا اعلان ہے وہی سب کچھ ان امراض میں مرنے والوں کو ملے گا۔

تمام بیماریوں میں مرنے والوں کو غسل کفن ودفن دینا کارثواب وعبادت ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال رسول الله ﷺ من غسل مِيّتًا وكفَّنه وحنَّطه وحمله وصلى عليه ولم يغش عليه ما رأىٰ من خطيئته ما ولدت امه (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا اس کو کفن دیا اور اس کے کفن میں کافور ڈالا اور اور اس کے اندر کوئی بری چیز دیکھیں اس کو افشاء و ظاہر نہیں کیا بلکہ اسکو چھپایا اور اسکی نماز جنازہ پڑھی اور اسے اٹھا کے قبرستان میں دفنا یا دیا، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کا سب گناہ معاف ہو گئے ہیں جیسے آج ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قالت قال رسول الله ﷺ من غسل مِيّتا فأَدّىٰ الامانة ولم يفش عليه مايكون منه عند ذلك خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه۔ (اخرجہ احمد فی مسندہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا اور اس میں کوئی چیز دیکھی جو برا ہو اسکو چھپایا لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا نمازِ جنازہ کے بعد دفنایا وہ ایسا ہے جیسے اس کے ماں نے اس کو آج جنا، جس کے پاس کچھ گناہ نہیں رہے گا۔ کذا فی الطبرانی۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ مولٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رسولله ﷺ انه قال من غسّل ميّتا فكتم عليه غفر الله له اربعين مرةً ومن كفّن ميّتا كساه الله من سندس واستبرق الجنة، ومن حفر لميّتٍ قبرا فأجنّه فيه أجر الله له كأجر مسكن اسكنه إلى يوم القيامة۔ (رواه الطبراني باسناد، رجاله رجال الصحيح والحاكم)

ترجمہ: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آزاد کردہ غلام ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا، اور اسکی کوئی عیب کو ظاہر نہیں کیا اس کو اللہ چالیس دفعہ معاف کرے گا، اور جس نے میت کو کفن پہنا دیا اس کو اللہ تعالیٰ جنت کے ریشمی لباس موٹے اور بھاری عطا کرے گا، اور جس نے میت کے لئے قبر کھودی، اور میت کو اسمیں رکھ دیا اس کا کچھ عیب ظاہر نہ کیا، اسوکا اجر ایسا ہے جیسا کہ قیامت تک کے لئے کسی نے رہنے کے واسطے کسی کو گھر دیا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جس نے میت کے واسطے قبر کھودی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دے گا، اور جس نے میت کو غسل دیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسا کہ لڑکا ماں کے پیٹ سے بے گناہ ہوا ہے اور جس نے نماز جنازہ بھی پڑھیں، تو تین قیراط (احد کے پہاڑ) کے برابر ثواب بھی ملے گا (رواہ الطبرانی)

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینا بہت بڑا اجر وثواب کا باعث ہے گناہوں کی معافی ہے، بندہ جنت کا مستحق بن جاتا ہے، اسی طرح جو میت کو کفن دیتا ہے، اس کو جنّت میں ریشمی لباس پہنایا جائے گا، اور اجر کثیر ملے گا، اور جو میت کے لئے قبر کھود دیتا ہے اس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا،اور جنازہ کے پیچھے قبرستان تک بھی جائے گا تو اس کو تین قیراط "یعنی احد کے پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا"۔

یہ سب چیزیں اس لئے ملیں گی کہ اس نے ایک مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کو کفن دیا اور اس کو دفن دیا جیسے اس نے ایک مسلمان میت کا احترام کیا، اکرام کیا، اس طرح اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعزاز و اکرام گناہوں کو بخش کر جنّت میں ٹھکانہ دے کر جنّت کے لباس دے کر فرمائے گا۔

اور حدیثوں میں میت عام ہے مسلمان ہونا کافی ہے خواہ نیک بندہ کی میت ہو یا کسی گناہ گار کی میت ہو، بڑی بیماری کی میت ہو، یا چھوٹی بیماری کی میت ہو، کسی رشتہ دار کی میت ہو یا کسی اجنبی مسلمان کی، ہر صورت میں ثواب ملے گا اجر ملے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہو گی۔

مذکورہ بالا آحادیث اور روایات سے بھی معلوم ہوا کہ

(۱) جتنے امراض ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان امراض میں مرنے والوں کی نمازِ جنازہ اور کفن دفن دینے کا اسنے بڑا ثواب رکھا ہے۔

(۲) نیز یہ ہے کہ سارے امراض اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اس کے تابع اور زیر اثر رہتے ہیں جہاں حکم ہوتا ہے وہ آجاتا ہے جاسکتا ہے، دوسری جگہ نہیں۔

(۳) جس طرح اللہ تعالیٰ نے امراض پیدا کئے ہیں اسیطرح ہر مرض کے لئے دوا بھی پیدا کی ہے، اس لئے دوا کا استعمال سنت ہے۔

(۴)مریضوں کو حکم ہے کہ وہ بیمار کی دوا استعمال کریں اور اللہ کی جانب سے شفایابی کی امید رکھے کیونکہ دوا میں شفاء کی تاثیر ہے مگر یہ تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ اللہ شفاء دے گا تو شفاء ہوگی ورنہ نہ ہوگی۔

(۵)واضح رہے کہ مرض کا علاج کرنا رسول اللہ کا حکم ہے،لہذا یہ سنت ہے، لیکن فرض یا واجب نہیں کیونکہ جتنی دوائیاں ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے شفاء کا سبب بنایا ہے یعنی اس کے ذریعہ شفاء ہو سکتی ہے مرض کا افاقہ ممکن ہے جب کہ اللہ چاہے گا ،لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کو شفاء دینا نہ چاہے گا تو کسی دوا سے فائدہ نہ ہونا بھی ثابت ہے ،لہذا کسی علاج کو فرض اور واجب تب کہا جائے گا جبکہ اس کی شفاء یقینی اور قطعی ہو۔

(٦)لیکن کوئی شخص اگر دوا استعمال نہیں کرتا، نہ تعویذ کرتا ہے نہ دم کرواتا ہے ،بلکہ اللہ تعالیٰ کے اُوپر توکل اور بھروسہ کرکے مرض کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے، تو اس کے لئے حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیماری میں صبر کیا اور علاج نہیں کروایا دوا استعمال نہیں کی اور اللہ کی ذات پر یقین رکھا کہ بیماری اس نے دی ہیں وہی دور کرے گا، تو ایسے لوگ جب ایمان دار ہیں وہ اگر مر جائیں گے تو ان کو دوا اور اعلاج نہ کرنے کی بناء پر بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے گا ان کو کچھ گناہ بھی نہ ہو گا۔

(۷)اس واسطے کہا گیا ہے کہ علاج و معالجہ کرنا اور کرانا سنت رسول ہیں۔ فرض یا واجب نہیں ہے۔

(٨) جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیماریوں میں تاثیر رکھی ہے کہ اس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ انسان کمزور ہو جاتا ہے، اسیطرح دواؤوں میں بھی تاثیر رکھی ہے۔ اگر اللہ کے حکم سے تاثیر ظاہر ہو گی تو مریض شفایاب ہو گا ورنہ شفایاب نہ ہو گا۔

(٩) غرض بیماری کی خود اپنی کوئی تاثیر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے۔ اور وہ تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، اسی طرح دواؤوں کا حال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تاثیر ظاہر کرے گا تو مریض کو شفاء ہو گی اور اگر تاثیر پیدا نہیں کرے گا، تو مریض شفایاب نہ ہو گا۔

(١٠) اسی طرح بیماری کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے تکلیف ہو، اس مریض میں کمزوری آجاوے کبھی علاج یا دواء سے یہ تکلیف اور کمزوری دور ہو جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ علاج اور دواء سے فائدہ دیوے۔

(١١) لیکن اللہ تعالیٰ اگر دواء اور علاج سے فائدہ نہ دیوے تو مریض تکلیف اٹھا، اٹھا کر کمزور سے کمزور ہو کر موت کا شکار ہو جاتا ہے، بیچارہ مر جاتا ہے۔ اگر وہ ایماندار اور مسلمان تھا تو اللہ تعالیٰ اسکو معاف کر دے گا ورنہ نہیں۔

(١٢) اگر وہ مریض ایماندار اور مسلمان ہو تا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ کی ذات پر یقین کرتا ہے، کہ وہ شافیٔ الامراض ہے وہی اللہ کی ایک ذات ہے، اس کے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے جیسے اس کے زندہ رکھنے پر وہ بندہ راضی ہو اسی طرح اس کے موت دینے پر راضی ہوں تو یہ بندہ خدا کے مقبول بندہ ہے۔ جنّت میں جائے گا اسکے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(۱۳)اور اگر بندہ کافر اور مشرک ہے تو وہ شفاء کو اللہ کا شفاء دینا نہ سمجھے گا، بلکہ وہ دوا کے ذریعہ سے شفایاب ہونا سمجھے گا، تو جانوروں کی طرح زندگی گزارے گا، نافرمانی کرے گا، جب موت کا وقت آئے گا ہائے ہائے کرے گا، مرنے وقت اگر اللہ کی طرف سے ھدایت نہ ملی تو بدون کلمۂ توحید کے مرے گا سیدھا جہنم میں جائے گا، ''**واللہ یھدی من یشاء ویفعل من یشاء واللہ علی کل شيء قدیر وھو فعال لما یرید**''۔

(۱۴)اس واسطہ ایماندار تو تمام امراض کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھتا ہے، یہ جس کے ساتھ لگنے کا اللہ تعالیٰ حکم دے گا مرض اسکے ساتھ لگے گا، اور جس کے ساتھ لگنے کا حکم نہ دے گا مرض کی طاقت نہیں کہ اپنی مرضی سے کہیں سے کہیں دوسری جگہ جاوے۔

(۱۵)اور جو مشرک اور کافر ہو گا وہ امراض کو خود مختار سمجھے گا، یعنی مرض جس کے پاس جانا چاہے گا، جائیگا، مرض جسکو چاہے گا موت دے گا، جس کو چاہے گا زندہ چھوڑے گا، یہ عقیدہ کفار اور مشرک کا ہے، مسلمانوں کو ایسے عقیدہ رکھنے سے احتراز کرنا چاہئے، ورنہ کفر آئے گا، کافر ہو کر مرے گا۔ جو کافر ہو کر مرے گا تو جہنم میں جائے گا اسکو جنّت میں جانا نصیب نہ ہو گا۔

(۱۶)اسی طرح امراض اور دواء اور علاج کے بارے میں ایمان داروں کے عقائد اور کفار اور مشرکین کے عقائد کے درمیان بڑا فرق ہے۔ عقائد کے فرق کی بناء پر احکام میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے جب ہر فریق کے احکام الگ ہونگے نتائج بھی مختلف ہوں گے۔

(۱۷)مشرک اور کافر لوگ جب امراض خود مختار سمجھے گا،یعنی بیماری اپنی اختیار سے ایک سے دوسرے میں جاسکتی ہے خدا سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے،تو اسلام اور شریعت کے رو سے یہ عقیدہ شرک ہے،جبکہ اسلام کہتا ہے،حدیث میں ہے "لاعدویٰ" یعنی ایک کی بیماری دوسرے میں اللہ کے حکم کے بغیر نہیں جاسکتی،تو ایک مسلمان مریض کی عیادت کے لئے جاسکتا ہے،اس میں ثواب کثیر اس کو مل سکتا ہے،مریض اگر اللہ کے حکم سے بیماری میں مر جاتا ہے،تو مسلمان میّت شہدوں کے حکم میں ہوتا ہے، اور شہدوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے اور دفنانے سے ان امور میں شریک ہونے والے کو "دواُحد" کے پہاڑ کے برابر ثواب ملتا ہے اور ایسے لوگوں کو کچھ ضرر اور نقصان بھی نہیں ہے،فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے،بخلاف کافر کے وہ بیماریوں کو خود مختار جانتا ہے۔

(۱۸) اور مشرک جب ایسی مہلک بیماری میں مر جاتا ہے،تو وہ بے ایمان اور کافر ہو کر مرتا ہے،کفّار کے لئے کوئی نماز جنازہ نہیں شریعت کے مطابق نہ غسل ہے،نہ دفن ہے،عام مردے جانوروں کی طرح مرتا ہے جبکہ جانوروں سے بدتر ہو کر مرتا ہے ،ان کو مرتے وقت فرشتے اللہ کے حکم سے انکو ڈانٹتے ہیں،کیا تم لوگوں کو نبیوں نے اور ان کے وارثوں نے قرآن و حدیث پڑھ کر تمہیں نہیں سنایا تھا،تم لوگ ایمان کیوں نہیں لائے،عذاب کے فرشتے آکر ان کو عذاب اور سزا دیتے ہیں،قیامت قائم ہونے تک عذاب قبر ہوتا ہے،پھر قیامت کے بعد ان کو عذاب جہنم میں ڈالا جائے گا ،ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلتے رہیں گے،حالانکہ جانوروں کو کچھ حساب کتاب نہ ہو گا، نہ ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا،کیونکہ وہ بے عقل تھے جانور تھے،انسان نہ تھے،

انسان کافر کو کفری کی بناءپر جہنم کے عذاب دیا جائے گا، اور ان پر جہنم کا عذاب ہو گا۔ لیکن جتنے جانور ہیں ان سے ظلم و زیادتی کے فیصلہ کے بعد انکو مٹی بنادیا جائے گا۔

(۱۹) مہلک بیماریوں میں ایک کافر دوسرے کافر کی تیمارداری کے لئے نہیں جاتا، نہ ان کے قانون میں جا سکتا ہے، نہ اس کو صحیح علاج ملے گا، نہ ہی صحیح خدمت ملے گی، نہ عزیزواقارب ان کی خدمت کریں گے کیونکہ ان کو خطرہ اوراندیشہ ہوتا ہے، کہ عیادت مریض سے انکے اختلاط سے مہلک بیماری انمیں آجائے گی فلہذاوہ ایک دوسرے سے بھاگتے رہیں گے، ہر کوئی اپنے فکر میں رہے گا، دوسرے کا کچھ خیال نہ کرے گا، یہ تو کافروں کی زندگی ہے، بے ایمان لوگوں کی زندگی ہے، کافروں کی موت کی طرح مرے گا، انکو کافروں کی طرح سزے ملے گی۔

(۲۰) اسلام میں مہلک بیماری میں مرنے والے کی بھی خدمت کیجاتی ہے، عیادت کیجاتی ہے، اسکے لئے دعائیں کی جاتی ہے، علاج کرنے کی ہدایت ہوتی ہے، مسلمان ڈاکٹر لوگ علاج کرتے ہیں، اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں، اگر اسکی زندگی باقی ہے تو علاج سے فائدہ ہوتا ہے، اللہ کے حکم سے مریض تندرست ہوتا ہے، بعد میں اس کو حیات طیبہ ملتی ہے، اللہ کے عبادت کرنے کی توفیق ہوتی ہے، اسکے ثوابوں میں اضافہ ہوتا ہے، اعمال نامہ میں نیکیاں پڑ جاتی ہے، اس کو مرنے کے بعد سب چیزوں کا بدلہ جنت میں مل جاتا ہے۔

(۲۱)چوں کے تمام امراض اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہوتی ہیں اور ہر سچے مسلمان انکو اللہ کے حکم کا تابع سمجھتاہے،اسلئے مسلمان لوگ بیماریوں کو عذاب نہیں جانتا،بلکہ انکو رحمت خداوندی سمجھتاہے،کیونکہ بیماری میں قرآن وحدیث کے مطابق ان کے گناہ معاف ہو جاتاہے، اور اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، اگر زندگی رہی وہ صحت یاب ہو جاتا ہے، اور اللہ کا شکر ادا کرتاہے، گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتاہے، اور آئندہ اللہ تعالیٰ کے عبادت وبندگی کرنے کی توفیق ہوتی ہے،اعمال نامہ کو بھاری کرنے کا موقع ملتاہے، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت اور واضح دلیلیں ہوتی ہیں۔

(۲۲)اور اس کی مہلک بیماری میں اگر کسی مسلمان کی موت واقع ہوتی ہے،تو اس کا سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اس کو حدیث کے مطابق شہیدوں کا ثواب ملتاہے، اور جنّت میں شہیدوں کے جو انعامات ہے وہ سب ملیں گے ، یہی تو سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔اور اسکی طرف سے نعمت ہوتی ہے۔

(۲۳)اور اگر کوئی کمزور مسلمان ان مہلک بیماری کو آزاد اور خود مختار سمجھتاہے، اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے ،تو یہ چیزیں اس کے لئے دینی کمزوری کی دلیل ہے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا چاہیے،اوران سے توبہ کرنا چاہئے،اگر وہ اسی حالت میں بھی اللہ سے رجوع کرتاہے اور توبہ کرتاہے ، اور اپنے گناہوں اور غلط خیالات سے معافی مانگتے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا کیونکہ اعلان ہے، جو شخص مجھ سے سچے دل سے معافی مانگتاہے، میں اس کو معاف کر دوں گا حدیث شریف میں بھی ہے اگر اللہ نے اسکو معاف کر دیا ہے ،

تو وہ گناہ سے پاک وصاف ہو گا، اللہ کے حکم سے اگر اس کی صحت ہو گی ہے، اور صحیح اور تندرست ہو گیاہے پھر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے لگا، تو گویا اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیاہے اس کی توبہ قبول کرلی ہے یہ اسکے لئے کامیابی ہے، رحمت ہی رحمت ہے۔

(۲۴) اور اگر اس نے مہلک بیماری میں مبتلا ہو کر بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ نہ کی اور رجوع نہ کیا، تو اس کی دو صورت ہیں، ایک یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے صحتیاب ہو گیاہے، مگر اپنی نافرمانی اور گناہوں سے تائب نہ ہوے، گناہوں میں مبتلا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ڈھیل دیتا ہے، موقع دے تاہے، کبھی بھی اگر توبہ کرتاہے تو اللہ تعالیٰ غفورالرّحیم ہے، وہ چاہے گا تو وہ معافی دے گا وہ بڑی قدرت والی ذات ہے، وہ کچھ کرے گا اسکو کوئی کچھ نہیں کرسکتا اور اگر وہ معاف نہیں کرتا پھر بھی کوئی طاقت کچھ نہیں کر سکتی ہیں، پھر آخر میں اللہ نے اگر معاف نہ کیا، اور ایمان اور کلمہ کے ساتھ دنیا سے جاتاہے، تو وہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو معاف کرے گا یا جب چاہے گا سزا دے کر جنت جانے دے گا۔

(۲۵) ہر مسلمان کو چاہیے کہ ایمان و عقیدہ کو ہمیشہ درست رکھے، بیماریاں اس کے مخلوق ہیں، وہ اپنے اختیار سے کہیں سے کہیں نہیں جاسکتی جس کے پاس بیماری جائے گی اللہ کے حکم سے جائے گی جسکے پاس جانے کا حکم نہ ہو گا نہ جائے گی۔

(۲۶) اس واسطے بیماری کے اندیشہ سے نہ نماز چھوڑے گا، نہ جماعت چھوڑ دے گا، بیماریوں کے اندیشہ سے نہ مریضوں کو دیکھنا چھوڑے گا، نہ انکی خدمت چھوڑے گا۔

(۲۷) مسلمان ڈاکٹر لوگ نہ بیماروں کے علاج چھوڑے گا نہ انکو اسی بیماری میں رہنے دے گا، بلکہ صحیح اور ضروری علاج کے لئے بھرپور کوشش کرے گا۔ یہ اسلام کی ہدایت ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات ہیں۔

موجودہ ”کرونا وائرس“ کی بیماری میں بہت سے ڈاکٹر لوگ اس بدعقیدہ میں مبتلا ہوکر مریضوں کو دیکھنا چھوڑ دیا تھا، علاج کرنا چھوڑ دیا تھا، بلکہ اس غلط عقیدہ میں بہت ڈاکٹر بیماری میں مبتلا ہوکر دنیا سے رخصت بھی ہوچکے ہیں، اور بہت سے ڈاکٹر تندرست بھی ہوگئے ہیں، جو لوگ دنیا سے جاچکے ہیں، وہ تو اپنے اپنے عقیدہ کے تحت قبر میں اور حشر میں جوابدہ ہوں گے۔ اور جو لوگ صحت یاب ہوکر زندگی کی توفیق انکو ملی ہے، ایسے ڈاکٹر اور دوسرے مسلمانوں کے لئے، قرآن وحدیث کے تحت ھدایات یہ ہیں۔

(۲۸) کہ اگر ان کے خیالات اور دھیان میں ”کرونا وئرس“ بیماری کے بارے کچھ فرق آگیا تھا، اور عمل میں کوتاہی آگئی تھی، تو سب سے پہلے اپنے عقائد کو درست فرمالیں، کہ تمام امراض اللہ کی مخلوق ہیں، اور اللہ کے حکم کے تابع ہیں، اللہ کے حکم کے بدون یہ بیماری نہ کہیں جاتی ہے، نہ جاسکتی ہے، بیماری کو یہ طاقت ہرگز نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے گا کہ ایک کی بیماری دوسرے میں جاتی ہے، یا اپنے اختیار سے بیماری دوسرے کو ہلاک کرسکتی ہے، یہ مشرک کا عقیدہ ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے ،جب کہ حدیثوں میں اس کا ذکر آیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ایک سے بیماری دوسرے میں گئی، تیسرے میں گئی تو پہلا شخص یا پہلا جانور کے پاس کہاں سے آئی ہے؟ کہ پہلے میں جس خدا نے بیماری دی ہے، دوسرے میں تیسر میں بھی بیماری نہیں دے سکتا؟ اگر وہ جسے چاہے بیماری دے سکتا ہے، کسی دوسرے اور تیسر سے جانے کے لئے کیوں کہے گا، ہاں! اس مریض کا وقت موت آگیا ہے، اسلئے تم اسکے پاس چلی جاؤ تو اللہ بیماری کے ساتھ چاہے موت بھی دے سکتا ہے، بیماری کے بدون بھی موت دے سکتا ہے۔ دوسرے سے بیماری کو بھیجنے کی ضرورت کیوں ہوگئی؟

(۲۹)موجودہ ”کروناوائرس“ کے دوران بہت سے لوگوں کے عقیدے خراب ہوگئے ہیں، اور بہت سے اعمال برباد ہوگئے ہیں۔ اس قسم غلط خیالات اور غلط عقیدہ ہمارے اندر پیدا ہوگئے ہیں، ان کو درست کرلینا چاہیے۔ ورنہ قیامت کے دن عند اللہ مسئولیت ہوگی پھر ندامت ہوگی، اللہ نے معاف نہ کیا تو سزا کے بدون جنت میں جانا نصیب نہ ہوگا۔

(۳۰)اس سال ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ء میں ماہ رجب کے درمیانی حصہ میں پوری دنیا میں ”کروناوائرس“ کے نام سے جو بیماری شروع ہوئی ہے، اس میں جیسے کفّار کے ملک بہت سے متأثر ہوئے ہیں، اسی طرح بہت سارے اسلامی ممالک میں بھی یہ بیماری پھیل گئی ہے۔ عرب ممالک کے علاوہ عجم میں بھی۔ لیکن اس انداز سے بیماری کبھی اس طرح عالمگیر حیثیت سے پیدا نہیں ہوئی تھی کسی کسی علاقہ میں ہوتی تھی دوسرے علاقہ میں نہیں مگر موجودہ ”کروناوائرس“ کا حال پہلے کے مقابلہ میں جدا گانہ ہے، ایک تو اس سے پوری دنیا متأثر ہوئی ہے، دیگر جانی نقصان کے علاوہ بہت سے مالی نقصانات بھی ہوئے ہیں، جانی نقصانات میں اس بیماری میں کفّار کے ممالک میں بے شمار انسان ہلاک ہوگئے ہیں، اور مسلمانوں کے ملک میں بھی بہت سے لوگ موت کے شکار ہوگئے ہیں۔ جیسے امریکہ، ایتالی، چین، انڈیا، وغیرہ اور عرب ممالک سب اور عجم میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں بے شمار لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں، اور مالی نقصانات اس سے بھی زیادہ ہوئے ہیں۔ کیونکہ کفار اور مشرکین کی حکومت والوں نے اپنے عقیدے کے تحت اسکی پوری پوری تشہیر کردی گئی ہے، ریڈو، ٹیلویزن، ویڈو، وڈیو، مبائل فون کے ذریعہ

حد سے زیادہ مشہور کیا گیا ہے حالانکہ اسکی تشہیر اتنی کثرت سے نہیں کرنی چاہئے تھی کیونکہ اس سے بے شمار لوگ عقیدۃً وذہناً متأثر ہوئے ہیں یہاں تک کہ اسکی تشہیر نے پوری دنیا میں تمام انسانی زندگی کو بالکل مفلوج کر دیا ہے۔ ’’لاک ڈاؤن‘‘ کے نام سے تمام آمد و رفت بند، بازر بند، اور دکانیں بند ہیں، تمام تجارت بند اور کاروبار تقریباً ختم کے قریب ہوگئے ہیں، تمام ملازمت والے بے کار اور بے روزگار ہوگئے ہیں۔ اور تمام ملکوں کے جو نقصانات ہوئے ہیں ابھی تک اندازہ نہیں لگایا گیا ہے، اگر اس کا اندازہ لگایا جاوے، تو اس سے بڑے اور بھاری نقصانات سامنے آئیں گے۔ ممکن ہے قحط کی صورت پیدا ہو جاوے اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرماوے۔ سب سے زیادہ نقصان جو پیدا ہوئے ہیں مسلمانوں کا ہے، ان کا جانی نقصان اپنی جگہ مالی اور مالی نقصان بے تحاشا اس سے زیادہ نقصان انکا دینی نقصان ہو ہے ۔ان کی تعلیم بند، تعلیم گاہیں بند ہیں، ان کی تعلیمات دینیہ تبلغِ دین بند رہیں، تعلیمات شرعیہ کے تحت تدریس کا سلسلہ بھی بندرہی ہیں۔ کفّار اور مشرکین کے ہاتھ میں مسلمان ملکوں کے سربراہوں نے ہاتھ دے دیا ہے۔ ان حکمرانوں کے ہاتھ میں ہمارے مسلمانوں نے ہاتھ دے دیا ہے، شاید تشہیر اخبار کا یہی مقصود تھا جسمیں وہ کامیاب ہوگئے ہیں مگر ہمارے دانشمندوں نے انکے کردار میں فیل ہوگئے ہیں، ناکام ہوئے ہیں، جسکی تلافی آسانی سے ممکن نہیں ہے، ’’الّا ان یشاء اللہ‘‘ وھو علی کل شیء قدیر۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

ان کفّار اور مشرکین کی طرف سے ان کے محکمۂ صحت کے افسران نے اور ان کے ڈاکٹروں نے جو مشرکانہ اپنی فکری اجتھادی کے تحت ہمارے ملک کے سربراہوں نے اور بلکہ بعض سرکاری علماء نے بھی ان کی تائید اور حمایت کرنے لگے ہیں۔اورانکی حمایت میں تاحال کوشاں ہیں اوراکثر علماء جو قرآن وحدیث کے ماہرین ہیں اور راہ حق پر قائم ہیں جو معتدل اور منصف مزاج کے ہیں انہوں نے کفار اور مشرکین کی سب ہدایات کو ماننے سے عقیدۃً انکار کیاہے،اور عملا بھی انکا کیاہے۔ان علماء نے اپنے تحریرات اور بیانات سے یہ ثابت کیاہے کہ کفّارکے محکمۂ صحت اور ڈاکٹروں کے جو ہدایات اور سفارشات اسلام اور اسلامی کتاب وأحادیث کے خلاف ہیں، ان کو نہ مانا جاسکتاہے نہ ان پر عمل ممکن ہے۔ کیونکہ یہ سب ہدایات اسلامی کتب اور أحادیث رسول کے خلاف ہیں،ان کوکسی حال میں تسلیم نہیں کیاجا سکتاہے، اسلئے کہ دنیاکو اللہ تعالیٰ نے دارالعمل بنایاہے نیک اعمال کی جگہ تم لوگ بد عملی اوربے عملی کی حرکتیں کی ہیں جس میں ہم سب مصروف ہوگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت فرماوے۔نیز کفار اور انکے محکمۂ صحت کے افسر ان اور ڈاکٹروں کی ہدایت کی بنیادان کی اجتہاداتِ فکری اور انسانی کاوشوں کے نتائج ہیں ، اور آئے دن اسمیں تبدیلیاں ہوتی رہیں، اور تبدیل وترمیم ہوتی رہیں گی ،یعنی یہ چیزیں ظنّیات اور اٹکلیات میں سے ہیں، قطعیات میں سے نہیں ہیں۔

ثانیاًسب انسان فطری طورسے خطاکار ہیں،ان سے ہمیشہ غلطیاں ہوئی ہیں ،اور ہوتی رہی ہیں، ان اجتہادی وفکری اصولوں کی وجہ سے قرآن و حدیث کی قطعی احکام کو کس طرح چھوڑا جاوے، کس دلیل سے جب قرآن و أحادیث کے نصوص کے بنیاد وحیِ آسمانی ہے،

اور قرآن و حدیث قطعی نصوص ہیں، اور ان قطعی نصوص اور حدیثوں میں کبھی غلطیاں نہیں ہوتیں، وہ سو فیصد یقینی قطعی ہوتی ہیں۔ لہذا علمائے اسلام کہتے ہیں موجودہ صورت حال میں نصوصِ شرعیہ اور قرآن و احادیث کی نقل کا اعتبار ہوگا، اجتہاداتِ ظنیہ ووھمیہ اور اپنے اٹکلیات کا اعتبار نہ ہوگا۔

لہذا محکمۂ صحت کے افسران اور ڈاکٹروں کی ہدایات وہاں معتبر ہوں گی جہاں جہاں نصوصِ شرعیہ قرآنی آیت اور احادیث رسول میں موجود نہیں ہیں جہاں جہاں دلائلِ قطعیات ہیں وہاں پر ان ظنّیات اور وھمیات والی ہدایات معتبر نہ ہوں گی۔

اس سلسلہ میں امریکی اور کافرلوگوں کی جانب سے محکمۂ صحت کے افسران اور ڈاکٹروں کے جو احکامات اپنے اتحادی ممالک کے لئے دئے ہیں کہ "کروناوائرس" کی بیماری سے حفاظت کے واسطے ضروری ہیں۔

(۱) مسلمان لوگ اپنی نماز جمعہ کو جاری تو رکھے لیکن اس میں دس افراد کی حد بندی کی جاوے۔ باقی نمازی حضرات اپنے اپنے گھروں اپنے اپنے گھر میں نماز جمعہ یا نماز ظہر ادا کریں۔

(۲) اسی طرح روزانہ پنج وقتہ نمازوں میں پانچ پانچ افراد مساجد میں جماعت کر دیں، اس سے زائد لوگ نمازی اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کریں۔

(۳) جو لوگ مساجد میں جماعت کے لئے آئیں گے، وہ اپنی صفوں کے بیچ میں کم از کم ایک ایک گز کا فاصلہ رکھے، اس طرح فاصلہ رکھ کر جماعت کریں۔

دیگر احکامات بھی ہیں لیکن ان میں یہ تینوں ہدایت قرآن وحدیث کی رو سے اللہ اور اس کے احکامات کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حکم دیا ہے:

یاایھاالذین امنوا اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذرواالبیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

ترجمہ: اے ایمان والوں جب نمازِ جمعہ کے دن آذان ہو، توتم سب لوگوں دوڑو، یعنی جلدی جلدی جمعہ کے لئے مسجد میں چلے جاؤ، اور اسمیں اللہ کا ذکر نماز وغیرہ میں مشغول ہوجاؤ، خرید وفروخت ،اور سب دنیاوی معاملات چھوڑ دو، اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو سمجھو کہ اسی حکم میں تمہارے لئے خیر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں کو حکم دیا ہے کہ جولوگ نماز جمعہ کے لئے آسکتے ہیں اور عذر و معذوری نہ ہو تو وہ نماز جمعہ کیلئے آجاویں، مسجد میں نہ آنا نماز اور اللہ کے ذکر وغیرہ کو چھوڑنا کسیکے لئے جائز نہیں ہے۔ اس کی مزید تفصیلات انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئیں گے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، "**حافظواعلی الصلوات والصلاۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین**"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں، تم لوگ سب تمام فرض نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر درمیانِ نماز کی، اور سب لوگ خاموشی اور سکون کے ساتھ نمازیں ادا کرتے رہو، یعنی تمام فرض نمازوں کو ان کے فرائض اور واجبات اور سنن کی رعایت کرکے پڑھتے رہو ، اور اوقات متعین ہمیں جماعت اور جمعیت کے ساتھ ادا کرو اسمیں شرعی احکامات کی پابندی کرو اور اپنے خیال ودھیان اور اپنی فکر واجتہاد سے شرعی احکام کامقابلہ مت کرو۔

اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اذان کی آواز سنی اور نماز ادا کرنے کے لئے حاضر نہیں ہوتے، اس کی نماز ہی نہ ہوگی۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث میں آیا ہے: کہ جولوگ بلا عذرِ شرعی نماز کیلئے مسجد میں نہیں آتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

ان أحادیث کوامام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے۔

تو ایک طرف اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و ہدایت ہیں جو کہ وحی آسمانی اور قطعی ہیں جن کا ماننااوران پر عمل کرناسب ایمان دار کے لئے فرض اور ضروری ہے۔

دوسری طرف امریکی محکمۂ صحت کے افسران اور ڈاکٹروں کی انسانی تحقیقات کی تحت اتحادی ممالک کے مسلمانوں کے لئے ہدایات ہیں، جو کہ ظنی اور وھمی اور خطرات کے تحت دی گئ ہیں، جن پر عمل کرنافرض یاواجب کے درجہ میں نہیں ہیں۔

جب ایسے حالات پیش آویں تو مسلمانوں کے لئے فرض تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کو ماننے، اور ان پر عمل کریں۔ اس کے خلاف کسی کی ہدایت اور حکم پر عمل نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات قطعیات میں سے ہیں ان میں خطاء نہیں ہے، نہ خطاء اور غلطی کا امکان ہے، جبکہ دوسروں کے احکام ایسا نہیں ہے، انمیں غلطیاہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

تیسرا مسئلہ: یہ کہ جو نمازی نماز جمعہ اور پنج وقت نمازوں کے لئے آوے، وہ اپنی جماعت کے دوران صفوں میں ایک ایک گز کی مقدار فاصلہ رکھ کر کھڑے ہو کر نماز ادا کریں۔

ان کا یہ حکم اور ہدایت بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، اور احکام شرع کے مخالف ہے، لہذا مسلمان لوگ ایسے خلاف شرع حکم پر کیسے عمل کریں گے ؟اسلئے نمازوں کے حکم اللہ تعالیٰ نے پوری امت کے لئے قرآن کریم کے اندر اور نبی علیہ السلام نے اَحادیث میں بطور فرض دیاہے، اور اللہ کے نبی علیہ الصّلاۃ والسّلامنے اس پر عمل کیاہے، نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام نے اپنی پوری زندگی میں نمازوں کو صفوں کو سیدھا اور کندھوں سے کندھے ملا کر ادا کی ہیں، اور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین سے لے کر امت کے لئے تاکیدی حکم دیاہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ ألا تصفون کما تصف الملائکۃ عند ربھم (الحدیث)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم لوگ نمازوں کی صفیں اسطرح بناؤ جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں صف بندی کرتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے اللہ کی عبادت کے وقت کسطرح صف بندی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ تم صفوں کو اس طرح بناؤ کہ پہلے سب کو مکمل کرو پھر دوسری صف بناؤ، پھر اسکو مکمل کرو پھر تیسری صف بناؤ اور اس کو مکمل کرو۔ علی ھذا القیاس صفیں بناؤ ، نیز اسکے بیچ میں فاصلہ اور خلاء نہ چھوڑو، فرشتے اسطرح صف بندی کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ صفوں کے بیچ میں خالی جگہ چھوڑنے سے اس میں شیطان آجاتا ہے، پھر شیطان تمہاری

نماز میں خلل پیدا کرے گا، کیونکہ وہ تمہارے دشمن ہیں ہمیشہ تمہارے عبادات کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، اس طرح اور بھی حدیثوں میں اسکا ذکر موجود ہے۔
تو قرآن وحدیث کی رو سے اللہ کے رسول کا حکم وحی ہوتی ہے، اوروحی آسمانی یقینی ہوتی ہے، جب کہ محکمۂ صحت کے افسران کی تحقیقات، ظنیات اور اٹکلیات ہوتی ہیں، اس درجہ کے احکامات کو ماننا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہوتا، لہذا نصوص شریعہ کے مقابلہ میں ان تحقیقات کو باطل اور مسترد کردیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو دس سال عمر سے بیس سال سال کی عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض نمازیں ادا کی ہیں، نماز جمعہ ادا کی ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خطاب کرکے فرمایاہے کہ اے لوگو! تم لوگ صفوں کو ملاملا کر ترتیب دو، اور درمیان میں خالی جگہ اور فاصلہ نہ چھوڑو، اور کندھا سے کندھا ملا کر کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، پھر آپؐ نے اللہ کے قسم کھا کر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں کہتا ہوں کہ تم جب صفوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑتے ہو تو شیطان صفوں کے بیچ میں ایک بکری کے بچوں کی طرح گھنس جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف مع عرف الشذی: ص /۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''صلوا الصفوف من وصله وصله الله وقال من قطعه قطعه الله ولا تذرفوا فرجاتٍ للشيطان''۔ (ترمذي شريف)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ نمازوں کے کو صفوں کو مل ملکر بناؤ، جس نے صفوں کو ملالیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے ملالے گا۔ اور جس نے صفوں کے درمیان فاصلہ فاصلہ کرکے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ صفوں کے بیچ میں فاصلہ کرنے والوں کو اپنے سے جدا کردے گا۔ لہذا تم لوگ شیطان کے واسطے صفوں کے درمیان خالی جگہ مت چھوڑو۔

محکمۂ صحت کے افسران کاعقیدہ ہے، کہ صفوں کے درمیان جگہ نہ چھوڑنے اور مل مل کر کھڑا ہونے سے ''کروناوائرس'' یا دوسرے کی متعدی بیماری آجائے گی،اس کا امکان ہے۔ لہذا صفوں جدا جدا کرکے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

ہمارا اشکال یہ ہے اولاً مساجد میں بیمار لوگ نہیں آتے بلکہ صحت مند لوگ آتے ہیں ،تومسجدوں میں بیماری کہاں سے آئے گی ثانیاً ساری مساجد تو اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، رحمتوں کی جگہ ہیں، خیر وبرکات کی جگہ ہیں، وہاں بیماریاں کہاں سے آئے گی، کیوں آئے گی، جبکہ مساجد نیکی اور عبادت کی جگہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ملنے اور ملاقات کی جگہ ہے، وہاں بیماری کیسے آئے گی؟ مساجد میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آتی ہیں، خیر وبرکات آتی ہیں، وہاں پر مسلمان بندوں کے مغفرت ہوتی ہے۔ شاید کفّار ومشرک کو کسی جگہ جمع ہوجانے سے بیماری آتی ہوگی، اللہ کی طرف سے عذاب آتا ہوگا، ہلاکت کا خطرہ ہوگا، لیکن مسلمانوں کے لئے مسجدوں میں جمع ہوجانے سے کچھ خطرہ لاحق نہیں ہے، کیونکہ ان کو تو مسجدوں میں جمع ہوکر عبادت کرنے کا حکم ہے اور ذکرو اذکار الہٰی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ ان پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور ان کی مغفرت ہوتی ہے۔

لہذا امریکی محکمۂ صحت کے افسران کی ہدایات و قوانین مسلمانوں کے لئے نہ ہونا چاہئے ، اور خاص کر مساجد کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ان کی طبی تحقیقات عقل نارسا کی تحقیق ہے، اسمیں بے شمار خطائیں اور غلطیاں ہوتی ہیں، اور ہوتی رہی ہیں۔ جب کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات قطعی اور ضروری و یقینی ہوتی ہیں، تو یقینی احکامات کو چھوڑ کر ظنی اور وھمی تحقیقات پر مسلمان لوگ کیوں اور کس بنا پر عمل کرئیں گے۔ حالانکہ قرآن وحدیث کیدلیلوں سے ثابت ہے کہ مساجد میں نمازیں ادا کرنے سے ان کی صحت اچھی رہے گی، ان کو بے حد ثواب ملتا رہے گا، اور ان کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے ، وہ جب دنیا سے جائیں گے صاف ستھرے ہو کر جائیں گے ، اور سیدھے جنت میں جا سکیں گے۔ بر خلاف کفّار اور مشرک کے ، یہ لوگ تو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں، کیونکہ وہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں، گناہوں میں لگے ہوئے ہیں، اور اللہ و رسولؐ کے احکامات کو نہیں مانتے ہیں، نہ ان پر عمل کرتے ہیں، تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے، اور ان پر عذاب و غضب ہی نازل ہوں گے۔ اسی طرح جب یہ لوگ کفر اور شرک کے اندر رہتے ہوئے اور دوسرے گناہ ہو کے ساتھ مریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کہاں سے ملیں گے ، پوری زندگی میں عذاب اور غضب کے کام کئے ہیں ، اب آخرت میں رحمت کی جگہ پر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب نازل ہو گا ، بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ بہر حال مسلمانوں کے عقائد اور ان کے اعمال الگ ہیں۔ کفّار اور مشرکین کے عقائد باطلہ سے مسلمانوں سے جدا ہیں، ان کے اعمال بھی مسلمانوں سے جدے ہیں، لہذا ہر ہر فریق کے احکام بھی جدے جدے ہونگے۔

جواب نمبر دو ۲ سے متعلق مساجد کے بارے میں کچھ تفصیلی گفتگو

تمام مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، ان کو بیت اللہ کہا جاتا ہے، اور پوری روئے زمین کے اندر اللہ کی مساجد بہترین اور افضل ترین جگے ہوتی ہیں۔ قال تعالیٰ ''وللہ المساجد'' مساجد سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔

حدیث شریف میں ہے عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال أحب البلاد الی الله مساجدُها وأبغض البلاد الی الله أسواقها۔ (رواہ مسلم حدیث / ٦٣ـ ص / ٢٧١)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ دنیاکے تمام شہروں میں بہترین جگہ مساجد کی جگہ ہیں، اور تمام شہروں میں مبغوض ترین اور بدترین جگہ انکے بازر کی جگہ ہیں۔

تشریح: اسکی وجوہ یہ ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اور یہ جگہ خصوصیت کے ساتھ عبادت الٰہی کی جگہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ذکر، تسبیح، و تہلیل، کی جگہ ہیں، اور بازار میں بہت غیبت ہوتی ہے، لوگ اسمیں جھوٹ بولتے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں، سودی معاملہ کرتے ہیں، رشوت کالینا اور دینا ہوتا ہے، اور دنیاکے اور بھی برائیاں ہوتی ہیں۔ اس واسطے رسول اللہ ﷺ نے مساجد کو دنیا کی سب زمینوں سے بہترین جگہ قرار دیا ہے۔ اور بازار میں چوں کہ زیادہ تر گناہ اور اللہ کی نافرمانی کے کام ہوتے ہیں، اسوجہ سے انکو بری اور مغضوب ترین جگہ قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال عليه الصّلاة والسّلام شر بقاع الارض اسواقُها وخير بقاع الارض مساجدها۔ (رواہ ابن حبان في صحيحه بحوالۂ مشکاۃ شریف صفحہ ۷۱)

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایاہے کہ پوری زمینوں میں بہترین جگہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کی جگہ ہیں، اور بدترین جگہ بازار کی جگہ ہیں۔

کیونکہ ان مساجد کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہیں، ذکر، تسبیح وتہلیل ہوتی ہیں، قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ خیر کے کام ہوتے ہیں۔

غرض: دین کے کام ہوتے ہیں، ان مساجد میں دنیاوی کام کرنا تجارت کرنا، خرید وفروخت کرنا، مکان بنانا، اور رہائش کا گھر بنانا جائز نہیں ہیں۔

اس واسطے لوگ ان مساجد کے جگے کو مسجدوں کے لئے عبادت کے واسطے وقف فی سبیل اللہ کردیتے ہیں، تاکہ یہ جگہ اللہ ہی کیلئے مخصوص رہے، اوران میں اللہ تعالیٰ کے دین وعبادت کے کام کریں۔ دوسری دنیاوی کام کے لئے ان کو استعمال نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا:

انما يعمر مساجد الله من اٰمن بالله واليوم الاٰخر واقام الصلاة واٰتى الزكاة ولم يخش الاالله۔ (سورۃ التوبۃ آیت ۱۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے مساجد قائم کرنے کا کام وہ لوگ انجام دیں گے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں، اور آخرت یعنی روز قیامت پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔اور آخرت کیلئے عمل کرتے ہیں، خاص کر نمازِ فرض و غیرہ ادا کرتے ہیں ،اور زکوٰۃ وصدقہ وغیرہ دیتے ہیں، اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔

نیز سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واذ جعلنا البيت مثابة للناس وأمنا إلىٰ اخره۔

ترجمہ : تم لوگ یاد کرو اس چیز کو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے بیت اللہ کو تمہارے عبادت کے واسطے جمع ہونے کی جگہ مقرر کی ہے ،تم لوگ اس میں طواف کرتے ہو اور پانچ وقت نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہو،اور خاص کر مقام ابراہیم کی جگہ کو تمہارے واسطے نماز ادا کرنے کی جگہ بنادی ہے۔

ان مذکورہ دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں،لوگوں کی عبادت کے واسطے ہیں، یہ مساجد امن اور سکون کی جگہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہونے کی جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے تیسری اور ایک جگہ میں فرمایا:

حافظوا على الصّلوات والصّلاة الوسطىٰ۔ (سورة البقرہ۔ اٰیت ۲۳۸)

ترجمہ وتشریح: اے ایمان والو! تم لوگ پانچ وقت نمازیں اور نماز جمعہ کی حفاظت کرو یعنی ان کو اوقات کے مطابق یا پابندی کے ساتھ اور جماعت کے ساتھ ادا کرو، خاص کر کے نمازِ وسطیٰ، نمازِ ظہر، یا نماز عصر، یا نماز عشاء کی خوب حفاظت کرو، یہ اللہ فتعالیٰ کا حکم ہے۔

نبی علیہ الصّلاۃوالسّلام نے پوری زندگی میں سب فرض نمازوں کی پابندی کی ہے،

اور صحابہ کرامؓ آپ کی متابعت میں مکّۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنوّرہ میں سب فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے رہے ہیں۔ قرآن وحدیث میں ان چیزوں کا ذکر موجود ہے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں حضر میں، صحت میں بیماری میں، اور جہاں دو میں ،اور عام حالتوں میں، یعنی ہر حالت میں فرض نمازیں باجماعت ادا کی ہیں ۔کسی حالت میں نہ ان فرائض خمسہ اور نماز جمعہ کو چھوڑا گیا ہے ،نہ ان کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ جہاں دوں میں بھی آپؐ نے فرائض کو مساجد میں ہو یا میدانوں میں ہر حالت میں جماعت اور جمعیت کے ساتھ نمازیں ادا کی ہیں ۔ تمام مسلمانوں کو بھی ان تمام فرض نمازوں کو خواہ حالت اقامت میں ہو یا حالت سفر میں میدانوں میں ہوں یا مساجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضروری اور لازم ہوتا ہے۔ اور حالت سفر میں بھی مساجد میں ادا کرنا ممکن ہو ،عذر نہ ہو تو مساجد میں ادا کرنا ضروری ہے،ہاں کوئی شرعی عذر ہو تو جہاں ممکن ہو میدانوں میں یا گھروں میں ادا کرنی ہوں گی۔ اگر شرعی عذر نہ ہو تو مساجد میں جانے کے بجائے گھروں میں نمازِ فرض ادا کرنا خلاف شرع اور خلاف سنّت متوارثہ اور بدعت قبیحہ کا عمل ہو گا۔

اور ایسی نمازوں میں خلافِ نصوصِ شرعیہ و خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے نماز کا مکمل ثواب نہ ملے گا۔ ناقص نماز کا ثواب ملے گا اور اس طرح ہمیشہ کے لئے معمول بنالینا خلاف سنتِ متواترہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ تارکینِ جماعت اور تارکِ مسجد کے گنہگار ہوں گے ،بلکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنی نمازوں کا کوئی خاص ثواب نہ ملے گا۔ شاید صرف فرض اتر جاوے۔

حدیث شریف میں آیا ہے :

عن ابي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي ﷺ قال لقد هممت أن أمر فتيتي أن يجمعوا حزم الحطب ثم أمر بالصلاة فتقام ثم اُحرّق علیٰ اقوامٍ لا يشهدون الصلاة۔ (ترمذی مع عرف الشذی ۱/۵۲)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنی قوموں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کریں پھر میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں، اور جماعت پڑھی جاوے، پھر جو لوگ بلاعذر مسجد میں جماعت کے ساتھ نمازوں کے لئے حاضر نہیں ہوتے، ان کے گھروں کو آگ لگادوں، مگر چونکہ گھروں میں بعض معذوراور عورتیں اور بچے ہوتے ہیں ان کے خاطر گھروں کو آگ نہیں لگاتا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ بلاعذر ترک نماز باجماعت کا کتنا بڑا گناہ ہے۔ یعنی اس طرح کی حدیث حضرؔت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوالدرداءؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہم سے بھی روایت ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ حدیث مشہور ہے، خبر واحد نہیں ہے، اور نماز باجماعت کے وجوب پر بے شمار اَحادیث اور تواتر طبقہ اور تواتر عمل سے بھی ثابت ہیں۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جولوگ بلاعذر شرعی نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے ان کی نماز ہی نہیں ہوگی، یعنی ان کی نمازیں نہایت ہی ناقص ہوں گی، جو کہ قبولہونے میں شدید خطرہ ہے۔ کیونکہ شریعت میں جن اعذار کی بناپر نماز میں نہ آنے کی اجازت دی ہیں۔ انکے بغیر صرف کسی وھم وشبہ کی بناءپر نماز میں نہ آناشرعی عذر نہیں ہے، ایسے اعذار کو ترکِ جماعت کیلئے دلیل نہیں بنائی جاسکتیں۔

مسجدوں میں جماعتوں کے لئے بلاعذر نہ آنا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا ہے۔

لیکن کوئی حکومت نمازِ باجماعت پر پابندی لگادیوے تو یہ شرعاً بہت بڑا ظلم ہو گا ایسے حکم پر عمل کرنا جائز نہ ہو گا، حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمایا ہے:

ومن أظلَمُ مِمَّن منع مساجدَ الله أن يذكر فيها اسمه وسعىٰ في خرابها اولٰئك ما كان لهم ان يدخلوها الّا خائفين لهم في الدنيا خزي ولهم في الاٰخرة عذاب عظيم۔ (سورۃالبقرہ آیت ۱۱۴)

ترجمہ وتشریح : اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ اس کا نام لیا جاوے، وہاں پر اور کوشش کرے انکے اجاڑنے میں، ایسے لوگو کے لئے مناسب ہی نہیں، لائق نہیں کہ وہ ان مساجد میں داخل ہو مگر ڈرتے ہوئے اسکے عذاب سے ان کے لئے دنیامیں ذلّت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

مسجدوں میں نمازوں سے روکنے والے کفّار مشرکین کی جماعت ہو یا یہود ونصاریٰ کی جماعت یا برائے نام مسلمان یعنی وہ مسلمان جن کے نہ عقائد صحیح ہیں، نہ اعمال درست ہیں ، نہ وہ قرآن و سنت کی اطاعت کرتے ہیں بلکہ انکی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بظاہر تو مسلمان ہوتے ہیں مگر وہ اسلام کے جگری میں دشمن ہوتے ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں معارف القرآن کے اندر شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند محدث کبیر علاّمہ محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں۔

اس شخص سے بڑکر کون ظالم ہو گا کہ جو اللہ کی مسجدوں میں اس بات سے روکتا ہے کہ ان میں اللہ کے نام لیا جائے، خواہ یہ روکنا، دل سے ہو یا خواہ زبانی سے، یا اعضاء وجوارح سے ،

اور فقط اس پر اکتفاء نہ کرے بلکہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے گھروں کو ویران اور برباد کرنے کی کوشش کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کرنا اور انکو منہدم کرنا، یہ مساجد کی ظاہری تخریب ہے، عبادت، ذکر اللہ اور نمازوں سے روکنا اور بندش کر دینا یہ مساجد کی معنویاو خفیۃ وباطنی تخریب کاری ہے۔ (معارف القرآن جلد نمبر ۲۰۳/۱)

حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر موضّح القرآن میں لکھا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ و دیگر مشرکین نے مسلمانوں سے دشمنی رکھنے کی بنا پر بیت اللہ شریف اور بیت المقدس وغیرہ مساجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکا ہے، منع کیا ہے، اور اب تک اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کا کام تو یہی ہے کہ سب مساجد برباد ہو جائیں اور بند رہے۔ تاکہ اسمیں کوئی مسلمان کی جماعت عبادت کرنے والے نہ رہیں۔ جب کہ مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ دنیا کی ساری مساجد کھلی رہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔ اسمیں نمازیں باجماعت جاری رہیں۔

غرض: مساجد سب آباد رہیں یہ بات یہود و نصاریٰ و مشرکین کو پسند نہیں، اس واسطے یہ لوگ آئے دن طرح طرح کے منصوب کرتے رہتے ہیں، اب یہ منصوبہ بنایاہوہے کہ پوری دنیا میں ''کروناوائرس'' کی تشہیر کر دی جائے، حکومت کے ذرائع سے تمام تحریک ''کروناوائرس'' کو عام کرنے میں مصروف ہو جائیں تاکہ اس طرح عام تشہیر و اعلانات سے آہستہ آہستہ ان میں ''کروناوائرس' کا خوف اور وسوسہ دل میں بیٹھ جائے جس سے ان کا ایمان کمزور ہو جاوئے گا، ان میں جب بیماری کا خوف اور اس کا وسوسہ ظنّ غالب اور یقین کے درجہ میں پہنچ جائے گا، '' تو ان کی نمازیں اور دوسری عبادات میں فرق آ جائے گا''

ہوتے ہوئے ایک ایک عمل ان سے چھوڑتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا کفن ودفن، نمازِ جنازہ،عیادت مریض تیارداری ایک دوسرے کے سب ہمدردی ختم ہو جائیں گی، تو وہ مسلمان بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی طرح شتر بے مہار کیطرح پھرتے رہے، انکے دینی احکام اور دینی اعمال ان سے ختم ہوجائیں پھر ہم سب مل کر دنیا میں عیش کریں گے، مزے اڑائیں گے، دنیا کی حکومت وطاقت ہماری رہے گی۔

لیکن یہ سب چیزیں اور ان کے اوھام اور خیالات ہیں، جو کہ بالکل غلط اور باطل ہیں، پوری آسمان وزمین کی ملکیت اور اس کے حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، اور رہیں گی۔ اگر جن وانسان سب لوگ ایسے بے دین ہو جائیں گے تو بہت ہی قریب قیامت کی علامات کبریٰ آنے شروع ہوجائیں گی اور بہت جلدی قیامت قائم ہو جائے گی ،ان کو نہ عیش نصیب ہو گا،نہ آرام و سکون ملئے گالگاتار عذاب ہی عذاب آتا جائے گا پھرانہیں پر قیامت قائم ہوجائے گی، آسمان ٹوٹ جائے گا،زمین ختم ہوجائے گی، آسمان وزمین کی سب چیزیں ختم ہوجائیں گی، انکو عیش وآرام کا موقع کہاں سے ملے گا۔ ہرگز انکے عزائم میں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

اسی آیت ''ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ'' تفسیر بیان کرتے ہوئے ہندوپاک کے مشہور مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ اپنی مایۂ ناز تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں :

یہاں پر تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مساجد کی ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہیں، سب حرام ہے، اس میں جس طرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم کرنا اور ویران کرنا داخل ہے، اس طرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی داخل ہے، جن کی وجہ سے مسجد ویران ہو جائے، اور مسجدوں کی

ویرانی یہ ہے کہ وہاں نماز کے لئے لوگ نہ آئے، یا کم ہو جائے، کیونکہ مسجد کی تعمیر و آبادی دراصل درودیوار یاان کے نقش و نگار نہیں ہے، بلکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے والوں سے، ذکر و تلاوت اور نماز سے آباد کرنا تعمیر کرنا مقصود ہے، اس لئے قرآن مجید میں ایک اور جگہ میں ارشاد ہے:

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وأقام الصّلاۃ واٰتی الزّکاۃ ولم یخش الااللہ۔(سورہ توبہ اٰیت ۱۸)

یعنی اصل میں مسجد کی آبادی یہ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لائیں اور روزِ قیامت پر، اور نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ان مساجد کو آباد کریں، انکی تعمیر کریں انمیں عبادت کرتے ہیں اسلئے حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربِ قیامت میں مسلمانوں کی مسجدیں بظاہر آباد اور مزیّن ہوں گی مگر حقیقت میں ویرانی ہوں گی، ان میں حاضرینِ نماز کی تعداد کم ہوں گی، یا اس کے اسباب پیدا کیا جائیں گے کہ لوگ نمازوں کے لئے نہ آسکیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے! کہ شرافتِ انسانی کے چھ ۶ کام ہیں، ان میں سے تینچیزیں یہ ہیں۔ (۱) تلاوت کرنا (۲) مسجدوں کو آباد کرنا (۳) دوستوں کی جمعیت بنانا جو اللہ کے دین کے کاموں میں مدد کرے۔ (تفسیر معارف القرآن: ۲۷۲/۱)

مذکورہ بالا آیات اور ہر دونوں تفاسیر میں جو باتیں بتائی گئیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہیں،

(۱) مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ قلباً یا لساناً یا اعضاء وجوارح سے جیسے نماز تلاوت، تسبیح و تہلیل وغیرہ رہے۔

(۲) اسی طرح مساجد کی تعمیر و آبادی ایمان اور شرافت انسانی کے تقاضے ہیں۔

(۳) مساجد میں زیادہ سے زیادہ نمازیوں کا آنا" اسمیں اللہ کا ذکر کرنا" تلاوت کرنا مسلمانوں اور ایمان داروں کے اعمال ہیں اس سے منع کرنا ظالموں کے اعمال ہیں۔

(۴) اس کے برخلاف مسجدوں میں لوگوں کو آنے سے روکنا یا تحدید کرنا عبادات اور نمازوں سے منع کرنا مساجد کی تخریب کاری ہے، جس کی مذمت آیت میں بیان کی گئی ہے۔

(۵) مسجدوں سے لوگوں کو روکنا جیسے علی العموم تخریب کاری ہے، اس طرح بعض افراد اور تعداد کی تخصیص کر دینا یہ بھی تخریب کاری ہے، اور یہ بات سخت ظلم کی بات ہے اور مسلمانوں پر بہت بڑی زیادتی ہے۔

(۶) اور بعض حضرات جو مسجدوں میں نہ آنے اور منع کرنے کے جو اسباب بیان کرتے ہیں کہ "کروناوائرس" کا اثر آجائیگا شریعت اسلامیہ میں ان کا کچھ ذکر کہیں پر نہ بیان کیا ہے نہ ہی نصوصِ شرعیہ انکا کچھ اشارہ ملتا ہے۔ "کروناوائرس" کا اثرات کا آجانا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

(۷) کیوں کہ کرونا وائرس اور اس طرح کی بیماریاں دینا میں روم شہر میں بھی آئی تھیں، صحابہ کرام کے دور میں شام میں بھی طاعون کی بیماری آئی تھی لیکن نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اور صحابہ کرام نے مسجدوں کو نہ بند کرنے کا حکم دیا ہے نہ ہی نمازوں کے لئے آنے سے منع کیا ہے، پتہ نہیں ہمارے زمانہ میں فرض عبادات اور واجب عبادات اور سنن نمازوں سے کیوں روکا جاتا ہے، یہ تو ظالم اور مشرکوں کا کام ہے، محکمۂ صحت کے لوگ اٹکل سے بات کرتے ہیں ڈاکٹری تحقیقات ہیں، تحقیقات نصوصِ شرعیہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، اسلئے انکا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

(۸) محکمۂ صحت کے ماہرین کی ہدایات پر عمل کرنا جو کہ خالص ظنی اور وھمی ہیں۔ نصوصِ قطعیہ وشرعیہ کہ مقابلہ کیونکر اور کیسے جائز ہو گا، شرعی عبادات اور انکے احکامات وحیِ الہیٰ جو کہ قطعیات میں سے ہیں ان میں عمل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے یا واجب اور ان میں سے سنت مؤکدہ جو کہ عملاً واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم دیا ہے ان کا انکار کفر ہے،، بد عملی فسق ہے۔ ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہیں کہ وھم اور شک یا ظن وگمان کی بناء پر ان کو چھوڑا جا سکے۔ اس وجہ سے کہ عقلی تحقیقات اور فلسفی اجتہادات میں جس میں روز بروز تبدیلیاں ہوتی ہیں، لیکن ایسی اجتہاد اور تحقیقات کی بناء پر شرعی احکامات کو چھوڑنا کسطرح جائز ہو گا؟ جو کہ سب وحی اور نصوص شرعیہ کے تحت ہونے کی وجہ سے واجب العمل ہیں، ان کو کیوں کر چھوڑا جاوے اور کس دلیل سے؟ لہذا ایسا کرنا مسلمانوں اور ایمان داروں کے لئے قطعاً جائز نہیں ہیں۔

بلکہ نصوص شرعیہ اور وحی آسمانی کو چھوڑنا گویا غضب الہی کو دعوت دینا ہو گا، اس سے ”کرونا وائرس“ کی بیماری نہیں جائے گی بلکہ بیماری بڑھے گی، عذاب میں اضافہ ہو گا۔

ہمارے مسلمانوں کو عقل وہوش سے کام لینا ضروری ہے کفّار ومشرکین کی باتوں میں آکر دین اور دینی امور کو ترک کرنا کفر اور شرک کے علاوہ کچھ نہ ہو گا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک اور کفر سے حفاظت فرماوے۔

قرآن حکیم کے اندر حق جل مجدہ کا اور ایک جگہ میں ارشاد ہے: وإذ جعلنا البيت مثابةً للنّاس وامنًا واتخذوا من مقام ابراهيم مصلّىٰ وعهدنا إلىٰ إبراهيم واسماعيل أن طهرا بيتي للطّائفين والعاكفين والركع السجود۔ (سورۃ البقرہ/۱۲۵)

ترجمہ وتشریح: اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ اور لوگوں کے واسطے سکون پر امن کی جگہ قیام گاہ اور مقام ابراہیمؑ کی جگہ میں نماز پڑھنے کی جگہ، اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو کہہ دیا کہ پاک وصاف رکھو گھر میرا واسطے طواف کرنے کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے ۔(تفسیر موضح القرآن، شاہ عبدالقادر دہلویؒ صفحہ ۲۴)

تفسیر عثمانی میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آیت کی تشریح فرمایا ہے ”اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور امن کی جگہ کیوں کہ ہر سال اسمیں حج و عمرہ کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں پر طواف کرتے ہیں اور وہاں پر نماز پڑھتے ہیں وہاں پر لوگوں کا بہت بڑا مجمع ہوتا ہے، جو لوگ وہاں پر حج و عمرہ ادا کرتے ہیں پھر وہ عذاب جہنم سے مامون ہو جاتے ہیں اور لوگوں کی زیادتی سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور حج و عمرہ میں تم لوگ مقام ابراہیم کے پاس نمازِ وطواف ادا کرو، فرض نماز کی جگہ بھی بناؤ، اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو کہہ دیا کہ بہت سے لوگ بیت اللہ کے طواف کرنے والے ہوں گے اور نماز پڑھنے والے ہوں گے تو ان رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے بیت اللہ کو صاف ستھرا رکھا جاوے۔

تو بیت اللہ شریف نزول رحمت کی جگہ ہے نزولِ برکت کی جگہ ہے اور ثواب کثیر حاصل کرنے کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرنے کی جگہ ہے، اسمیں بیماری کیسے اور کیوں آئے گی۔

بیماریاں تو جو کفّار ہیں ان کے واسطے عذاب کے طور پر نازل کی گئی ہیں وہ مساجد میں کیسے آئیں گی اسی طرح دنیا کے ساری مساجد میں ذکر اللہ ہوتا ہے، تلاوت قرآن ہوتی ہے، روزانہ پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں لوگ دعا و التجا کر کے اللہ تعالیٰ سے گناہیں معاف کرواتے ہیں ہر نماز میں اس سے پہلے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں پوری نمازیں پڑھنے سے رات کو نمازی بندہ گناہ سے پاک وصاف ہو جاتے ہیں۔ جس سے پتہ چلا کہ سب مساجد عبادت کے لئے جمع ہونے اور اجتماع کی جگہ ہے اجتماع نماز کے لئے ذکر اللہ کے لئے تلاوت قرآن کے لئے ہیں۔ بازار کے لئے نہیں گپ گزاری کے لئے نہیں گناہ کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ اور بیت المقدس اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دنیا کی ساری مساجد کو جب لوگوں کی نمازوں کے لئے اور جمعہ کے لئے تلاوت کے لئے اوراللہ کے ذکر کرنے کے واسطے اور باجماعت ادا کرنے کے لئے اجتماع گاہ بنادیا ہے تو کون ظالم ہو گا جو ان اجتماعات کو ختم کردے یا ان میں کمی کر دے، بیت اللہ میں اللہ کے بندوں کو طواف سے روک دیوے اور مسجد نبوی کو نمازیں پڑھنے سے روک دیوے۔ دنیا کی دوسری مساجد میں پابندی لگادیوے۔ ایسے لوگ جو نمازوں سے روکنے والے ہیں وہ تو دنیا میں سب سے ظالم ترین لوگ ہو سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مجرم ہی ایسے کام کو انجام دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقل و دماغ سے کام لینے کی توفیق دیوے، یہودی اور نصاریٰ اور دوسرے مشرکین کی پیروی کرتے ہوئے مساجد میں عبادت، نماز تلاوت و ذکر اللہ وغیرہ انجام دہی سے نہیں روکنا چاہئے۔ مساجد کو بند نہیں کرنا چاہئے بلکہ جلد از جلد تمام مساجد کو

جیسے وہ عبادت کے لئے پہلے کھلی رہتی تھیں اب بھی ان کو کھول دینا چاہئے، یہی قرآن وحدیث کا مطالبہ ہے امت مسلمہ کا متفقہ موقف ہے۔

البتہ ''کرونا وائرس'' اور طاعون وغیرہ بیماریوں میں جو لوگ مبتلا ہیں ان کو مساجد میں آنے سے روک دیا جاوے کیونکہ ان کی وجہ سے عام نمازیوں کو نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ مگر جو لوگ صحت مند ہیں مساجد میں نمازیں باجماعت ادا کرنا چاہتے ہیں نماز جمعہ مساجد میں پڑھنا چاہتے ہیں ان کو کوئی عذر اور بیماری بھی نہیں ہے ان کو کس بناء پر روکا جاوے! مشرکین کے پاس کیا اعذار ہیں اسکی کیا دلائل ہیں ان کو بیان کیا جاوے۔

باقی رہا یہ کہ محکمۂ صحت کا اعلان کہ ہو سکتا ہے اسطرح اجتماعات سے ''کرنا وائرس'' جیسے بیماری دوسروں میں سرایت کر سکتی ہے یہ تو ایک خالص وھم ہے مشرکین کا مزعومہ عقیدہ ہے۔ اگر اس وہم اور شک کی وجہ سے مساجد میں لوگوں کا اجتماعات مضر ہیں تو سب ''اجتماع گاہ'' بازاروں کو بند کر دیا جاوے گا میل فیکٹریوں کو بند کر دیا جاوے بینکوں میں ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کے اجتماعات کو روک دیا جاوے فوجوں کی سب حرکات و سکنات سڑکوں میں اور تھانے میں پولیس لوگوں کے اجتماعات کو بند کر دیا جائے پھر بھی مساجد کو بند نہیں کیا جاسکتا یہ سب مذکورہ جگہ تو کوئی پاک وصاف جگہ نہیں ہوتیں برکت والی جگہ نہیں ہوتیں صحت والی جگہ نہیں ہوتیں، جو جگہ ثواب حاصل کرنے کی جگہ نہیں ہوتیں پھر وہاں پر اجتماعات کی اجازت ہوتی ہے مگر اللہ کی مساجد جو کہ اللہ کے ذکر کی جگہ تلاوت کی جگہ نماز کی جگہ جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں لوگوں کو نمازوں سے کیسے روکا جاوے ممنوع قرار دیا جاوے۔ یہ کوئی کفّار ومشرکین کا مشترکہ منصوبہ اور مشترکہ

سازش تو نہیں ہے؟ اگر یہ سازشوں کا حصہ ہے اس کو بند کر دینا چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی وہ گرفت اس سے زیادہ سخت سزا ہوگی پھر کسی کافر کو کہیں جانے کی جگہ نہ رہے گی۔ ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی۔ اللہ ہم سب کو پناہ میں رکھے۔

افسوس کی بات یہ ہے ہمارے سادہلوی کے بعض علماء اور بعض لالچی مسلمان لوگ بھی مساجد اور مدارس جیسے اجتماعات شرعیہ کو بند کرنے کے حامی ہوگئے ہیں، مشرکین کی پیروی اور اتباع کرنے لگے ہیں۔ بلاعذر نماز جمعہ اور نماز باجماعت کے لئے مساجد میں نہیں جاتے ہیں ترک فرائض اور ترک واجبات کے گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرماوے اور ان کو صحیح سمجھ عطا فرماوے ورنہ ان کو بھی کفّار کے ساتھ عذاب میں ہلاک کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرماوے۔

قرآنی آیات کے سوا اس سلسلہ میں اَحادیث رسول بھی بے شمار آئی ہیں: انہیں اَحادیث کو ملاحظہ کیا جائے۔

عن مجاهد انه قال سئل عن ابن عباس رضي الله عنهما رجل يصوم النهار ويقوم الليل ولا يشهد الجمعة والجماعة قال هو في النّار روى ومعنى الحديث عنه من لا يشهد الجماعة والجمعة رغبة عنها فقال هو في النّار۔ (ترمذی)

حضرت مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی ہر روز دن کو روزہ رکھتا ہے اور ہر رات کو نماز وغیرہ میں قیام کرتا ہے لیکن نماز جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا اس کا کیا حکم ہے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

اور مجاہدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے جو شخص پانچ وقت جماعت اور جمعہ سے قصداً اعراض کرتے ہوئے جماعت اور جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا وہ بھی جہنم میں جائے گا ان کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام کی ایک روایت یہ بھی ہے:

من ترك الجمعة ثلاث مرّاتٍ تهاونا طبع الله في قلبه -(ترمذی مع عرف الشذی)

جس نے بلا وجہ شرعی تین جمعہ کو ترک کیا ہے جس کی وجہ غفلت اور سستی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا تاکہ خیر کی بات اس کے دل میں نہ جاسکے گی۔

مذکورہ روایاتوں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شرعی عذر کے بدون نماز جمعہ اور دوسری جماعتوں میں حاضر نہیں ہوتے ان کے لئے بہت بڑی وعیدیں آئی ہیں یہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور گھروں میں پڑھی ہوئی نماز ان کے اللہ کے یہاں قبول نہ ہوگی بلکہ تین جمعہ ترک کرنے والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ مہر لگادیں گے کوئی خیر اور نیکی کے بات ان کے دل میں نہ آئے گی۔

ہاں جن اعذار کی وجہ سے ترک جماعت اور ترک جمعہ جائز ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) شدید مرض لاحق ہو چل کر مسجد میں نہ آسکتا ہو۔ (۲) یا مسجد میں آنے میں سخت تکلیف ہو (۳) یا مرض بڑھ جانے کا خطرہ ہو (۴) یا نابینا ہو اکیلا مسجد میں نہ جاسکتا ہو (۵) لے جانے والا بھی نہ ہو یا کوئی موذی بیماری میں مبتلا ہو جس سے دوسروں کو خطرہ ہو (۶) سخت گرمی ہو اندھی ہو۔ (۷) سخت بارش ہو (۸) رات اندھیریں ہو (۹) یا ڈاکو کا خوف ہو۔ وغیرہ وغیرہ تو جماعت اور جمعہ میں نہ جاوے تو گناہ نہ ہو گا۔ مساجد میں نہ جانے کا گناہ نہ ہو گا۔

لیکن کرونا بیماری جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اسکے خوف ہے کہ یہ بیماری اگرچہ کسی خاص جگہ میں متعین نہیں ہے، کہیں کہیں ایک دو یا دو چار شخص بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نمازیں لوگ انکے گاؤں میں ہوتے ہیں گھر میں علاقہ میں بیماری نہیں ہے اور خود صحت مند ہے اپنے علاقہ میں مساجد میں جماعت اور جمعہ میں شریک ہو سکتے ہوں لیکن اندیشۂ بیماری یا خوفِ بیماری کے وھم اور گمان سے مسجدوں میں نہ آنا چاہیں ازروئے قرآن وحدیث جائز نہیں ہے۔ سخت کبیرہ گناہ ہیں۔ جن علماء نے سرکاری اعلانات کی حمایت کی ہے یا کرتے ہوں اور لوگوں کو مساجد میں نہ آنے کی ہدایت کی ہے اور ان کو جماعت کے ساتھ نمازوں سے منع کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کی ہے۔ شریعت کے خلاف اور قرآنی نصوص کی خلاف ورزی کی ہے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمادے اور ان کو معاف کردے ورنہ قیامت کے روز اللہ کی جانب سے سخت مواخذہ ہو سکتا ہے کیونکہ ترکِ جماعت اور ترکِ جمعہ کے لئے "کروناوائرس" میں مبتلا ہونے کا اندیشہ وخطرہ ایک ظنی اور وھمی چیز ہے جہاں جہاں لوگ مساجد میں نماز جمعہ اور جماعت کے لئے آتے ہیں وہاں بیماری نہیں آتی ہیں جہاں جہاں لوگوں کا اجتماع ہوا ہے وہاں "کرونا" کی بیماری نہیں آئی ہے، بینکوں میں بازاروں میں اور فیکٹریوں میں ہر جگہ میں "کروناوائرس" کی بیماری نہیں آئی یہ چیزیں کھلی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جگہ اللہ کی عبادآت اور نمازوں اور دعاؤں کی جگہ مساجد میں بیماری آجائے گی یہ منطق کس کافر نے اور کس ظالم نے لوگوں نے ہمیں سمجھا دیا ہے، اور ہماری حکومت کے لوگوں نے بھی اس پر عمل کرنے کے پابند ہو گئے ہیں اور پورے ملک کے باشندوں کو اس کی پابندی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس میں لاکھوں فوجیں اور پولیس

بھی استعمال ہو رہی ہیں یہ چیزیں اور عقل اور نقل کے خلاف تو نہیں ہیں؟ پھر پورے ملک میں ''لاک ڈاؤن'' کی وجہ سے کاروبار بند ہے تجارت بند ہے ملازمتیں بند ہیں مزدور لوگوں کی مزدوریاں بند ہیں ملک کے اربوں کھربوں ٹاکے کے نقصان ہیں اس کو کون پورا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس قانون '' لاک ڈاؤن '' کا کہیں بھی حکم نہیں دیا ہے ،بلکہ کفار اور مشرکین نے امریکا اور ان کے اتحادیوں نے اس کا حکم دیا ہے کفار اور مشرکین کی تابعداری کرنے پر اللہ تعالیٰ ان مذکورہ نقصانات کو کیوں پورا کرے گا، وہ تو گناہوں اور ترک عبادت کی وجہ سے ہمارے اوپر ناراض ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جاتی، نمازیوں کی پابندی کی جاتی ،جماعتوں کی پابندی کی جاتی ،اور دوسرے نافرمانیوں سے پرہیز کیا جاتا شاید اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ،رحمتوں کی امید کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ ''کرونا وائرس'' کی بیماری کو دور کر دیتے، اس کو رحم آتا، زمین کے خزانہ کھول دیتے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتیں۔

لیکن ہمارے معاملات سب تو اس اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے برخلاف ہیں۔ ہماری بنیادی عبادات شرعی فرض ، نمازیں ضائع ہو رہی ہیں بلکہ ختم ہوگئی ہیں نمازیں شریعت کے مطابق نہیں ہو رہی ہیں جمعہ شریعت کے اصول کے مطابق نہیں ہو رہا ہے معاملات درست نہیں ہیں معاشرت درست نہیں ہیں سارے برایوں میں ہم لوگ مبتلا ہو رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کیسے نازل ہوں گی کیوں کر نازل ہوں گی۔ کیا ان مشرکوں اور کافروں کی حکومتیں دنیا کے لوگوں کے ذمہ داری لیں گے یہ ممکن ہے؟ کلا وحاشا اسلئے کہ ساری زمینوں کے مالک اور آسمانون کے مالک تو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے وہ جب تک چاہے گا

ان کو باقی رکھے گا ورنہ انہیں موجود چیزوں کو ایک دم ختم کر دیں گے اس کو ہر چیز پر قدرت ہے، اسی پر کسی کی قدرت نہیں ہے۔

بات چل رہی تھی کہ مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں نمازوں اور جمعہ کے لئے اجتماع کی جگہ ہیں اور انہیں چیزوں کے لئے مسجدیں بنائی گئی ہیں اس میں نمازوں اور عبادات ادا کرنے کے لئے یہ مساجد مخصوص ہیں۔ ان کو کن اغراض کے تحت بند کیا جاوے یا ان کو تحدید کیا جاوے اس پر ہمیں اور سب دانشور لوگوں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔ جبکہ اللہ تعالی تو اپنے نمازی بندوں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال رسول الله ﷺ يتعاقبون فيكم ملائكة الليل وملائكة بالنهار ويجتمعون في صلاة الفجر و صلاة العصرثم يعرضون الذين يأتون فيكم فيسئله إليهم وهواعلم بكم فكيف تركتم عبادي فيقولون تركناهم وهم يصلون وأتيناهم وهم يصلون (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے دونوں نمازیں یعنی فجر اور نمازِ عصر کی جماعت میں جمع ہوتے ہیں اور سب نمازیوں کی نماز اور دوسری عبادات کی گواہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنے کے بعد دیتے ہیں، وہ اس طرح ہے کہ فرشتے جب اللہ کے دربار میں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں کہ تم نے ہمارے بندوں کو کس حال میں پایا ہے؟ تو فرشتے سب جواب دیتے ہیں کہ جو لوگ فجر وعصر کی نماز اور دوسری نمازوں کی جماعت میں حاضر ہوتے ہیں

ان کے بارے میں گواہی دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ ہے اس لئے سب کچھ جانتے ہیں پھر بھی فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ ہمارے بندوں کو کس حال میں پایا ہے کہ مساجد کی جماعت میں شریک ہونے والوں میں یا غائبوں میں پایا ہے تو حاضرینِ جماعت کے بارے میں فرشتے فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو جانے کے بعد بھی نماز کی جماعت میں حاضرین نماز کی جماعت میں پایا ہے،اور واپسی کے وقت بھی حاضرین نماز کی جماعت میں پایا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے اللہ ان کو مغفرت کر دیجئے اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت فرمادیں گے۔ جو لوگ مساجد کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ہیں اور گھروں میں نماز پڑھتے ہیں ان کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کو پورے ثواب نہ ملے گا، نمازوں کو اللہ چاہے گا تو قبول کرے گا یا مسترد کر دے گا۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ صلاة الجماعة افضل من صلاة الفذّاي الفرد لسبعة وعشرين درجةً۔(رواه البخاري ومسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکیلا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت کی نمازیں ستائیس ۲۷ درجہ زیادہ فضیلت ملتی ہیں (رواہ البخاری و مسلم)

جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا ثواب اکیلے میں دس گناہ ہے جماعت کی صورت میں ۲۷ گناہ ثواب زیادہ ہے۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ کہتے سنا ہوں إنّ الله تعالىٰ ليعجب من الصلاة في الجمع۔(رواہ احمد واسنادہ حسن)

اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ سب بندے مسجدوں کی جماعت میں شریک ہو کر نماز ادا کریں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصّلاۃ و السّلام سے منقول ہے کہ جس آدمی نے فجر کی نماز مسجد کی جماعت میں ادا کی تو وہ اللہ کے حفاظت اور ذمہ داری میں رہے گا۔(ابن ماجہ)

اسی طرح جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھی وہ پوری رات اللہ کی حفاظت اور ذمہ داری میں رہے گا۔

اور ایک روایت میں ہے جس نے یہ نمازیں جماعت سے ادا نہ کی بلکہ گھر اور اور جگہ میں اکیلا ادا کیا تو وہ اللہ کے حفاظت میں نہیں ہو گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے مسجد کی جماعت میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھی سب گناہ اس کے معاف کر دیا جائے گا اور جس کو بعض نمازیں ملی اور بعض نماز نہ ملی تو اس کو بھی پورا اجر نہ ملے گا۔اور جو شخص مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی نیت سے آوے اور اتفاق سے جماعت ہو چکی ہے پھر بھی اس کو جماعت کی فضیلت ملے گی(رواہ ابو داؤد)

صفوں کے درمیان برابری کرنے کی تاکیدی بیان میں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صف کی ایک طرف سے گزرتے ہوئے دوسری طرف تشریف لے جاتے اور لوگوں کے سینوں اور کندھے کو پکڑ پکڑ کر صف کو برابر کرتے کرتے، ملا ملا کر کھڑے ہونے کا حکم فرماتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ ''لاتختلفوا فتختلف قلوبکم انّ اللہ وملائکتہ یصلون علی الصف الاول'' (رواہ ابن خزیمہ)

یعنی آپؐ نے فرمایا میں نے جس طرح ٹھیک کر رہا ہوں اس طرح صفیں بناؤ اسمیں اختلاف مت کرو اگر تم میرے کہنے کے خلاف کروگے تو تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے، تمہارے فکر بھی جدا جدا ہو جائے گی، اللہ اور اسکے فرشتے صف اول کے لئے خصوصی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ یہ ہی روایت مسند احمد میں بھی آئی ہے۔

اس میں کچھ اضافہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے صف اول کے مقتدیوں پر خصوصی رحمت فرماتے ہیں اور صف ثانی کے مقتدی پر بھی خصوصی رحمت فرماتے ہیں باقی صفوں کی نمازیوں پر بھی عمومی رحمت فرماتے ہیں۔

اور یہاں پر بخاری شریف اور مسلم کی روایت میں ہے نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام نے دعاو استغفار فرماتے ہیں صف اول کے مقتدیوں پر تین مرتبہ اور صف ثانی کے مقتدیوں پر ایک مرتبہ خصوصی رحمت فرماتے ہیں۔

ان سب صورتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے جماعت کی نمازوں کی فضیلت بہت زیادہ ہے پھر ان میں پہلی صف اور دوسر صف والوں پر زیادہ رحمت فرماتے ہیں۔ پھر انمیں دائیں طرف والے مقتدیوں پر زیادہ رحمت فرماتے ہیں، تو جولوگ مسجد میں آسکتے ہیں اور نہیں آتے یہ لوگ ان سب ثواب اور رحمتوں سے محروم ہو جائیں گے۔

اس سے قبل حدیثوں میں گزرا ہے کہ جو لوگ جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں ان کی حفاظت اور ان کی ذمہ داری کا عہد اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ جماعت میں شریک ہو سکنے کے باوجود مساجد میں نہیں آتے تو اللہ تعالیٰ نہ حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں نہ دوسرے امور کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت کی نماز میں شریک

ہونے والوں کے اوقات اور کام خیر وعافیت سے انجام پائیں گے اور جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ان کے اوقات اور کام وغیرہ خیریت وعافیت سے گزرنے کا وعدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ چاہے گا خیر کا معاملہ کرے گا اور جس کے ساتھ چاہے گا شر کا معاملہ فرمائے گا۔ لہذا ہمارے مسلمانوں میں جو لوگ مساجد میں جماعت کے ساتھ نمازیں ادا نہیں کرتے ہیں ان کو اپنے اور اپنی اولادوں کے بارے میں سوچنا چاہئے کہ وہ دنیا کی محبت اور مال ودولت کی محبت میں پڑھ کر کتنے نقصان اٹھارہے ہیں قبر میں حشر کے انکی کیا حالت ہو گی۔

نماز باجماعت میں صفوں کی درستگی اور لگاتار بنانا کندھے سے کندھے ملا کر بنانا واجب ہے

حدیث میں جماعت کے ساتھ نمازیں ادا کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت دی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) صفوں کو ٹھیک اور درست کیا جاوے (۲) ایک نمازی دوسرے نمازی سے مل مل کر کھڑے ہوں جدا جدا نہ ہوں۔ کیونکہ جدا جدا کھڑے ہونے سے درمیان میں شیطان آجاتا ہے۔ اس واسطے صف میں خالی جگہ پرُ کرنے والا نمازی پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت فرماتے ہیں اس کے درجہ کو بڑھا دیتے ہیں اس میں جتنے قدم گزرے گا ہر قدم پر الگ الگ ثواب ملتا رہے گا۔ (کمارواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جو نمازی لوگ صفوں کی خالی جگہ کو پُر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرماتے ہیں اور ان کے فرشتے ان کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان وقال صحیح علی شرط مسلم)

عبد اللہ ابن عمرؓ کی روایت ہے جس نے صف کی درمیانی جگہ پُر کرلیا یا مل کر کھڑا ہوا اور اسنے خالی جگہ نہیں چھوڑی تو اللہ اسکو اپنی ساتھ ملالے گا یعنی ان کو اللہ کا قرب نصیب ہو گا اور جس نے صف کو قطع کیا یعنی جدا جدا ہو کر کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے جدا کر دے گا۔(رواہ النسائی وابن خزیمہ والحاکم وقال علی شرط مسلم)

حضرت عائشہ اللہ عنہا کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس نمازی نے صف کی خالی جگہ کو پُر کر لیا اس کے درجات کو اللہ بلند فرمائے گا اور جنت میں اسکے لئے ایک گھر بنادے گا۔(رواہ الطبرانی)

دوسری روایت میں ہے اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا(رواہ الطبرانی باسناد حسن)

لہذا کسی عذر شرعی کے بغیر جو لوگ صفوں کے درمیان ایک ایک گز فاصلہ چھوڑتے ہیں یا فاصلہ چھوڑنے کو کہتے ہیں وہ غلط اور جھوٹ کہتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں کرونا بیماری کے نام پر جو ہدایات ڈاکٹروں نے یا محکمۂ صحت والوں نے دی ہیں یہ سب ان کی اجتہاد اور اپنی تحقیق ہیں۔ جس میں غلطیاں ہوتی ہیں یہ حقیقت ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے احکامات کی بنیاد نصوص قطعیہ اور آسمانی وحی پر ہوتی ہے ان میں غلطیاں نہیں ہوتی لہذا آسمانی ہدایت کے مقابلہ میں ڈاکٹروں کی ہدایات یا محکمۂ صحت والی ہدایات کی کوئی حیثیت نہیں ہے بالکل بیکار ہے۔

لہذا مساجد میں نہ آنے کی ہدایات اور مساجد میں کم سے کم لوگ آنے کی ہدایات اور کم سے کم ٹھرنے کی ہدایات اور صفوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑنے کی ہدایات سب نصوص شرعیہ اور وحی آسمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے اور مردود ہیں۔ ان ہدایات پر عمل کرنا ازروئے قرآن و سنت ناجائز اور گناہ ہیں، کیونکہ ان پر عمل کرنے سے اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی نافرمانی ہوتی ہے، جو ناجائز اور باطل ہیں۔

ہاں جہاں جن مواقع میں ڈاکٹری تحقیقات اور محکمۂ صحت کی ہدایات شرعی نصوص اور آسمانی وحی کے خلاف نہ ہوں تو اس وقت ان ہدایات پر عمل کرنا جائز اور ممکن ہے۔ جو عمل کرنا چاہیں کرسکتے ہیں لیکن ان کی ہدایات یہ بھی واجب اور فرض کے درجہ نہیں ہیں۔ ان پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض تحقیقات اسکے خلاف بھی آتی ہے اور موجود ہوتی ہیں توکسی ایک تحقیق کو واجب اور فرض کے درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

اسی طرح صفوں کے بیچ میں ایک ایک گز کا فاصلہ کرنے کی ہدایت اَحادیث رسول اور نصوص شرعیہ کے خلاف ہیں ان پر عمل کرنا ناجائز اور باطل ہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ ایسی پابندیاں ختم کردے کیونکہ قرآن و اَحادیث کے قوانین پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے مگر محکمۂ صحت والوں کی ہدایات نصوص شرعیہ اور وحی آسمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور غیر معتبر ہیں ان پر عمل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے، نہ خود ان پر عمل کرے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف عمل ناجائز و حرام ہیں۔

دنیا کی ساری مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں سب مساجد نمازیں ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی جگہ ہیں

مکّۃ المکرّمہ میں بیت اللہ شریف اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے جس کو فرشتوں نے اور آدمؑ نے مل کر بناء کیا تھا۔ جہاں پر آدم علیہ الصّلاۃ والسّلام اور اولاد آدم سب لوگوں نے اس کا طواف کیا ہے وہاں پر عبادت کی ہیں اور حج و عمرہ اداء کئے ہیں۔ طوفان نوحؑ میں بیت اللہ بھی منہدم ہوچکا تھا اسکا نشان بھی نہ تھا اور اسکے بعد حضرت ابراھیمؑ نے اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر حضرت جبرائیلؑ کی نشاندہی کے بعد بیت اللہ کے اصل اول پر دوبارہ بیت اللہ کو بناء

فرمایاہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ائے ابراہیمؑ آپ جبل ابو قبیس میں چڑھ کر لوگوں میں خانۂ کعبہ کی زیارت وعبادت اور حج و طواف و عمرہ ادا کرنے کے لئے اعلان کر دیجئے تاکہ دنیا کے کونے کونے سے قیامت تک جو لوگ حج اور عمرہ کرنے آئیں گے وہ سب لوگ اسی اعلان کا جواب دے سکے۔ جس نے اور جس حالت میں ہے جسم سے روح سے قیامت تک پیدا ہونے والا ہے اس کا جواب دے گا۔ ’’لبیک اللھم لبیک‘‘ کہاہے وہ بیت اللہ کا حج کرے گا عمرہ کرے گا دوسری عبادات ادا کرے گا اور جس نے ابراہیم کے اعلان کا جواب نہیں دیاہے وہ نہ حج کرے گا نا عمرہ کرے گا نہ بیت اللہ میں عبادت کرے گا اور بیت اللہ کا یہ گھر نبی علیہ الصّلاۃ والسّلام کی بعثت سے قبل قریش کے سرداروں نے تعمیرِ نو کی ہے اس زمانہ جس قدر مشرکین کے پاس حلال کمائی سے رقم جمع ہوئی تھی اسی قدر خانہ کعبہ کی بناء ہو تھا اور حطیم والا حصہ حلال کمائی کے پیسے نہ ملنے کی وجہ سے رہ گیا یا باقی حصہ ہجر اسواد سے لے کر حطیم کے حصہ کو چھوڑ کو کر کعبہ شریف کی تعمیر ہوئی نبیؐ نے اسی بنائے قریش کو برقرار رکھا۔ اور بعض مصالح کی بناء پر اسکی اصل بنیاد پر پورے خانۂ کعبہ کی تعمیر نہ کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے زمانہ میں جب اسلام لوگوں میں ظاہر ہوا اسلام کا غلبہ ہوا اسکو اصل بنیاد پر خانۂ کعبہ کی تعمیر کی اور اسمیں نمازیں ادا کی گئیں مگر حجاج بن یوسف نے ابن الزبیر کے بناء کو منہدم کر کے قریش کے بناء کو اصل قرار دیکر خانۂ کعبہ کو اصل کی جگہ میں ناقص بنیاد کے مطابق حطیم کو چھوڑ کر تعمیر کردی۔ تاحال اسی کے مطابق خانۂ کعبہ موجود ہے اور بحال ہے حطیم کا حصہ شمال کے جانب کھلا پڑا ہے، ترکی حکومت نے چاروں

طرف مطاف کو چھوڑ کر الگ مسجد اور مطاف کا اضافہ کیا ہے اس کے باہر نئی تعمیرات ہوئیں اور ہوتی رہیں یہی خانۂ کعبہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پہلی جگہ اور پہلا گھر ہے۔ قرآن حکیم کے اندر اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ ہم نے جب بیت اللہ کو اجتماع کی جگہ بنا دیں اور اس میں مقام ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ بنا دیا اور کہہ دیاابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہ میرا گھر بیت اللہ کو طواف کرنے والے کے لئے اور اعتکاف کرنے والے کیلئے اور رکوع کرنے والوں کیلئے سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو۔ تاکہ جمع ہونے والوں کو تکلیف نہ ہو اور آرام اور سکون سے نمازیں ادا کر سکے اور طواف وغیرہ کر سکے اس میں تم لوگ کو تاہی مت کرو (خلاصۂ تفسیر موضح القرآن)

بیت اللہ شریف سمیت دنیاکی تمام مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں وہ اجتماع کی جگہ ہیں نمازیں ادا کرنے کی جگہ ہیں عبادت اور ذکر اللہ کی جگہ ہیں۔

ان مساجد کو ایمان دار لوگ آباد کریں گے ظاہری آبادکاری اور معنوی آبادکاری ایمان دار لوگ ہی انجام دیں گے۔

منافق اور مشرکین کو ان کی آبادکاری یا تخریب کاری کا کچھ حق نہیں ہے اگر وہ لوگ اس کو آباد کریں گے تو یہ مساجد کی آبادی نہ ہوگی بلکہ ان کے ہاتھوں سے آبادیو تخریبکاری سب چیزیں بےکار و باطل ہونگی۔

حرم بیت اللہ شریف اور دیگر مساجد میں نمازیں ادا کرنے کی فضیلت بے شمار ہیں اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول اللهﷺ قال الصلاة في بيت الله خير من الصلاة فيما سواه۔ (بخاري ومسلم)

خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت دنیا بھر کی تمام مساجد میں نماز ادا کرنے سے زیادہ اور لاکھ درجہ زیادہ ہیں۔

عن انس رضي الله عنه في ابن ماجه صلاة الرجل في مسجدالقبائل بخمس وعشرين صلاة من صلاته في بيته و صلاته في المسجد الذي يجتمع فيه بخمس مأةصلاة في بيته و صلاة الرجل في بيت المقدس بخمسين الف الصلاة وصلاته في مسجدى بخمسين ألف صلاة من صلاته في بيته وصلاته فى المسجدالحرام بمأة ألف صلاةٍ فى بيته۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بندہ اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے تو گھر کے مقابلے میں پچیس درجہ ثواب زیادہ ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہے تو پانچ سو درجہ کا زیادہ ثواب ملتا ہے، اور اگر بیت المقدس میں پڑ تا ہے تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب زیادہ ہے، اور اگر مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا تو بھی پچاس ہزار گنُا ثواب ہو گا اس میں دوسری فضیلتیں الگ ہیں، اور اگر مسجد حرام میں نماز پڑھے گا تو لاکھ درجہ زیادہ ثواب ہو گا، بیت المقدس میں نماز ادا کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جانے کے متعلق حدیث بھی ہیں اسی طرح بیت اللہ اور مسجد نبوی نماز ادا کرنے میں سب گناہ معاف ہونے کا ذکر بھی ہے۔ نیز مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنے سے گناہوں کی معافی نفاق سے برائت اور نبیؐ کی شفاعت واجب ہونے کا ذکر بھی ہے۔ اسی طرح مسجد قباء میں دو رکعت نماز ادا کرنے کی فضیلت

یہ ہے کہ ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، لہذا اگر کبھی کوئی حکومت یا کوئی ظالم امیر ان مساجد پر پابندی لگادے گا یا کم لوگ آنے کی تحدید کر دے گا تو اس حکومت اور اس ظالم امیر سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ کی مساجد میں نمازوں کے لئے آنے والوں کو نماز میں آنے سے، عبادت کرنے سے، ذکر اللہ سے، روکتا ہے۔ منع کرتا ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف کر دے یا انکو انکی مناسب سزا دے۔

عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مسجد کی فضیلت بیان فرماتے ہیں اس کو رحمت اور برکت کی جگہ بتاتے ہیں لیکن یہ گندا پانی سے بنا ہوا بعض مشرک اور کافر انسان جو اللہ تعالیٰ کے دیا ہوا دماغ اور تکبر سے مساجد میں "کروناوائرس" کا خطرہ کی بناء پر نمازیوں کو نمازوں سے روکنے کی ہدایت دیتے ہیں ان لوگوں کو شرم آنا چاہئے کہ اپنے رّب اور خاؔلق کے مقابلہ میں اپنی گندی رائے زنی کرے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی سید الانبیاء محمد ﷺ کے فرماتے ہیں:

من غدا الى المسجد أوراح اعدالله تعالىٰ له في الجنّةنزلا كلّما غدا أوراح۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: جو شخص صبح کو مسجد میں جاتا ہے یا شام کو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے لئے میزبان جیسے مہمان کے لئے کھانے اور پینے کا انتظام کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نمازی بندے کے لئے میزبانی کا انتظام فرماتے ہیں یعنی نمازی بندہ کے اکرام کرتے ہیں ثواب کثیر اور رحمت کثیرہ عنایت فرماتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو ایک انسان جو میزبان اپنے مہمان کیلئے میزبانی کا انتظام کرتے ہیں اور خالقِ کائنات وحی کے ذریعہ اس کا وعدہ فرماتا ہے، کہ مسجد میں آنے والوں کی میزبانی کی جائے گی ،وہ خالقِ کائنات ہو کر کیا بندہ مہمان کو تکلیف دے گا،وہ اپنے مہمان کو ''کرونا وائرس''میں مبتلا کرے گا ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ یہ تو ایک انسان میزبان کا اگر یہی حال ہے، تو احکم الحاکمین اپنے بندوں کو مساجد میں عبادت کے لئے آنے کے بعد تکلیف دیں گے ''کرونا''میں مبتلا کریں گے یہ بات تو عقل و نقل کی بالکل خلاف ہے۔ مگر ہمارے زمانے کے کفّار اور مشرکین اس پر مصر ہیں پورے اور دنیا کو ''لاک ڈاؤن'' کے ذریعہ مفلوج کر دیا ہے۔ تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اس ''کرونا وائرس'' کے نام سے ہر اعتبار سے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دیوے اگر ان کے نصیب میں ہدایت ملنا نصیب ہے ورنہ انکا مناسب فیصلہ کر دے۔

دنیا کی جتنی مساجد ہیں ان میں ایک ایک پتھر خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعد بچے ہوئے پتھروں کو روئے زمین میں، حضرت جبریل علیہ السّلام نے پھینک دیا تھا، تمام مساجد کی جگہ میں گرا ہے وہ پتھر جہاں جہاں پڑا وہاں وہاں پر ہر پتھر گرنے کی جگہ ایک ایک مسجد تعمیر ہوئی اور قیامت تک جو مساجد تعمیر ہوں گی وہ ان پتھروں کی جگہ میں قائم ہوں گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے کہ پوری دنیا میں جتنی مساجد ہونگی ایماندار لوگ اور نمازی زکوٰۃ دینے والے لوگ ہی قائم کریں گے اور ان کو مساجد تعمیر کرنے کا حق بھی ہے باقی لوگ جو ایماندار نہیں ،پانچ وقت نماز ادا کرنے والے نہیں ہے زکوٰۃ دے نے والے نہیں ہیں، بلکہ شرک اور کفر میں مبتلا ہیں ان کو مساجد تعمیر کرنے کا حق ہی

نہیں ہیں، نہ ہی ان کو مساجد میں داخل ہونے کا حق ہے ان کو مساجد میں داخل اندازی کرنے سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی بڑا عذاب آجاوے۔ غرض یہ کہ دنیا کی ساری مساجد اللہ کے گھر ہیں عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں اور مساجد تعمیر کرنے مسجد بنانے کی ترغیب اور تائید احادیث میں دی گئی ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ روایت سنی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کرنے کی نیت سے اور اسی کی خوشنودی کے لئے مسجد بنائی ہے ''بنی اللّٰہ له بیتافی الجنة'' (بخاری ومسلم)۔ اسکے لئے اللہ تعالیٰ اس سے بہتر گھر بنائے گا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے روایت کی ہے کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ جس نے نمازیں پڑھنے کے لئے اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے مسجد بنائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اس کے گھر سے بہترین گھر بنادے گا (اخرجہ احمد فی مسندہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے کوئی معمولی مسجد بنائی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں بہترین گھر بنادے گا جبکہ مسجد مالِ حلال سے بناوے اور زینت کے لئے یا ریا کے لئے نہ بناوے۔ (رواہ ابن خزیمہ)

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس نے اللہ کے لئے چھوٹی مسجد بنائی یا بڑی، اسکے لئے اللہ جنت میں اس سے بہتر گھر بنادے گا۔ اس طرح کے بہت سی روایات مساجد بنانے اور تعمیر کرنے کی فضیلت اور ترغیب میں آئی ہیں تو جس اللہ کے گھر اتنی

فضیلت ہیں وہ گھر اللہ کی طرف منسوب ہو اور اسمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہو وہاں پر اللہ تعالیٰ کے لئے رحمتیں نازل ہوتی ہوں انوارات نازل ہوتی ہو برکتیں نازل ہوتی ہوں وہاں پر ”کروناوائرس“ بیماری کیسا آئے گی کیوں آئے گی جبکہ وہ بیماری کفار کو عذاب دینے کے لئے آتی ہے اور مسلمانوں پر گناہوں کو معاف کرنے اور اس سے اگر مسلمانوں کی موت واقع ہوگی تو شہادت کے درجہ اور ثواب کے لئے آتی ہے اس سے مسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہے ۔ نیز ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ہے اس سے پہلے کبھی موت نہیں آئے گی۔

لہذا موت کے خوف سے اسی طرح ”کرونا وائرس“ کی بیماری کے اندیشہ سے مسجد میں نماز کے لئے اور جماعت کے لئے نہ جانا کسی طرح جائز نہیں ہے گناہ ہے اور کبیرہ گناہ ہے مشرکوں کی ہدایات پر ان کے قوانین کے تحت مسجدوں میں نہ آنا اللہ تعالیٰ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہوگی۔

مساجد میں آکر نماز ادا کرنے کا جو ثواب ہے اسی طرح کا ثواب مساجد میں آکر نمازوں کے لئے انتظار کرنے میں بھی ہے

حدیث شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو وضو وطہارت کے بعد مسجد میں جاتا ہے نماز میں شریک ہوتا ہے اس کو جتنا ثواب ملتا ہے اس طرح جو نمازی نماز کے لئے انتظار کر رہا ہے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اور مساجد میں جانے میں جتنے قدم چلے گا ہر قدم پر دس دس نیکی کا ثواب ملے گا مسجد میں پہنچنے کے بعد نماز قائم ہونے تک جتنی دیر انتظار کرے گا اتنی دیر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا اور نماز پوری ہو جانے بعد جب تک نماز کی جگہ میں بیٹھ کر تسبیح و تہلیل پڑھے گا اسکو نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہے گا۔

لہٰذا مسجدوں کی طرف جانے اور چلنے میں قدم قدم پر دس دس نیکی ملے گی اور نماز پڑھے نہ پڑھے تو انتظار کرنے میں بھی ثواب لکھا جائے گا۔ نماز قائم ہو گئی تو نماز باجماعت ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔ گزشتہ زمانہ سے اب تک جتنے گناہ ہو گئے ہیں سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ نماز باجماعت کے لئے مسجد کی طرف چلنے میں ثواب ہے جتنا آگے اور دور جائے گا ثواب زیادہ ملے گا۔ ٹائم پر جائے گا پھر بھی ثواب ملے گا اگر سستی نہ کی لیکن اتفاق سے نماز پوری نہ ملی تو بھی پوری نماز کا ثواب ملے گا اور اتفاق سے اگر نماز باجماعت ختم بھی ہو گئی ہے اور نمازی بے چارہ کو نماز نہ ملی اور اس پر نمازی غم زدہ اور رنجیدہ ہو کر استغفار کرتا ہوا اپنی نماز پڑھ لی۔ حدیث شریف میں ہے اس کو بھی جماعت سے نماز ادا کرنے کا ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنی کوشش سے تو مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے حاضری دی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی اس کوشش اور جدوجہد کے بھی قدر ہو گی تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا۔

لہٰذا مساجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا قرآن وحدیث کی رو سے بہت بڑی عبادت ہے بلکہ جہاد کا ثواب ہے

حدیث کی معتبر کتاب طبرانی میں حضرت اُبوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﷺ نے فرمایاہے ''الغدوُّ والرواح إلى المسجد من الجهاد في سبيل الله (طبراني)
یعنی صبح وشام کی نماز کی نیت سے نمازوں کے لئے مسجدوں میں جانا اللہ کے راستہ میں جہاد ہے یعنی جہاد کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔

سبحان اللہ! اللہ کی مسجد میں نماز کی واسطے جو بندہ صبح وشام آتا وجاتا ہے گویا جہاد کے لئے جاتا ہے۔ اس کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کا ثواب ملے گا اسلامی جہاد تو اسلامی حکومت میں کیا جاتا ہے، ہمارے یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے لیکن ہم لوگ فرض نمازوں کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونے سے ہم کو گھروں میں بیٹھے بیٹھے جہاد کرنے کا ثواب ملے گا، یہ کتنی بڑی فضیلت کی بات ہے۔ لیکن ہمارے مسلمانوں کے ملک کے حکمران نے کافروں کی اطاعت میں آکر ہمارے احکامِ اسلام اور دینی مسائل کو چھوڑنے کی ہدایت دیتے ہیں، اور ہم کو حکم دے رہے ہیں کہ تم لوگ بھی مسجدوں میں مت جاؤ ''کروناوائرس'' کی بیماری آجائے گی تم لوگ مر جاؤگے بیمار ہو جاؤگے ''انّاللہ وانا الیہ راجعون''۔ جب کہ اللہ اور اسکے رسول نے ہمیں بتلایا ہے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں عبادت کی جگہ نماز کی جگہ ہیں مساجد میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آتی ہیں برکتیں آتی ہیں ثواب ملتا ہے اس میں ''کروناوائرس'' کو آنے کی طاقت کیسی حاصل ہوگی؟ کیا ''کروناوائرس'' کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت سے زیادہ ہے؟ اگر کسی کا بھی عقیدہ ہے تو یہ خالص شرک ہے اور مشرکین کا عقیدہ ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں ایماندار لوگ ہیں مشرکین کے عقیدہ کو کیوں مانیں گے کس مجبوری کی بناء پر مانیں گے، ہم لوگ ایسے عقدہ کو ہرگز نہیں مانتے ہیں نہ مانیں گے، اور جو لوگ مانتے ہیں ماننا چاہتے ہیں وہ چاہیں مشرک بن جائے مشرکوں سے مل جائے، لیکن جو لوگ مسلمان ہیں ایمان دار ہیں اور ایمان واسلام میں رہ کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں انکو کیوں مجبور کیا جاوے، کہ وہ مسجدوں میں جانا چھوڑدیں یا مسجدوں میں جانا کم کردے یا اسمیں چند افراد جائیں، یہ سب چیزیں لادینیت اور کفری ہیں ان کو کفار لوگ مان سکتے ہیں مسلمان نہیں مان سکتے۔

ہم مسلمانوں کو ہوش میں آنا چاہئے کہ ہم کو ہمارا خدا اور ہمارے رسول ﷺ نے ایسے حالات میں کیا احکامات دیتے ہیں ہم تو ایک ٹھوس اور مضبوط مذہبِ اسلام اور یقینی اور آسمانی مذہبِ اسلام کے عقیدت مند ہیں۔ ہمیں کافروں کی غلط چیزوں کو نہ دیکھنا چاہئے نہ ان پر عمل کرنا چاہئے ورنہ ہم بھی بے ایمان ہو جائیں گے مشرک ہو جائیں گے۔ ''العیاذ باللہ''

دیکھئے حدیثوں میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو بندے نماز فرض کے لئے مسجدوں میں جاتے ہیں ان کا ثواب ایک فرض حج ادا کرنے اور محرم حالتِ احرام میں حج ادا کرنے کا ثواب ہے اور جو بندے نوافل نماز یا عبادت کے لئے مسجد میں جاتے ہیں اسکا جانا ایسا ہے جیسا کہ ایک عمرہ کیلئے احرام باندھ کر عمرہ کرتا ہے اس کا جتنا ثواب ہے اتنا ثواب اس فعلِ نماز کا اتنا ثواب ہے عبادت کے لئے جانے والے کے لئے عمرہ ادا کرنے کا ثواب ہے ''سبحان اللہ'' رواہ ابو داؤد باسناد حسن)

نیز حدیثوں میں وارد ہے کہ جو لوگ وضوٗ وطہارت حاصل کرکے عبادت کے لئے اور نمازوں کے لئے مسجدوں میں آتے ہیں وہ اس طرح ہیں کہ وہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں جیسے ایک انسان دوسرے انسان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں میزبان زیارت کرنے والے کا اکرام کرتے ہیں ،اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی مساجد میں عبادات اور نمازوں کے لئے جانے والوں کے اکرام وخاطر داری کرتے ہیں۔

حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ جو لوگ وضوٗ وطہات کے بعد مسجدوں میں آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو زیارت

کرنے جاتے ہیں جس کی زیارت کی جاتی ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی زیارت کے واسطے آنے والے کا حقِ زیارت کے تحت اکرام کرے (رواہ الطبرانی باسناد جید)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ضامن بن جاتے ہیں۔

(۱) ایک وہ شخص جو باہر سے اپنے گھر میں آتے ہیں اور گھر والوں کو سلام کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ جب تک وہ شخص گھر رہتے ہیں اسکے ضامن ہوتے ہیں اگر زندگی ہے انکو رزق دیتے ہیں، اور جتنے رزق کی ضرورت ہے اتنے رزق دیتے ہیں اور اگر گھر میں موت آگئی ہیں تو اسکو ایمان کے ساتھ موت دیتے ہیں اور مرنے کے بعد اسکو جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔

(۲) اور جو شخص عبادت اور نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں وہ اللہ کے ضمان میں داخل ہو جاتے ہیں جب تک مسجد میں رہے گا خیر اور ثواب میں رہے گا اور جب مسجد سے نکلنے کے بعد موت آئے گی تو ایمان کے ساتھ مرے گا مرنے کے بعد جنت میں جائے گا۔

(۳) اسی طرح جو شخص اسلامی جہاد میں جائے گا وہ اللہ کے ضمان میں آجائے گا اگر زندگی ہے تو اسے جہاد کا ثواب ملے گا نمازیں بنے گا اگر نصیب میں ہیں مال غنیمت بھی ملے گا اور اگر جہاد میں موت اور شہادت کا وقت آئے گا شہید ہو گا جنت میں جائے گا۔

(رواہ ابو دوٗد وابن حبان فی صحیحہ)

حدیث مذکور میں مسجد میں حاضر ہونے والوں کے لئے کتنی بڑی بشارت وارد ہوئی ہے دیکھئے کہ نمازوں اور عبادت کے لئے آنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ضامن بن جاتے ہیں زندگی رہی تو رزق دیتے رہیں گے اور زندگی اگر ختم ہوگئی تو ایمان کے ساتھ مرے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا جیسے جہادِ اسلامی میں شریک ہونے والے کیلئے بھی اللہ تعالیٰ اسکی ضمانت لے لیتے ہیں وہ اگر جہاد میں مرے گا تو شہید ہو گا اور اگر واپس آئے گا غازی بنے گا اور مال غنیمت بھی ملے گا کسی کو نقصان نہ ہوا تو مسجد میں نماز کے لئے جانے والو کا کچھ بھی نقصان نہیں ہے، فائدہ ہی فائدہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کیلئے اللہ کا گھر ہے جو مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا تعلق قائم ہو جاتا ہے، اور اس پر اللہ کی رحمت برسنی شرع ہو جاتی ہے اور اسکے لئے پل صراط پر چلنا آسان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جاتی ہے۔ (رواہ الطبرانی والبزاز باسناد حسن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ ہمیشہ مسجد میں نماز کے لئے آتا رہتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی شہادت دے دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ مسجدوں کو تعمیر کرتے ہیں ایمان والے اور نماز پڑھنے والے اور قیامت کے دن پر یقین رکھنے والے (امام ترمذیؒ نے اسکو حدیث حسن فرمایا ہے ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے)

طبرانی شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے میں نے سنا جولوگ مسجدیں بنواتے ہیں تعمیر کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی اہل میں سے ہیں یعنی یہ سب اللہ کے گھرانے کے لوگ ہیں۔

مسجدوں میں آنے جانے والوں سے اللہ تعالیٰ کا تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہے کہ نبی علیہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مسجد سے تعلق اور محبت رکھے گا وہ مجھ سے تعلق ومحبت رکھے گا۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے جس نے مسجد میں نماز وعبادت اور ذکر اللہ کے واسطے اس کو لازم کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر خوشہو کر اسکو شاباشی دیتے ہیں جیسے کوئی غائب سفر سے حاضر ہو جاتے ہیں تب گھر والے ان کو شاباشی دیتے ہیں(رواہ ابن ماجہ وابن حبان والحاکم قال علی شرط البخاری)

مذکورہ سب روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسجدیں تعمیر کرنے والے اور ان کو نمازوں اور عبادات سے آباد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اہل میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہوتے ہیں اور ان پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ مسجد میں مسجد سے دور رہتے ہیں نمازوں کے لئے عبادات کے لئے نہیں آتے یا دوسروں کو مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں یہ لوگ اللہ والوں میں سے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوتے بلکہ ان پر ناراض ہوتے ہیں ان پر رحمت بھی نازل نہیں فرماتے ہیں بلکہ ان پر گناہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہوتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت اور غضب نازل ہوتا ہے۔

نمازوں کے بعد مسجد میں تسبیح و تہلیل کے واسطے بیٹھنے والوں کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو لوگ نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد طلوعِ شمس تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں یا تسبیح و تہلیل پڑھتے ہیں، ان کا اجر و ثواب یہ ہے کہ ان کو ایک ایک حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ مکمل اور پورا حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔(رواہ الترمذی و قال حسن)

ابو داؤد اور احمد کی روایت میں ہے کہ ایسے لوگوں کے گناہ ہیں معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مقبول حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

جس طرح نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد مسجد میں ذکر و اذکار کر کرنے کے بے شمار اجر وثواب ہیں اسی طرح نماز عصر کو باجماعت ادا کرنے کے بعد اگر تا غروب شمس مسجد میں ذکر واذکار میں مشغول رہیں تو ان کے لئے بھی بے شمار اجر و ثواب ہیں اور ان کے گناہیں معاف ہوتے ہیں اگر مسجد میں لوگوں کو آنے سے منع کر دیا جائے یا روک دیا جائے یہ ان پر بڑا ظلم ہو گا،اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو گی۔اس کی ناراضگی سے اللہ کی رحمتیں نازل نہ ہوں گی بلکہ اس کا غضب اور لعنت نازل ہو گی تو گویا ہم دیدہ و دانستہ اللہ کے عذاب اور سزا کو دعوت دینے والے بنیں گے اللہ تعالیٰ ہمارے سب مسلمانوں کو سمجھ اور فہم دیوے کہ انکو ہدایت نصیب ہو۔

اس واسطے ہماری حکومت اور عوام الناس اور عقل مندوں کو چاہئے کہ ہم لوگوں نے جو مساجد میں مکمل نمازوں کی جماعت یا پانچ و دس افراد کی جماعت کی پابندی لگائی ہے یہ خلاف قرآن و سنت ہے۔ اس کو ترک کرنا ہمارے لئے ضروری ہو گا اور اس کو جاری اور باقی رکھنا اللہ کے غضب اور عذاب کو دعوت دینا ہو گا ہم مسلمان ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا عقیدہ رکھتے ہیں اگر عمل سے اس کے خلاف کریں گے تو ہمارا ایمان برباد ہو جائے گا ایمان برباد ہو جائے گا تو ہمارے اعمال ضائع ہو جائیں گے پھر مرنے کے بعد جنت جانے کیا مید کرنا اور آرام وراحت کا تمنا میں رہنا محض وھم اور خیال ہو گا جس کا نتیجہ صفر اور صفر ہو گا۔ ایسی صورت میں ہم کو آخرت میں ناکامی ہو گی خسارہ ہی خسارہ ہو گا ہم عقل مند ہونے کے دعویدار ہیں ہم کو عقل اور ہوش سے کام لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مکرم بنایا ہے اگر ایمان رہے گا اور اعمال شریعت پر عمل کر کے دنیا سے جائیں گے تو ہم مکرم رہیں گے ورنہ ذلیل وخوار ہوں گے، ہر آدمی جیسے دنیا کی عزت و اکرام کو چاہتا ہے اسطرح آخرت میں بھی عزت واکرم کو چاہتا ہے لہذا اسکے لئے اسکے مطابق ایمان و عمل کی ضرورت ہے اللہ ہمیں سب کو اسکی توفیق دیوے۔ آمین یاربّ العالمین۔

وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقط

بندہ محمد عبد السلام چاٹگامی عفا اللہ عنہ